فہرست دیوان اوحدی مراغہ اصفہانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

اوحدی مراغہ اصفہانی

ایران کے اکثر سر بر آوردہ قدیم شعرا کے صحیح اور تفصیلی حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ شکایت عام اور ایک بڑی حد تک بجا بھی ہے اوحدی مراغہ اصفہانی کا مختصر حال متعدد تذکروں میں موجود ہیں، مثلاً نفحات الانس، تذکرۃ الشعراء (دولت شاہ سمر قندی)، آتشکدہ، مجمع الفصحا، اور ریاض العارفین۔ لیکن بعض اہم نقطوں پر یہ تذکرے باہم مختلف البیان ہیں۔ اوحدی کی مثنوی "جام جم" حال ہی میں ایران سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مقدمے میں محیر نے تحقیق و صحت کے ساتھ اوحدی کا مختصر سا حال لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان سب تذکروں میں جامی کی نفحات الانس سب سے زیادہ قرین صحت ہے۔ مذکورہ کتابوں سے اوحدی کے حالات اخذ کر کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:—

مقام و سال وفات و ولادت

اوحدی مراغہ میں پیدا ہوئے اور یہیں انہوں نے وفات بھی پائی مگر اصفہان ان کا آبائی وطن تھا۔ تاریخ وفات ۱۵ شعبان سنہ ۷۳۸ ھ (تخمیناً ۸ مارچ سنہ ۱۳۳۸ م) ہے جو ان کے سنگ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے: "ہذا قبر المولی المعظم قدوۃ العلماء افصح الکلام

و زبدة الانام الدراج الی رحمة الله تعالی اوحد الملة و الدین بن الحسین الاصفهانی فی منتصف شعبان سنة ثمان و ثلثین و سبع مائة ***

اوحدی نے وزیر غیاث الدین محمد بن رشید الدین فضل اللہ (سنہ ۷۲۸ھ مر ۱۳۲۸م تا سنہ ۷۳۶ھ مر ۱۳۳۶م) کے توسط سے اپنی مثنوی جام جم سلطان ابوسعید ایلخانی والی بغداد (سنہ ۷۱۶ھ مر ۱۳۱۶م تا سنہ ۷۳۶ھ مر ۱۳۳۵م) کے نام سے معنون کرکے سنہ ۷۳۲ھ مر ۱۳۳۲م میں پیش کی تھی۔ اشعار ذیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مثنوی بتاریخ ۲۷ رمضان سنہ ۷۳۳ھ بغداد ہی میں اختتام کو پہنچی اور ایک سال کی مدت اس پر صرف ہوئی :—

چون ز تاریخ بر گرفتم فال — هفت صد رفته بود و سی * و سه سال

که من این نامه همایون فر — عقد کردم به نام این سرور

چون به سالی تمام شد به درش — ختم کردم به لیلة القدرش

جام جم کے مندرجہ ذیل شعر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس مثنوی کی تصنیف کے وقت ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی :—

اوحدی شصت سال سختی دید
تا شبی روے نیک بختی دید

اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ غالباً سنہ ۶۷۲ھ اور سنہ ۶۷۳ھ کے حدود میں پیدا ہوے اور پینسٹھ یا چھیاسٹھ برس کی عمر پائی۔

شاہان وقت اور اوحدی کے مختلف اشارے

اوحدی اس وقت پیدا ہوے جب عباسی خلافت کا خاتمہ ہوکر کر و بیش اٹھارہ برس ہوچکے تھے۔ چنگیزخان کے پوتے ہلاکو نے سنہ ۶۵۶ھ مر سنہ ۱۲۵۸م میں آخری عباسی فرماں روا مستعصم باللہ کو قتل کرکے

* جام جم کے بعض نسخوں میں پچاس سی وسہ کے سی و دو بھی مرقوم ہے

[illegible] پہنچ گیا - اس کے بعد ایران میں مغلوں کی حکومت کا دور شروع ہوگیا - ہلاکو کی موت سنہ ۱۲۶۵م میں واقع ہوئی - اس کے بعد اس کی اولاد نے سنہ ۱۳۳۷م تک ایران میں حکومت کی - یہ خاندان چنگیزی اور ایلخانی بھی کہلاتا ہے - اس خاندان کے بادشاہوں کی ایک فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے :—

اباقا بن ہلاکو : عہد حکومت : سنہ ۱۲۶۵م تا سنہ ۱۲۸۲م
تگودر بن ہلاکو : ایضاً : سنہ ۱۲۸۲م تا سنہ ۱۲۸۴م

(اس نے اسلام قبول کرکے اپنا نام احمد اختیار کیا اور احمد تگودر کہلاتا تھا)

ارغون خاں بن اباقا : عہد حکومت : سنہ ۱۲۸۴م تا سنہ ۱۲۹۱م
گیخاتو بن اباقا : ایضاً : سنہ ۱۲۹۱م تا سنہ ۱۲۹۵م
بائیدو (از اولاد ہلاکو) : ایضاً : اپریل سنہ ۱۲۹۵م تا اکتوبر سنہ ۱۲۹۵م
غازان بن ارغون خان : عہد حکومت : سنہ ۱۲۹۵م تا سنہ ۱۳۰۴م
(غازان نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا)
الجایتو خدا بندہ بن ارغون خان : ایضا : سنہ ۱۳۰۴م تا سنہ ۱۳۱۶م
(یہ بھی مسلمان ہوگیا اور اس کی اولاد بھی)
ابوسعید خاں بن خدا بندہ : ایضا : سنہ ۱۳۱۶م تا سنہ ۱۳۳۵م
آرپا (از اولاد ہلاکو) : ایضا : سنہ ۱۳۳۵م تا ۲۹ اپریل سنہ ۱۳۳۶م
موسیٰ (از اولاد ہلاکو) : ایضا : ۲۹ اپریل سنہ ۱۳۳۶م تا جون سنہ ۱۳۳۷م

اوحدی نے اپنے دیوان میں ایک غزل میں غازان کا نام لیا ہے اور یہ بھی محض قافیہ کی خاطر :—

بوسۂ خواہمش ، اگر ندہد
بستانم بہ دولت غازان

ظاهر ہے کہ یہ غزل انھوں نے غازان بن ارغون خاں کے عہد حکومت (سنہ ع ۱۲۹۵ تا سنہ ع ۱۳۰۴) میں لکھی تھی جب کہ ان کی عمر ۲۳ اور ۳۲ سال کے درمیان تھی۔

ایک قصیدہ میں ناصحانہ طور پر کنایۃً خدا بندہ کا بھی نام لیا ہے:-

گر خدا را بندۂ بگذار نام خواجگی
پیش اوچون سر نہادی باز پیشانی چہ سود

نام خود سلمان نہادی تا مسلمان گویمت
چون نمی ورزی سلامت نام سلمانی چہ سود

اس کے سوا کہیں اس دیوان کے نسخے میں پادشاہان عصر کا نام نہیں آیا ہے۔ البتہ پادشاہان وقت کو قصائد وغیرہ میں نصیحتیں کی ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔ اپنے دیوان میں ایک جگہ مراغہ اور دو جگہ اصفہاں کا ذکر بھی کیا ہے:—

اوحدی ارمی نہی دل بہ رخ آن نگار
تن بہ غریبی بدہ یاد صفاهان مکن

اس شعر سے بہی ظاہر ہوتا ہے کہ اصفہاں ان کا وطن تھا:—

چشم سر ما غلط نبیند کش سرمہ ز خاک اصفہاں است

مراغہ کا اس طرح ذکر کیا ہے:

تو در مراغہ فارغ و صافی بہ نو بہار در خاک و خون مراغہ زنان زآرزوی تو

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ اوحدی ابتدا میں صوفی (یا، صافی) تخلص کرتے تھے۔ شاید اوپر کا شعر اسی کا حامل ہو۔

ذیل کے شعر میں اپنی مثنوی جام جم کی طرف اشارہ کیا ہے:

اگر گوش تو می خواهد نوای خسروانیہا
بہ بزم اوحدی آی و شراب از جام جم در کش

جام جم کے مرتب نے اپنے مقدمے میں اصفہاں سے متعلق ان کے چند شعر دئے ہیں جو اس نسخے میں موجود نہیں ہیں:- اور اس طرح لکھا ہے:—

"در وطن اصلی خویش اصفہان ہم مدتہا زیستہ چنانچہ در ہنگام مسافرت ازمراغہ بہ اصفہان بہ اشتیاق گفتہ است":—

اصفہان اقلیم چارم آسمان چارم است
سوے او عیسی صفت بے بار و خر باید شدن

نیست این جا از بزرگان ناظرے بر حال من
بعد ازینم پیش آن اہل نظر باید شدن

اندر آذربایجان خرمہرہ چیدن چند چند
مرد غواصم بہ دریاے گہر باید شدن

نام ، تعلیم ، سیاحت و بیعت

تفصیل اس سے زیادہ معلوم نہ ہوسکی کہ اوحدی نے مراغہ میں تعلیم و تربیت پائی - تحصیل علوم سے فارغ ہوکر بہ غرض سیاحت مراغہ سے نکلے اور کرمان پہنچ کر شیخ اوحدالدین کرمانی* کے مرید ہوے - اور اس کے بعد سے اوحدی تخلص اختیار کیا - مقدمہ جام جم میں اسی ضمن میں یوں لکھا ہے: "وبہ ہمیں سبب خود را اوحدی نامید وبہ ہمیں اسم معروف شد بہ حدی کہ ہنوز اسم او معلوم نشدہ و شاید نشود۔" مگر مثنوی جام جم کے ایک قلمی نسخے کے خاتمے پر (جو کتب خانۂ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے فارسی مخطوطات میں موجود ہے) لکھا ہے کہ انکا نام رکن الدین تھا اور سنہ ۷۳۸ میں انھوں نے وفات پائی - اسپرنگر نے بھی اپنی فہرست مخطوطات عربی فارسی و اردو میں لکھا ہے کہ ان کا نام رکن الدین تھا اور ابتدا میں صوفی تخلص کرتے تھے - مگر اس باب میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے -

مزار کے کتبہ میں ان کا نام اوحد الدین اور والد کا نام حسین لکھا ہے -

---

* شیخ ابوحامد اوحدالدین کرمانی ، متخلص اوحد - یہ اپنے وقت کے ایک عارف اور شیخ محی الدین عربی کے مرید تھے - زیادہ تر رباعیات کہتے تھے - ایک منظوم تصنیف موسوم بہ مصباح الارواح ان کے نام سے منسوب ہے - مگر شاید اب اس کا کوئی نسخہ باقی نہیں ہے - تلخیص الماثر میں ان کا سال وفات ۶۹۷ھ لکھا ہے -

تصانیف

اوحدی کی تمام تصانیف نظم ہی سے تعلق رکھتی ہیں - کہیں ان کی کسی نثری تصنیف کا حوالہ نہیں ملتا - مقدمۂ جام جم میں ان کے ابیات کی تعداد حسب تفصیل ذیل پندرہ ہزار بتائی گئی ہے. قصائد وغزلیات : نو ہزار' مثنوی منطق العشاق : ایک ہزار' اور جام جم : پانچ ہزار بیت

مثنوی جام جم حدیقۂ حکیم سنائی کے وزن اور اسلوب پر لکھی ہے اس کی تاریخ تصنیف ۲۷ رمضان سنہ ۷۳۳ھ یا ۷۳۲ھ ہے - انھوں نے بغداد میں ایک سال کی محنت کے بعد اسے پورا کیا -

مثنوی دہ نامہ کا دوسرا نام منطق العشاق ہے جو مندرجہ ذیل شعر سے ظاہر ہے :

چو دیدم در سخن خیر الکلامش
نہادم منطق العشاق نامش

اس کا سال تصنیف ۷۰۶ھ بتایاجاتا ہے - اشعارذیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مثنوی شاہ یوسف وجیہ الدین کے نام سے معنون کی گئی جو خواجہ نصیر الدین طوسی کے پوتے تھے ؛---

وجیہ دولت و دیں شاہ یوسف   کہ دارد رتبت پنجاہ یوسف
نصیر الدین طوسی را نبیرہ   کہ عقل از فطنت او گشت خیرہ

زمیں را از شکوہش زیب وزین است
سرور خلق و سرّ الوالدین است

دیوان قصائد و غزلیات اور ان دو مثنویوں کے علاوہ ایک اور مثنوی مفتاح الارواح بھی ان سے منسوب کی جاتی ہے - اسپرنگرنے اپنی فہرست میں دیوان اوحدی کا ذکر کرتے ہوے لکھا ہے - اس نسخۂ (دیوان) کے شروع میں ایک مثنوی ہے جس کا نام مفتاح الارواح ہے اور جس کی پہلی بیت یہ ہے :

چون غرۂ صبح گشت غرا
شد طرۂ آسمان مطرا

اور خیال ظاہر کیا ہے کہ شاید یہی وہ مصباح الارواح ہے جو ملاجامی نے شیخ اوحدالدین کرمانی سے منسوب کی ہے اور بجائے مفتاح کے سہواً مصباح درج ہوگیا ہے ۔ کیونکہ جامیؒ نے مصباح الارواح کے جو اشعار نقل کئے ہیں اسی بحر میں ہیں ۔

دیوان اوحدی کے نسخے میں (جو مدراس کے سرکاری کتب خانہ مخطوطات فارسی، عربی و اردو میں موجود ہے) ایک مثنوی کے چند ٹکڑے نسخے کے آخری حصے میں غزلیات کے بعد ملتے ہیں ۔ اس مثنوی کے نہ صرف بہت سے ابتدائی اور آخری بلکہ درمیانی اشعار بھی غائب ہیں ۔ اس مثنوی کا پہلا شعر ایک غزل کا مطلع ہے جو حسب ذیل ہے :—

چو با من راے پیوندے نداری
دلم سیر آمد از پیوند و یاری

اس غزل میں مقطع نہیں ہے ۔ مگر اسی مثنوی کے اندر ایک اور غزل ہے جس کے مقطع میں تخلص اوحدی آیا ہے ۔ مقطع حسب ذیل ہے :—

ببردی ز اوحدی دل را و رفتی
دل دیگر گرفتی یاد می دار

اس مثنوی کی بحر مفتاح الارواح اور جام جم کی بحروں سے مختلف ہے لیکن منطق العشاق کی اور اس کی بحر ایک ہی ہے ۔ نسخے میں اسکے صرف ایک سو بائیس شعر ہیں ۔ آخر سے اوراق بھی غائب ہیں۔

دیوان اوحدی کا نسخہ

مدراس کے سرکاری کتب خانۂ مخطوطات عربی ، فارسی و اردو میں دیوان اوحدی کا ایک قلمی نسخہ ہے جو معمولی طور پر خوش خط اور کسی قدر کرم خوردہ ہے ۔ اسی ایک نسخے سے یہ زیر اشاعت دیوان مرتب کیا گیا ہے کیونکہ باوجود سعی و تلاش کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہ ہوسکا ۔ اس میں کل تیس قصیدے، دو ترجیع بند ، چارسو بہتر غزلیں، اور ایک عشقیہ مثنوی

کے چند ادھورے ٹکڑے ھیں - نسخہ آخر سے نا تمام ھے اشعار کی جملہ تعداد پانچ ھزار سے کچھ زیادہ ھے -

میں نے مختلف تذکروں سے اخذ کرکے ایک پورا قصیدہ ، ایک اور قصیدے کے چند ابیات، ایک غزل اور تین رباعیاں اس میں شامل کی ھیں اور بعض بعض جگہ کچھ اشعار کا بھی اضافہ کیا ھے - قصائد کی ترتیب ردیف وار نہیں ھے ، غزلیات ردیف وار ھیں -

---

کلام

(کلام کی روشنی میں اوحدی پر ایک نظر)

اوحدی اپنے وقت کے ایک عارف اور عالم متبحر تھے - ان کے تبحر کا خود کلام سے بھی کافی اظہار ھوتا ھے - فن طب سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ علاج معالجہ بھی کرتے تھے - ایک جگہ اپنے متعلق یوں کہتے ھیں :—

مستوفیان مال بقا را خزینہ دار
قانونیان طب شفا را ذخیرہ ایم

ایک دوسری جگہ یوں کہتے ھیں :—

وقتے علاج مردم بیمار کردمے
اکنون چنان شدم کہ ندانم دوائے خویش

تبحر اس پایہ کا تھا کہ اپنی شاعری کو عام فہم بنانے کے لئے انہیں اپنے مرتبے سے دس درجے نیچے اترنا پڑا - خود کہتے ھیں :—

دہ پایہ پست کردہ ام آھنگ شعر خود
تا فہم آن مگر بہ دماغ تو در شود

چنگیزی فرمارواون نے ، جو علم ھیئت و نجوم سے بہت دلچسپی رکھتے تھے ، مراغہ میں ایک رصد گاہ بنوائی تھی - اس کی بدولت اوحدی کو اس علم میں کافی مہارت حاصل کرنے کا موقع ملا - دیوان میں کئی جگہ ان کی ھیئت‌دانی کا ثبوت ملتا ھے -

شاعرانہ حیثیت سے اوحدی اپنے معاصروں میں کسی کو اپنا ہمپایہ نہیں سمجھتے تھے - اس باب میں انہوں نے یوں کہا ہے :—

سر بر کمر زنند حسودان چو دست من
با شاهدان معنوی اندر کمر شود

اگلے زمانے میں علما شاعری کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے مگر اوحدی باوجود علم و فضل کے اپنی طبیعت سے مجبور تھے - شاعری ان کی طبیعت کا ایک لازمی جز تھی - خود کہتے ہیں :—

از من مدار چشم خموشی که وقت گل
مشکل کسے خموش کند عندلیب را

جس وقت سعدی نے وفات پائی یعنی سنه ۶۹۱ھ میں اوحدی کا جام شاعری غالباً چھلکنے لگ گیا ہوگا - سعدی کی اس وقت نہ صرف ایران بلکہ تمام اسلامی دنیا میں عام شہرت تھی - اوحدی اپنی شاعری پر ناز کرتے ہوے یوں کہتے ہیں :—

قصۂ اوحدی ار باد به شیراز برد
کاروان شکر از مصر به شیراز آید

ایک جگہ عارفانہ جوش میں اپنے کلام کو قرآن فارسی کہتے ہیں :—

از آسمان عشق تو قرآن فارسی
امروز می کند به دل اوحدی نزول

اوحدی ایک صافی منش بزرگ تھے - بغض و عناد ، غرور و نخوت حرص و طمع ، بیدردی و دلازای ، غرض اسی قسم کی اور تمام انسانی طبیعت کی برائیوں اور کمزوریوں سے پاک اور اپنے رنگ میں آپ اپنی مثال تھے - ایک غزل میں انہوں نے اپنے مسلک کا یوں اظہار کیا ہے :—

غزل

زاهدان را گذ اشتیم به جنگ	ما و جام شراب و نغمۂ چنگ
نه پے مال میرویم و نه جاه	نه غم نام می‌خوریم و نه ننگ
نه به اقرار دوستان شادیم	نه به انکار دشمنان دلتنگ
نه شناسیم طالع و نه امیر	نه ببوییم غره و نه غرنگ
سو مظلوموار ما در پیش	تیغ ظالم‌شکار ما در چنگ

کردہ از ما کسان بہ کیسہ شکو   خوردہ از ما خسان بہ کاسہ شرنگ
نشنیوشیم پند زاهد خشک   جان دهیم از برای شاهد شنگ
نہ بہ مال کسی بریم آشوب   نہ بہ خون کسی کنیم آهنگ
نہ بہ آیین ما کسی را راہ   نہ بہ آیینۂ کس از ما زنگ

بر سریر سخن نشستہ بہ کام
اوحدی فر و اوحدی فرهنگ

غرض تمام بزرگان سلف کی طرح ان کا مسلک بھی یہی تھا کہ خواہ رنج پہنچے یا راحت انسان کو ہر حالت میں خوش رہنا چاہئے ۔ اس باب میں یوں کہتے ہیں :—

تو نیز عمر خود ای مستمند خوش گذران
کہ عمر خوش گذراند همیشہ صاحب هوش

اپنی مے نوشی کی ، جس کا ان کے کلام میں اکثر ذکر آتا ہے ، اس طرح وضاحت کرتے ہیں :—

پرسیدۂ کہ " بادہ خورد اوحدی ؟ " " بلی !
خوردست بادہ لیک ز جام الست عشق "

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تلقین میں اوحدی کسی سے ڈرتے نہ تھے ۔ اور پادشاہوں اور حاکموں کو دینی احکام کی بجا آوری کے لئے سختی سے ڈانٹا کرتے تھے ۔ ان کی ظاہری حیثیت گو فقیرانہ اور عاجزانہ تھی ، لیکن ظالم حاکموں کو ظلم سے باز رکھنے کے لئے وہ ہمیشہ خنجر بکف رہتے تھے جیسا کہ خود کہا ہے :—

سر مظلوموار ما در پیش
تیغ ظالمشکار ما در چنگ

حافظ شیراز نے اپنے اشعار میں اوحدی کو " پیر طریقت " کے لقب سے یاد کیا ہے ۔ اشعار حسب ذیل ہیں :—

نصیحتی کنمت یاد گیر و در عمل آر   کہ این حدیث ز پیر طریقتم یاد است
مجو درستی عہد از جہان سست نہاد   "کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است"

حافظ کی ان دو بیتوں کا چوتھا مصرام اوحدی کا ھے ۔ انھوں نے اپنے قصیدے (۱۶) میں یہ شعر اس طرح کہا ھے :—

مدہ بہ شاھد دنیا عنان دل زنھار
کہ این عجوزہ عروس ھزار داماد است

اوحدی کے دیوان میں چار غزلیں ایسی بھی موجود ھیں جو دیوان حافظ کے اکثر مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں بھی پائی جاتی ھیں ۔ مگر وھاں ھر ایک کے مقطع میں بجاے اوحدی کے کسیقدر لفظی رد و بدل کے ساتھ حافظ تخلص آیا ھے ۔ ذیل میں ان چاروں غزلوں کے مطالع درج کئے جاتے ھیں :—

منم غریب دیار و توئی غریب نواز
دمے بہ حال غریب دیار خود پرداز
در ضمیر ما نمی‌گنجد بغیر از دوست کس
ھر دو عالم را بہ دشمن دہ کہ ما را دوست بس
اے پیکر خجستہ چہ نامی فدیت لک
دیگر سیاہ‌چردہ ندیدم بدین نمک
از غم خویش چنان شیفتہ کردی بازم
کز خیال تو بہ خود نیز نمی‌پردازم

حافظ نے اپنی زندگی میں اپنا دیوان مرتب نہیں کیا ۔ بلکہ ان کی وفات کے بعد ان کے ایک دوست محمد گل‌اندام نے حافظ کے کلام کی سب سے پہلے تدوین کی ۔ پھر بعد کو اور بہت سے لوگ بھی مختلف مقامات سے غزلیں جمع کرکے دیوان حافظ کے نسخے مرتب کرنے لگے ۔ یہ سلسلہ ایک زمانۂ دراز تک جاری رہا اور ھر دفعہ غزلوں میں اضافہ ھوتا گیا ممکن ھے غزلوں میں اضافہ کرکے اپنے نسخے کی وقعت بڑھانے کی دھن میں ، کسی نے اوحدی کی اچھی غزلیں چن‌کر اس میں داخل کردی ھوں ۔ اب تو ایک مدت دراز سے یہ حافظ کی ملک سمجھی جانے لگی ھیں ، اور بالعموم دیوان حافظ کے نسخوں میں موجود ھی نہیں بلکہ بلحاظ رنگ و بہ اعتبار کلمہ بندی ظاھرًا حافظ شیراز ھی کے انداز میں ھیں

جام جم کے مقدمے سے پتہ چلتا ہے کہ دیوان اوحدی کے اُن قلمی نسخوں میں بھی جو ایران کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں یہ چاروں غزلیں بالعموم پائی جاتی ہیں -

(پند و نصائح)

اوحدی کے قصائد بالعموم پند و نصائح سے بھرے ہوے اور عارفانہ طرز کے ہیں - کسی پادشاہ یا امیر کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں ہے - ان قصائد میں انھوں نے پادشاہوں ' امیروں ' اور عام لوگوں کو بہت مفید نصیحتیں کی ہیں - کہیں دنیوی مال وجاہ کی بےثباتی ظاہر کرتے ہوے پادشاہوں کو اپنی عاقبت کا خیال رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے - کہیں ظالم عاملوں کو خدمت سے الگ کرکے ملک میں عدل و انصاف قائم کرنے کی انھیں تاکید کی ہے - کہیں عدل و انصاف کے مفید نتائج اور ظلم کی خرابیوں پر روشنی ڈالی ہے - غرض اس وقت کے تمدنی حالات کے لحاظ سے نصیحت آمیز پیرایہ میں ہر پہلو پر نظر ڈالی ہے - قصائد اس لائق ہیں کہ ان کے ہر شعر پر ڈھیر ڈھیر کر غور ' اور ہر نصیحت پر عمل کیا جائے - ہر شعر سبق آموز اور ہر نصیحت دنیا و آخرت کی بہبودی کا رستہ دکھاتی ہے - مثال کے طور پر قصیدہ ۲۱ کا مطلب ذیل میں درج کیا جاتا ہے :—

" وہ لوگ جنھیں محنت اٹھائے بغیر مفت کی دولت ہاتھ آتی ہے اسے بیدردی سے اڑانے لگتے ہیں - خود تباہ ہوتے ہیں اور اوروں کو بھی تباہ کرتے ہیں - ایک لمحے کے لئے بھی ان کے دل میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اس دولت سے فائدہ اٹھانے کا انھیں کیا حق ہے - نہ اس مسئلہ ہی پر غور کرنے کی تکلیف اٹھاتے ہیں کہ اس دولت کا بہترین مصرف کیا ہوسکتا ہے -

" ایک شخص دولت پیدا کرتا ہے - اگر وہ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو اسکے مرنے کے بعد وہ اس کی اولاد کے قبضے میں آتی ہے - اگر

اس کی اولاد بھی اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو پھر ایسی دولت ھی کس کام کی ۔ محض اس وجہ سے کوئی شخص دولتمند کہلانے کا مستحق نہیں ھوسکتا کہ اس کے پاس بہت دولت ھے ۔ دولتمند تو وھی ھے جو حاجتمندوں کی ضروریات پوری کرے ، اور خلق اللہ کو اپنی دولت سے فائدہ پہنچائے ۔

" انسان کے لئے "زر" غول بیابانی اور "زن" زنجیر گردن ھے ۔ ایک تو اسے سیدھی راہ سے بھٹکا دیتا ھے ، اور دوسری اسے اپنے بس کا رھنے نہیں دیتی ۔۔ غرض " زر و زن " کے پھیر میں آکر انسان گمراہ اور نکما ھوجاتا ھے ۔

دنیا ایک شوھرکُش و بچہ خوار قسم کی عورت ھے ، اس کی عروسانہ دلفریبیوں کے دام میں آنا اور اس کی مادرانہ شفقت پر بھروسا کرنا نہ چاھئے ۔

" عام طور پر ھر کوئی اپنی اولاد کے لئے دولت جمع کرتا اور اس عمل کو دور اندیشی و پیش بینی تصور کرتا ھے ۔ لیکن یہ غلطی ھے ۔ جس طرح وہ خود خدا کا ایک بندہ ھے اس کا بچہ بھی اسی طرح ایک بندہ ھے ۔ اس کی یہ مجال نہیں کہ خدا سے بہتر بندہ پروری کرسکے ۔ اس کا اقبال و ادبار اس کے اخلاق باطنی پر منحصر ھے ۔ بچے کی تربیت میں اسکے اخلاق کے سنوارنے کا خاص خیال رکھا جانا چاھئے ۔

" پادشاھوں کو اپنے ملک میں کبھی برے قوانین رائج نہیں کرنا چاھئے ۔ ایسے قوانین ھمیشہ سلطنت کی تباھی کا باعث ھوتے ھیں ۔ ھر پادشاہ کا فریضہ یہ ھے کہ عدل و انصاف قائم کرنے کی ھر ممکنہ کوشش عمل میں لائے ۔ کیونکہ عدل کے بغیر کوئی حکومت پایدار نہیں ھوسکتی ۔ اسے سب سے زیادہ اس بات کا خیال رکھنا چاھئے کہ حکومت کے عامل رعایا کا مال ظلم و ستم سے چھیننے نہ پائیں ۔ ھوا و ھوس انسان کی تباھی و بربادی کا باعث ھوتی ھے اس سے ھمیشہ دور رھنا چاھئے ۔

" لوگ دھلے دھلائے ، صاف ستھرے کپڑے پہن کر بیرونی آرایش تو کر لیتے ھیں ، مگر اس ظاھری شستہ و شو سے کیا حاصل ؟ ۔ حقیقی شست و شو تو بس یہی ھے کہ حرص دنیا سے ھاتھ دھو بیٹھیں ۔

"جو شخص اپنی برائیوں پر نظر رکھتا ہے اس کی نظر دوسروں کی برائیوں پر کبھی نہیں پڑتی۔

"مال و جاہ کے برتے پر کبھی مغرور نہیں ہونا چاہئے۔ زمانہ ہر وقت گھات میں لگا ہوا ہے۔ جیسے ہی اسے کوئی موقع ملا اس نے گردن میں رسی ڈال ہی دی۔ بلکہ دولت علم حاصل کرنی چاہیے کیونکہ علم انسان کو اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لاتا ، برے بھلے کی تمیز پیدا کرتا ، عزت و مرتبہ بڑھاتا اور فلاح دارین کا موجب ہوتا ہے۔ علم کے ساتھ اخلاق کی درستی بھی ہونی چاہئے۔ ایک بدخلق عالم کی مثال ایک ایسے بھل کی جیسی ہے جس کے پیٹ میں عنبر بھرا ہے۔

"میں نے یہاں فضول بکواس نہیں کی ہے۔ ان باتوں پر ذرا غور کرو تو ہر بات میں حقیقت نظر آئیگی۔ اگر دین و دنیا کی بھلائی چاہتے ہو تو ان پر عمل کرو اور دوسروں تک پہنچاؤ"۔

مندرجۂ ذیل شعر اب بھی عام طور پر مشہور ہے مگر شاید ہی کسی کو اس کا علم ہوگا کہ یہ نصیحت آمیز شعر اوحدی ہی کا ہے :—

خاکساران جہان را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

عارفانہ رنگ

اوحدی کا میلان طبیعت خاص طور پر عرفان کی طرف ہے۔ ان کی اکثر غزلیں عارفانہ رنگ کی اور بہت بلند پایہ ہیں۔ روانی اور بندش کی چستی نے ان کے کلام میں ایک عجیب لطف پیدا کردیا ہے۔ ذیل کی غزل اس رنگ کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ سماع کی مجلس میں اگر گائی جائے تو اہل وجد و حال میں ایک ہنگامہ برپا کردے :—

غزل

صفات قلندر نشان بر نگیرد　　صفات تجرد بیان بر نگیرد
عدم خانۂ نیستی راست گنجے　　کہ حملش وجود جہان بر نگیرد

گشاد از دل تنگ درویش یابد — خدنگی که همچش کمان بر نگیرد
به بالاے من بر کشیدند دلقے — که پهناے هفت آسمان بر زدگیرد
دل میں طلب تنگ تن پر نتابد — تن راهرو بار جان بر نگیرد
مگر یاد دنیا که اندیشهٔ ما — همایست کین استخوان بر نگیرد
به ما گوهرے داد دست عنایت — که اندازهٔ بحر و کان بر نگیرد
از سرمایه بسیار گردان که دل را — چو سرمایه پر شد زیان بر نگیرد

زبان در کش اے اوحدی زین حکایت
که ناگه سرت با زبان بر نگیرد

ذیل میں ایک اور غزل درج کی جاتی ہے جس میں انہوں نے ایک عارف کامل کی صفات پر روشنی ڈالی ہے:—

غزل

عارف چو بحر باید لب خشک رخ کشاده
بر جاے خود چو بحرے جوشان و ایستاده

از خاک در گذشته افلاک در نوشته
یکبار روح گشته تن را طلاق داده

چون عاشقان جانی در حال زندگانی
هفتاد بار مرده هشتاد بار زاده

هر کثرتے که دیده در سلک خود کشیده
از جملگان بریده در وحدت ایستاده

چون لوح ساده کرده دل را ز جمله نقشے
پس نام او نوشته بر روے لوح ساده

خود را شمرده با او چون صفر در عددها
او را بدیده در خود چون مے به جام باده

دائم به سان پسته خندان و دل شکسته
ز اسپ وجود جسته، چون اوحدی پیاده

ایک غزل میں اوحدی نے عاشق حقیقی کے دل کی حالت بتائی ہے جو حسب ذیل ہے :—

غزل

دلے می باید اندر عشق جان را وقف غم کردہ
میان عالمے خود را بہ رسوائی علم کردہ

جفائے دلبرے ہر روز کارش برہم آشفتہ
بلائے گارخے ہر لحظہ خارش در قدم کردہ

گرفتہ شادیے در جان ز معشوق غم آوردہ
نہادہ منتے بر دل ز دلدار ستم کردہ

نہاد رخت سوز او علفہا بر تلف بستہ
وجود نقد ابناز او گزرہا از عدم کردہ

طلاق نیک و بد دادہ دعائے جان و تن گفتہ
قفائے سیم و زر دیدہ بہ ترک خال و عم کردہ

میان بیشۂ ہستی بہ تیغ نامرادیہا
درخت ہر مرادے را کہ میدانی قلم کردہ

بہ آسان اوحدی ہردم میان خاک و خون غم
فغان و نالۂ خود را عدیل زیر و بم کردہ

اوحدی نے کسی غزل میں وحدت الوجود کا اور کسی میں خدا کی بےہمتائی کا نغمہ گایا ہے - کہیں اپنے کسی مکاشفے کی کیفیات بیان کی ہیں ' اور کہیں عرفان کے بعض نازک مسئلوں پر روشنی ڈالی ہے - مثال کے طور پر ذیل میں چند چیدہ غزلوں کے مطالع درج کئے جاتے ہیں - یہ غزلیں ایک خاص کیفیت رکھتی ہیں :—

(غزل ۴۲۶)

اے روشن از رخ تو زمین و زمان ہمہ
تاریک بے تو چشم ہمین و ہمان ہمہ

(غزل ۴۲۴)

اے شہر شگرفان را غیر از تو امیرے نہ
بے یاد تو در عالم ذہنے و ضمیرے نہ

(غزل ۲۹۳)

دی رہ میخانہ باز یافتہ بودم
کار طرب را بہ ساز یافتہ بودم

(غزل ۸۹)

اے کون و مکاں از تو اندر چہ مکانی خود
مثل تو نمی یابم آخر بہ چہ مانی خود

عاشقانہ رنگ اور شاعرانہ لطافت

اوحدی کی بعض بعض غزلوں میں غضب کی شوخی و لطافت ہے۔ یہ غزلیں ممکن ہے کہ ان کے ایام شباب کی ہوں۔ گذشتہ زمانے میں ان کی ایک غزل عام طور پر بہت مقبول تھی۔ شعرا کا ہر وہ تذکرہ جس میں ان کا بھی ذکر ہے، نمونے کے طور پر اس غزل کو ضرور پیش کرتا ہے۔ واقعی اس میں کچھ ایسی لطافت ہے کہ ہر کوئی ان کے کلام سے اسی کے انتخاب کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ ذیل میں اس غزل کے چند شعر درج کئے جتے ہیں :—

(غزل ۱۴۱)

عرق چو از رخت اے سرو دلستاں بچکد
ز خاک لالہ بر آید ز لالہ جاں بچکد

از آں حدیث لبت بر زباں نمی‌رانم
کہ نازک است و مبادا کہ از زباں بچکد

ز شرم روے تو در باغ وقت گل چیدن
گل آب گردد و از دست باغباں بچکد

ذیل کا شعر ایک خاص لطافت و نزاکت رکھتا ہے :—

اگر پیادہ روی سرو گلشن جانی
وگر سوار شوی شمع خانۂ زینی

ذیل کے دو شعر عاشقانہ انداز میں خاص کیفیت رکھتے ہیں :—

بر بام آ تا خلق را در تیرہ شب روشن شود
ماہے ز طرف آسماں ماہے ز طرف بام تو

یک بوسہ در دہ زاں دہن واں گہ بریزاں خون من
تا در دمے حاصل شود ہم کام من ہم کام تو

ذیل کا شعر بھی ان کے عاشقانہ رنگ کا ایک عمدہ نمونہ ہے ;—

ما را اگرچہ صد سخن تلخ گفتۂ
با یاد گفتہہائے تو در شہد و شکریم

اس پر بے اختیار حافظ کا یہ شعر یاد آتا ہے:—

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می‌زیبد لب لعل شکرخا را

بعض وقت اوحدی اپنے معشوق سے بڑی پرلطف باتیں کرتے ہیں ۔
نمونہ کے طور پر ذیل میں چند شعر درج کئے جاتے ہیں ;—

گمان مبر کہ ز مہر تو دست وا دارم
کہ گر چو خاک زمینم کنی ہوا دارم

دلم شکستی و مہرت رہا نکرد کہ من
بہ خردہہائے چنان با تو ماجرا دارم

از آشنا دل مردم درست گردد و من
شکست دل ہمہ از یار آشنا دارم

آخری شعر میں سعدی کے اس شعر کی سی لطافت ہے :—

من از بیگانگاں ہرگز ننالم
کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد

وحشی کی عاشقانہ گفتگو گو اپنی لطافت و نزاکت کے اعتبار سے ذیل کے دو شعروں میں قابل داد ہے :—

دہنت دیدم و تنگ شکرم یاد آمد
سخنے گفتی و از یاد برفت آں سخنم

از دہان تو چو خواہم کہ حدیثے گویم
پارہ گردد سخن از نازکی اندر دہنم

ایک جگہ معشوق کی نشیلی آنکھوں کی یوں تصویر کھینچی ہے :—

چشمان ناتوان تو از بس خمار و خواب
گوئی کہ از شکار رسیدند و خستہ اند

ایک جگہ زمزمۂ عشق کے غیرمرئی اثرات کو یوں واضح کیا ہے :—

درخت غنچہ کند، غنچہ پیرہن بدرد
بہ وقت صبح چو مرغان برآورند خروش

ایک مسئلہ پر خاص عاشقانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے :—

جز درطریق عشق ندیدم کہ ہیچ وقت
مقتول با ارادت قاتل یکے شود

اس بات کو ذیل کے شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے کہ ترک تعلق اور گوشہ نشینی اختیار کرنے پر بھی دنیا میں اطمینان و آرام میسر نہیں آتا :—

کشیدم پاے در دامن مگر مجموع خواہم شد
کنوں خود را ہمی بینم کہ مجموعِ پریشانم

(غزل میں نئے اسلوب)

اوحدی نے نئے نئے انداز میں کئی مسلسل غزلیں لکھی ہیں - ذیل میں ایک مطلع درج کیا جاتا ہے۔ اس غزل میں شروع سے آخر تک سلسلۂ گفت و گو کہیں ٹوٹنے نہیں پاتا ، اور مقطع کے بعد پھر اسی مطلع سے مطلب مل جاتا ہے ؛—

(غزل ۳۷۲)

چون دیدم تا بدید آن خسرو خوبان که من
عاشقم وز من بپوشانید رخ چندان که من

ایک غزل میں شروع سے آخر تک یوسف علیہ السلام کے قصے پر تبصرہ کیا ہے۔ مضمون مسلسل ہے - باوجود غزل ہونے کے مثنوی کی سی روانی و لطافت ہے - مثنوی مولانا روم کی بحر اختیار کی ہے - اس غزل کا مطلع حسب ذیل ہے :—

(غزل ۱۰۱)

یوسف ما را به چاه انداختند
گرگ او را در گناه انداختند

غزل میں یہ انداز اوحدی کی خاص جدّت ہے۔ انھوں نے اس قسم کی مختلف اختراعات سے غزل کا میدان بہت وسیع کر دیا تھا - لیکن افسوس ہے کہ بعد میں کسی نے ان اسالیب پر توجہ نہ کی - ایک اور غزل میں اوحدی اپنے دل سے باتیں کرتے ہوئے اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ معشوق کے نام کس انداز کا خط لکھنا چاہئے - پھر خط کے مضمون پر تفصیلی نظر ڈال کر ایک خاکہ تیار کرتے ہیں شروع سے آخر تک مضمون مسلسل ہے - ذیل میں اس غزل کا صرف مطلع درج کیا جاتا ہے :—

(غزل ۱۴۴)

حدیث آرزومندی قلم دشوار بنویسد
ز بهر آن که اندک باشد او بسیار بنویسد

ایک اور مسلسل غزل میں "نَے" کی صفات بیان کی ہیں - اس کا مطلع یہ ہے:—

(غزل ۱۰۰)

نے بین کہ چوں بہ درد فغانے همی‌کند
هر دم ز عشق نالہ بہ شانے همی‌کند

ایک اور مسلسل غزل میں اوحدی اپنے معشوق کے پاس صبا کے ہاتھ پیام بھیجتے ہیں - اور عاشقانہ انداز میں پیام سے متعلق صبا کو ضروری ہدایتیں بھی دیتے ہیں - غزل کا مطلع یہ ہے:—

(غزل ۳۹۲)

اے صبا حال من بدو برسان
نہ چناں سرسری نکو برسان

اوحدی کی بہت سی غزلیں مسلسل اور ہر غزل ایک نئے مضمون کی حامل ہے - ذیل میں ایک غزل کا مطلع درج کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے انسان کے روحانی تنزل کا نقشہ کھینچا ہے:—

(غزل ۳۵۰)

من کہ باشم در زبان افتادۂ
از هوا اندر هوان افتادۂ

اور پھر ایک دوسری غزل میں روحانی ترقی کے لئے یوں صلائے عام دی ہے:—

(غزل ۴۴۰)

خیز و کار رفتنت را ساز دہ
همرهان خویش را آواز دہ

غرض اوحدی کے کلام کی اور بہت سی خصوصیات ہیں - یہاں صرف انہی چیزوں پر نظر ڈالی گئی ہے جو زیادہ نمایاں اور اہم تھیں - دیوان کے مطالعے سے اور بہت سی خوبیاں واضح ہوسکتی ہیں فقط -

سیّد یوشع

———:o:———

یا فتّاح

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

(قصائد)

(۱)

این چرخ گرد گرد کواکب نگار چیست
وین اختر ستیزہ گر کینہ دار چیست

ہاں اے حکیم ہرچہ بپرسم ترا بگوے
تا منکشف شود کہ در این پود و تار چیست

پروردگار و نفس بباید شناختن
این نفس خود چہ باشد و پروردگار چیست

زین سوے لامکان و ازان سوے ہفت چرخ
پیوند آں دو واسطۂ کامگار چیست

این طول و عرض چند و زمان و مکاں کدام
این خط و نقطہ چون و محیط و مدار چیست

این چار عنصر و سہ موالید و شش جہت
این پنج روزن و دو در و یک سوار چیست

این جان روشن و تن تاریک را چہ حال
وین خاک ساکن و فلک بےقرار چیست

این وصلت و مفارقت و جوہر و عرض
این بہمن و تموز و خزان و بہار چیست

این قلب و این لسان و سکوت و کلام چہ
این طبع و این مزاج و جبال و بحار چیست

در یک مگس مجاورت نوش و زہر چون
در یک مکاں مناسبت گنج و مار چیست

اصل فرشته از چه و نسل پری ز که
وین آدمی بدین صفت و اعتبار چیست

در پاے دار این فلک بیگناه‌کُش
چندین هزار پیکر ناپایدار چیست

آوردنش به عالم و بردن به خاک چند
پروردنش به شکّر و کردن شکار چیست

کوس ماول از لمن‌الملک چون پُر است
باز این نزاع و نخوت و این گیر و دار چیست

منزل یکے و راه یکے و روش یکے
چندین هزار تفرقه در هر کنار چیست

اعداد را چو اصل بغیر از یکے نبود
این عقده هاے مختلف اندر شمار چیست
اے نقش‌بند پیکر معنی بگوے تا
زین نقشها ارادت صورت‌نگار چیست

الہام و وحی و کشف و کرامات و معجزه
در جنبش نبی و ولی آشکار چیست

ابلیس و خلد و آدم و حوّا و خوشه چه
ذبح و خلیل و گلشن و نمرود و نار چیست

مصر و عزیز و یوسف و زندان و خواب و چاه
طور و عصا و موسیٰ و عجل و خوار چیست

سیر براق و مسجد اقصیٰ و جبرئیل
طوبیٰ و عرش و سدره و دیدار یار چیست

بوجہل را مخالفت احمد از چه خاست
وان عنکبوت و پرده و صدّیق و غار چیست

این حجّ و عمره و حرم و کعبه و مقام
وین حلق و سعی و وقفه و رمی جمار چیست

رومی‌رخان هفت زمین را چنان طواف
بر گرد آن سرادق زنگی‌شعار چیست

گرویدهٔ مدینهٔ علم رسول را
باب مدینه و اسد و ذوالفقار چیست

مدّ صراط و وضع ترازو و طیّ ارض
هول حساب و قول شفاعت‌گذار چیست

رحمت چو در قیاس فزون آمد از غضب
تشویش عبد و خشم خداوندگار چیست

از جای آمدن تو اگر واقفی به عقل
وز بازگشتن این فزع و زینهار چیست

فرمان که می‌دهد به مکافات نیک و بد
مخلوق را درین بد و نیک اختیار چیست

ای زاهد ار به سرّ عبادت رسیدهٔ
شرط نماز و روزهٔ لیل و نهار چیست

هر حرف را ازین که شمردم حقیقت است
گر راه بردهٔ به حقیقت بیار چیست

بر ما هزار گونه مباهات می‌کنی
ای مدّعی بدان که یکی از هزار چیست

گر جاهلی ز راهرو کاردان بپرس
ور عارفی بیا و بگو کاصل کار چیست

تا کی دویدنت به یسار از یمین چنان
نادیده این قدر که یمین از یسار چیست

ما در حصار این فلک تیزگردشیم
وز حال بیخبر که برون از حصار چیست

اے پادشه اگر نظر لطف می کنی
زاں روے پردہ دور کن ایں انتظار چیست

یا اوحدی ز آتش دوزخ سخن مگوے
در دست ایں شکستہ‌دل خاکسار چیست

باران رحمت تو بہ ہر گوشہ می‌رسد
او ہم بہ کوے تست بر او ہم ببار چیست

(۲)

* بس کہ بعد از تو خزا نے و بہارے باشد
شام و صبح آید و لیلے و نہارے باشد

* دل نگہ دار کہ بر شاہد دنیا ندہی
کیں نہ یارے است کہ او را غم یارے باشد

آں چناں زی کہ چو طوفان اجل موج زند
گرد بر گرد تو از جبر حصارے باشد

تو کہ امروز چو کژدم ہمہ را نیش زنی
مونس گور تو شک نیست کہ مارے باشد

یک دل سوختہ بنواز کہ کاریست عظیم
ورنہ آزار دل خلق چہ کارے باشد

پُر حذر باش ز دود نفس مسکینان
کہ چنیں دود ہم از شعلۂ نارے باشد

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

---

* یہ دو شعر پروفیسر براؤن کی ہسٹری آف پرشین لٹریچر انڈر تارتر ڈومی نینس صفحہ ۲۴۵ سے لیکر شامل کئے گئے ہیں - نسخہ میں یہ موجود نہیں تھے -

آں بروں آید ازاں آتش سوزاں فردا
کہ زرش را ہم از امروز عیارے باشد

کشت ناکردہ چرا دانہ طمع می داری
آب نادادہ زمیں را چہ بہارے باشد

اگر آں گنج گراں می‌طلبی رنجے بر
گل مپندار کہ بے زحمت خارے باشد

بر شکار شکریں است جہاں مردے کو
کہ کمر بندد و در بند شکارے باشد

ما نہ آنیم کہ فردا بہ حسابے باشیم
گر بہ تحقیق حسابے و شمارے باشد

بر اسیراں سر کوچہ ببخشند مگر
آں کساں را کہ دراں خانہ یسارے باشد

اوحدی رخت ز گرداب اجل بیروں بر
کایں نہ بحریست کہ امید کنارے باشد

راہ خود گم نکند در شب تاریک ضلال
ہر کرا ہمچو خرد مشعلہ‌دارے باشد

(۳)

کردم اندیشہ تا کنوں بارے | بر نیامد ز دست من کارے
گر ز قرب و قبول آں حضرت | رتبتے یافت خوب‌کردارے
آں چنانم ز شرم بار گناہ | کہ نظر بر نمی‌کنم بارے
دیدہ بسیار لطف و نا گفتہ | شکر او اندکے ز بسیارے
گنبد ایں مجاہزان زمین | کر گسے چند گرد مردارے
چیست ایں عمر و ایں عمارت دہر | پنج روزے و چار دیوارے
ہیچ مغزے نداشتست آں سر | کہ بود پای‌بند دستارے

عافیت خواهی از جهان بگریز | توشهٔ سهل و گوشهٔ غارے
مکن آزار هیچ نفس طلب | که نیرزد جهان به آزارے
سبب و سرّ آں بباید دید | هر کرا در قدم رود خارے
جام گیتی‌نماے خاطر تست | کو ندارد ز جهان زنگارے
ایں جهان زاں جهان نمودارے است | در تو از هر دو شاں نمودارے
در وجودت نهفته گنجے هست | تو بران گنج خفته چوں مارے
راست پرسی دریں خراب‌آباد | بهتر از عقل نیست معمارے
طاعت و معصیت که می‌بینی | غایتش جنّتے است یا نارے
به حقیقت سعادت آں باشد | کو ندارد دریغ دیدارے
اے که بر آستانهٔ در تست | روے هر سرکشے و جبّارے
اوحدی را به لطف خود بنواز | بگسل از هر غرور و پندارے
چند پرسی که احتیاجے هست | هست و دریوزه می‌کنم آرے
چه شود گر ز جامه‌خانهٔ جود | سوے ما افگنی کلہ وارے
گرچه در کیسهٔ عمل داریم | رندی و فسق کرده طومارے
به چه سنجد گناه صد چوں ما | در ترازوے چوں تو غفّارے

(۲)

سرم خزینهٔ خون است و دل سفینهٔ بیم
ز کردهٔ خود اندیشهٔ عذاب الیم

ز راه دور فتادم که غول بود رفیق
ز عقل بهره ندیدم که دیو بود ندیم

بیتا به خود مرو این ره که در پس و پیشت
گزندهای درشت است و بندهای عظیم

دو نیمه شد دلت اندر میان دین و درم
ببین که از تو چه آمد برین دل به دو نیم

حیات جان عزیزت ز نور ایمان بود
عزیز یوسف خود را چرا فروختت به سیم

چو کار خویش نکردی به هیچ روی راست
ضرورت است که رو راست می روی به جحیم

ز خطّ خواجهٔ خود سر نمی‌توان برداشت
به حکم او بنه ' از بندهٔ ' سر تسلیم

به هر طریق که خواهی نصیحتت کردم
هنوز باز نگشتی ازان ضلال قدیم

منزّهٔ به کسانی که در دل ایشان
به جز مقامهٔ شوق تو نیست هیچ مقیم

که چون مرا هوس و آز من شکنجه کنند
دلم ز پنجهٔ شهوت شکستی و تو سلیم

مرا به خویشتن و عقل خویش باز مهل
که عاجز است و ز درمان درد خویش سقیم

ز علم خویشتنم نکتهٔ در آموزان
خلاف علم خلافی که یافتم تعلیم

ببخش اگر گنهی کرده ام که نیست عجب
گنه ز بندهٔ نادان و مغفرت ز حکیم

پس از گناه چنان بنده عذرهای قدیم
به پای مردی لطف تو می‌کند تقدیم

اگر به دوزخم از راه خُلّت اندازی
تفاوتی نکند کار تست و ابراهیم

تو خود عظیمی اگر گویم ار نه لیکن من
به نام پاک تو خود را همی کنم تعظیم

نه سیم خواهم و نه زر وے چو خاک شوم
ز لطف خویش به خاکم همی فرست نسیم

دراں زماں که به احوال خستگاں نگری
به اوحدی نظرے بر کن اے عزیز کریم

(۵)

هرگز به جاں فرا نرسی جز فروتنی — خواهی که او شوی تو جدا گرد ازیں منی
زنهار قصد کندن بیخ کسے مکن — زیراکه بیخ خویشتن است آنکه می‌کنی

نیکی کن اے پسر تو که نیکی به روزگار — سوے تو باز گردد اگر در چه افگنی
دل در جهاں مبند که بے جرعهاے زهر — کس شربتے نمی خورد از دست اُو منی
امروز کار کن که جوانی و زورمند — فردا کجا تواں که شوی پیر و منحنی
تا کے من و جمال من و ملک و مال من — چندیں هزار من که شد از قطرهٔ منی
سر برفراشتی که به زور تهمتنم — اے زیردست آں چه شود ایں تهمتنی
مشکل برآید از تو بسر خیر ازاں‌که تو — چوں مادر زمانه ز نیکی سترونی

ز تندگفتن تو چه فرق است تا بعذیش — از بهر آں که تیز تر از فرق سوزنی

جز با دل شکسته سر کار زار نیست — خود را نگاه دارکه بر قلب می‌زنی
کردی کلاه کژ که کمر بستهٔ ز سیم — اے سنگ دل چه سیم که در بند آهنی
چوں نیک بنگری همه بند وجود تست — چوں کرم پیله بر تن خود ازچه می‌تنی
اگر مرهم تو بر دل مردم به منّت است — بردار مرهمت که نمک می بر آگنی

(۹)

تا برزنی به کیسهٔ بازاریان یکی — روز دراز بر سر بازار و برزنی

از بهر لقمهٔ که نهندت به کام در — دیدم که زخم خوارتر از قعر هاونی

دانی حساب گندم خود جو به جو ولی — الحمد را درست ندانی ز کودنی

نادان بجز حکایت دنیا نمی‌کند — ناچار خود حکایت دنیا کند دنی

ای اوحدی غنی بجز او نیست درجهان — درویش باش تا غم کارت خورد غنی

(٦)

عمر گذشت ای دل شکسته چه داری — چارهٔ کاری نمی‌کنی به چه کاری

روز بیهوده صرف کردهٔ اکنون — گریه بیهوده چیست در شب تاری

آنچه ز عمر تو فوت گشت به روزی — رو که به عمری قضای آن نگذاری

بس که خجالت بری به روز قیامت — گر ورق کرده‌های خود بشماری

آب و زمینی چنین و قوت بازو — عذر چه گوئی که هیچ تخم نکاری

چارهٔ پیری کن این نفس که جوانی — بار به منزل بر این زمان که سواری

ای که گذر نمی کنی به گور عزیزان — بر سر گور تو بگذرند به خواری

بس که برین پاره کوه و دشت که بینی — ابر زمستان گذشت و باد بهاری

حجرهٔ دل را سیاه کرده ز ظلمت — خانهٔ گل را چه می‌کنی که نگاری

این همه جهل است اگر نه کوه همی کرد — عهدهٔ بار امانتی که تو داری

زان همه کالا قیمتی به قناعت — یک دوسه بار خویش جهد کن که بیاری

نقد خود اینجا تمام کن که بسوزی — بر سر آن آتش از تمام عیاری

هرچه مرا عقل گفت با تو بگفتم — تا تو ز من بشنوی و در عمل آری

گفتهٔ من فرق کن ز گفتهٔ دیگر — لعل بدخشی شناس و مشک تتاری

چون ز اقوال نیک نیست زبانم — گرچه ز اقوال خوب فردم و عاری

مستغفرم من که هیچ کار نکردم   جز ورق خود سیه به شیفته کاری
از همه آنجا که بار راه کشایند   اهل بضاعت جز آب دیده چه باری
کار سعادت به زور نیست مگر تو   در کنف مسکنت گریزی و زاری
یاری ازاں در طلب که هر که بیفتاد   از در او یافت زورمندی و یاری
آں که ترا یک نفس فرو نگذارد   جهل بود گر ز خاطرش بگذاری

(ے)

میان کار فروبند و کار راه بساز
که کار سخت مخوف است و راه نیک دراز

ز جنبش تو سبق بردنی نیاید لیک
بکوش تا ز رفیقان خود نمانی باز

چو حلقه بر در ایں آستانه سر می‌زن
مگر که بار دهندت درون پردهٔ راز
به دست کوته ازاں شاخ بر نشاید چید
قدم بلند نه و دست همت اندر باز

ز حق چو دور شوی باطلت نماید رخ
ز باطلت چه گشاید دمے به حق پرداز

چه روزها بر معشوقه در نماز شدی
که قامت تو شبے خم نشد ز بهر نماز

ز مفلست چه خبر گر برهنه شد چوں سیر
که هشت تو به سر هم فروکنی چو پیاز

نه آں کسی که اگر پتک بر سرت کوبند
قراضهٔ بدر اندازی از دهان چو گاز

چو سایه برسر ایں خاکداں چه می‌گذری
بکوش و سایهٔ همت بر آسماں انداز

هزار بار بگفتم که باز گرد از ظلم
و گر ملول نگردی ز من بگویم باز

برای خود سپره راست کن ز عدل و بترس
ز سهم آتش این سینه‌های تیرانداز

تو اسپ عمر چو مال کرده تیز بدان
که مال در ده و گیر است و عمر در تگ و تاز

زمانه چون ز فرازت به شیب خواهد برد
دویده گیر بسی سال در نشیب و فراز

نگاه کن که ز پیش تو چند کس رفتند
که یک نشانه ازاں رفتگاں نیامد باز

بکوش تا سخن از روی راستی گوئی
تو خواهی از همداں باش و خواهی از شیراز

به راه بادیه گر فخر می‌کنی رفتن
میان خواجه چه فرق است و اشتران حجاز

تو بر خدای خود آں ناز می‌کنی از جهل
که بر پدر نکند پنجساله چنداں ناز

سر تو کبر نکردی به جاه محمودی
ز پوستین خود ار یادت آمدی چو ایاز

چو اوحدی ز در بندگی مگرداں رخ
که ضائعت نگذارد خدای بنده‌نواز

(۸)

گر آں جهاں طلبی کار ایں جهاں دریاب
به خیره می‌گذرد عمر وا رهاں دریاب

تو غافلی و رفیقاں به کارسازی راه
چه خفته که برون رفت کارواں دریاب

هزار بار ترا بیش گفته ام هر روز
که بین شب دوسه بیدار باش و هاں دریاب

جواں چو پیر شود کار کرده می‌باید
ز پیر کار نیاید تو اے جواں دریاب

زمانه می‌گذرد چوں زمیں مباش و زمن
زمن قبول کن اے خواجه ایں زماں دریاب

ترا شکار دلے گر ز دست برخیزد
سوار شو منشیں سعی کن رواں دریاب

گرت به جاں خطرے می‌رسد تفاوت نیست
قبول خاطر صاحبدلاں به جاں دریاب

ورت نگه‌کند از گوشهٔ شکسته دلے
غلط مشو که فتوحیست رایگاں دریاب

به هیچ کار نیائی چو ناتواں گردی
کنوں که کار به دست است و می تواں دریاب

اقامت تو به دنیا ز بهر آخرت است
چوایں گذشت به غفلت بکوش و آں دریاب

شنیدهٔ که چها یافتند پیش از تو
تونیز اردسی * جهد کن هماں دریاب

به پیشگاه بزرگاں گرت رها نکنند
فقیر باش و زمیں بوس و آستاں دریاب

ز عمر عاریت اے اوحدی بمیر امروز
پس آنگهے برو و عمر جاوداں دریاب

(۹)

چشم صاحبدولتاں بیدار باشد صبحدم
عاشقاں را نالهاے زار باشد صبحدم

آں جماعت را که اندر سینه زیں درد آتش است
کارگاه سوز دل بر کار باشد صبحدم

---

* "وتو نیز ار نه دنی" مناسب معلوم هوتا هے —

صبحدم باید شدن در کوے او کز شاخ وصل
هر گلے کت بشگفد بے خار باشد صبحدم

کوے او بے کثرت ناجنس باشد وقت صبح
راه او بے زحمت اغیار باشد صبحدم

پرده بردارد سعادت وقت صبح از روے این
آں تواند دید کو بیدار باشد صبحدم

مرده دل در خواب نوشین است و دولت در گذار
شادی آں دل که دولت یار باشد صبحدم

طالبان پرتو خورشید روے دوست را
چشم بر در روے در دیوار باشد صبحدم

زنده داران شب امّید را بر درگهش
دیدهها دریاے گوهربار باشد صبحدم

گرچه کم یابی کسے دلخفته صبحدم ولے
حاضری زاں خفتگاں بسیار باشد صبحدم

تیر آه دردمنداں در کمیں‌گاه دعا
از کشاد سینهها طیّار باشد صبحدم

هر شبے می‌گویم این و عقل می‌گوید بلے
پند گیرد خواجه گر هشیار باشد صبحدم

آں که در خوردن رود روز دراز او بسر
خفته بگذارش که بس بیمار باشد صبحدم

در شب شهوت گر از گل بستر و بالیں کنی
آں چنیں بالیں و بستر خار باشد صبحدم

دست با هر کس که داری در میاں همچوں کمر
باز باید کرد کاں زنّار باشد صبحدم

چرخ با صد دیده می‌بیند ترا جایے چنیں
آدمی را خود ز خفتن عار باشد صبحدم

اوحدی گر زاں شب بیچارگیت خوف هست
چارۂ کار تو استغفار باشد صبحدم

(۱۰)

گر بر ایں صورت کہ هستی صرف خواهد شد جوانی
بے سخن ' برباد خواهی داد نقد زندگانی

کے بری رہ سوے معنی چوں تو از کوتاہ چشمی
صورتے را هرکجا بینی درو خیرہ بمانی

راہ دشوار است و منزل دور و دزداں در کمینگہ
گوش کن تا درنبازی مایۂ بازارگانی

واعظت گول است و می دانم کہ از رہ دور گردی
رهبرت غول است و می ترسم کہ در وادی بمانی

ایں رباطے بر دم سیل است و ما در وے مسافر
بر گذار سیلها منزل مساز اے کاروانی

لذت حلواے ایماں کے فرود آید بہ حلقت
چوں ترا درّاعہ شش توئی است پیراهن دوگانی

دیگراں را چوں بہ راہ آری کہ خود گم کردۂ رہ
هرکرا شب خواب میگیرد چہ داند پاسبانی

سالها بوسیدہ اند از صدق خاک آستانها
آنکساں امروز می‌بینم کہ خاک آستانی

مرد را گفت و قدم باید تو خود یکبارہ گفتی
خلق را در سر زباں باید تو خود یکسر زبانی

صوت و حرف از بهر آں آموختی تا قول گوئی
بحر و وزن از بهر آں انگیختی تا شعر خوانی

بی زر اندر خانہ ننشانی شبے کس را و عمرے
هست تا در ملک یزداں می نشینی رایگانی

پهلوانی نیست قلب دوستاں بر هم شکستن
بلکه قلب دشمناں گر بشکنی تو پهلوانی

زیردستان را مهل کز ظالماں اندیشه باشد
گلّه را از گرگ صحرائی نگه دار ار شبانی

مال مار تست و تو روز و شب اندر جمع اوئی
بار بار تست و تو سال و مه اندر بند آنی

زر فریبنده است خواهی مغربی خواهی یمهنی
برق سوزنده است خواهی مشرقی خواهی یمانی

گر ز قهر ایزدت خوف است چوں دست تو باشد
جهد کن تا بر تو شهوت را نباشد قهرمانی

از رفیقاں گفتن و از نیک بختاں کار بستن
هر چه دانستم بگفتم با تو آں دیگر تو دانی

سوختم در آتش فکرت روان خویش عمرے
تا تو می‌گوئی که شعرش همچو آب است از روانی

کردگارا روز عمر خویشتن برباد دادم
گاه احسان است و وقت لطف و روز مهربانی

گر نکوکاراں رخ چوں ارغواں آرند فردا
من نمی‌آرم بغیر از اشکهاے ارغوانی

شورش بسیار کردم زانکه وقت عرض نامه
بر تو آمرزیدن بسیار می‌بردم گمانی

آب دریاے معاصی تا رکابم بود دائم
چوں من از بےهمّتی با دیو کردم همعنانی

گرچه جاں در پاے یاراں کردم از راه مروّت
کس نکرد آهنگ جانم غیر از آں یاران جانی

ناتواں افتاده ایم از اصل خلقت هم تومارا
دست گیری کن به لطف خویشتن چوں می توانی

(۱۰)

گر برانی بندگانیم ار بخوانی پادشاهی
حکم حکم تست وما راضی به هر حکمی که رانی

یارب اندر حال پیری دستگیرم شو به رحمت
کز جوانی کردم این آشفتگی آه از جوانی

ای مسافر چون به شهر و منزل خود باز گردی
به ز پند اوحدی چیزی نباشد ارمغانی

(۱۱)

روزی قرار و قاعدهٔ ما دگر شود
وین باد و بارنامه ز سرها بدر شود

این جان و تن که صحبت دیرینه داشتند
از هم جدا شوند و سخن مختصر شود

جانی که پاک نیست بماند درین مغاک
روحی که پاک بود به افلاک بر شود

این قصرهای خرّم و گلزارهای خوش
در موج خیز حادثه زیر و زبر شود

رمزی است این که گفتم از احوال این جهان
باقی به روزگار ترا خود خبر شود

ای دوست کام دل بنشین و طلب مکن
کاین کار مشکل است و به خون جگر شود

خواهی که دُر ز بحر برآری و طرفه آنکه
یک موی خود ز بحر نخواهی که تر شود

چندان بنه درم که کند دفع دردسر
چندان منه که واسطهٔ درد سر شود

در گوش خواجه دیدم و جز زر نرفت هیچ
ور نیز در شود سخنی هم به زر شود

مسمارها به نان و درم برزدی کنون
خواهی که نیکی تو به عالم سمر شود

ی آنکه ملک خویش به ظالم سپردهٔ
بستاں که ملک در سر بیدادگر شود

امروز چوں به دست تو دادند تیغ فتح
کارے بکن که پیش تو فردا سپر شود

آں حاکم ستیزہ گر زور مند را
گوئی مکن که کار تو از بد بتر شود

از من به پیش قاضی رشوت ستاں بگوے
کایں شرع احمدی است به عدل عمر شود

هاں اے پدر به دادن پند پسر بکوش
تا باز گوید از تو چو او هم پدر شود

فرزند آدم و پدر و مادر آدمی
کس چوں رها کند که پے کار خر شود

یارب ز شرمساری کردار خویشتن
هر لحظه عقل در سرم افسوس خور شود

جز رحمت تو نیست دلم را وسیلۂ
در موقفے که جنّی و انسی حشر شود

آں مایه تخم خیر نکشتم که جان من
چوں وقت حاجت آید ازو بهره ور شود

یاران من به من ننمودند عیب من
راهے به من نماے که عیبم هنر شود

اینجا گر اعتبار من و شاعراں یکیست
ایں قصّه کے به نزد خرد معتبر شود

از کوه خیزد آهن و زر لیک وقت کار
زر تاج شاه گردد و آهن تبر شود

سر بر کمر زنند حسوداں چو دست من
با شاهدان معنوی اندر کمر شود

دہ پایہ پست کردہام آہنگ شعر خود
تا فہم آں مگر بہ دماغ تو در شود

تا این دمم ز مالِ و جاهِ توقّعے
از کس نبود ہیچ و کنوں ہم بسر شود

پیوند دوستی تو دستم نمی دہد
ورنہ ز پاے تا بہ سرم بال و پر شود

بسیار شکوہ دارد ازیں منزل اوحدی
تدبیر آں مگر بہ دعاے سحر شود

(۱۲)

لاف دانش می زنی خود را نمی‌دانی چہ سود
دعوی دل کردۂ چوں غافل از جانی چہ سود

نفس را حلوا و بریانی دہی و دشمن است
دشمنان را دادن حلوا وبریانی چہ سود

گر خدارا بندۂ * بگذار نام خواجگی
پیش او چوں سر نہادی باز پیشانی چہ سود

نام خود سلماں نہادی تا مسلماں گویمت
چوں نمی‌ورزی سلامت نام سلمانی چہ سود

اسپ چوگانی خریدی زین زرّیں ساختی
چوں نخواہی برد گوییے ، اسپ چوگانی چہ سود

رفت گنج ومال وحسرت می‌خوری اکنوں چہ نفع
تیر چوں از شست بیروں شد پشیمانی چہ سود

چوں بہ دیوان قیامت بردنت باید حساب
برسر طومارہا طغراے دیوانی چہ سود

کار خلقے را بہ تدبیر تو باز انداختند
چوں تو ہم تدبیر کارخود نمی دانی چہ سود

---

* مولانا اوحدی کے زمانہ میں خدابندہ بغداد میں چنگیزی خاندان کا بادشاہ تھا جس نے اسلام قبول کیا ۔

عمر و مال اندر سر کار عمارت کردهٔ
این عمارتها چو سر دارد به ویرانی چه سود

چون بخواهی رفت زود از قیصرو قصرت چه فخر
چون نخواهی ماند دیر از خانه و خانی چه سود

می‌کنی درمان درد مردم از دانش ولی
این همه درمان در آن ساعت که درمانی چه سود

نامهٔ عیب کسان ، گیرم که برخوانی چو آب
هیچ حرف از نامهٔ خود برنمی‌خوانی چه سود

چند پی گفتی که دستی نیک دارم در هنر
با چنین دستی چو دست آموز شیطانی چه سود

هر زمان گوئی کزین پس پیش گیرم راستی
این حکایت خود بگوئی چون نبتوانی چه سود

بی غرض کس را نخواهی داد نانی در جهان
کفش مهمان چون نخواهی برد، مهمانی چه سود

از برای سود زر دین در زیان انداختی
چون نمی‌مانی و این زرها همی‌مانی چه سود

اوحدی چون دیوت از انگشت برد انگشتری
زیر دستت بعد ازین ملک سلیمانی چه سود

(۱۳)

زنهارخوارگان را زنهارخوار دار
پیوند و عهد شان همه نا استوار دار

هر زر که سفلهٔ دهد و گل که نا کسی
آن زر چو خاک بفگن و آن گل چو خار دار

فخری که از وسیلت دونی رسد بتو
گر نام نیک داری از این فخر عار دار

وقتی که روزگار تو نیکو شود ز بخت
غافل مباش و روز بد اندر شمار دار

چوں جام دولتت بہ کف دست بر نہند
در کاسۂ نخست نظر بر خمار دار

* بد مہر بختی است سراسیمہ نفس تو
او را کہ با تو گفت چنیں بےمہار دار

آں کو ز راز خویشتنت داشت بر کنار
از رازہائے خویشتنش بر کنار دار

گر در دیار خود نتوانی بہ کام زیست
تن را بہ غربت افگن و دور از دیار دار

از حلقۂ کہ می‌شنوی بوے فتنۂ
زاں حلقہ خویش را بحذر و بر کنار دار

در مرد کم‌سخن بہ حقارت نگہ مکن
درکش ز گفتہ‌اش کہ درختے است بار دار

خصمے کہ واقفت کند از عیب خویشتن
عیبش مگوے ہرگز و او را چو یار دار

جایے کہ در یمین دروغت کشد غرض
دریاب ہر نفس ز یمیں بر یسار دار

از عفّت و طہارت و پاکی و روشنی
دائم وجود خویشتن اندر حصار دار

دنیا چو خانہ ایست ترا بر سر دو راہ
ایں خانہ در تصرّف خود مستعار دار

خوش چشمہ ایست نفس تو در مرغزار تن
ایں چشمہ را ز خاک طمع بےغبار دار
چوں بر خدائے راز تو پنہاں نمی‌شود
بر خلق نیز سیرت خویش آشکار دار
اقبال را بجز در دیں رہگذار نیست
خود را بجاں ملازم ایں رہگذار دار

---

* یہ شعر بھی پروفیسر براؤن کی ہسٹری آف پرشین لٹریچر انڈر تارتر ڈومی نیشن سے لیکر شامل کیا گیا ہے۔

دندان به گنج و مال فرو برده ز حرص
ایمن مباش و چشم به دندان مار دار

این پند اوحدی به تو چون یادگار ماند
تا زنده تو گوش بدین یادگار دار

(۱۳)

نگفتمت که منه دل بر این خراب آباد
که بر کف تو نخواهد شد این خراب آباد

دلت ز دام بلا گرچه می‌رسید ببین
که هم به دانه طمع کرد و هم به دام افتاد

به خانه ساختنت میل بود و می‌گفتم
نگاه دار که بر سیل می‌نهی بنیاد

چنان به خاک چو مستان به دوش برد ندت
که کس به جام غرور زمانه مست مباد

تو می‌روی و جهان از پی تو می‌گویند
که خواجه هیچ ندارد که هیچ نفرستاد

ز مکنت تو هم امروز بهره خواهد خواست
همان کسی که ز بهر تو می‌کند فریاد

شگفت نیست جهان کز تو یادگار بماند
که یادگار فریدون و ایرج است و قباد

هزار بار خرد با تو بیش گفت که دل
ز بخت * این وطن عاریت نباید داد

دریغم آید از آن هوشمند دوراندیش
که بیوفائی دوران بدید و دل بنهاد

هر آن بصیر که سرّ جهان نبیند باز
چه آن بصیر بر من چه کور مادر زاد

---

* ,, بہ جہ ،، مناسب نظر آتا ہے ۔

به مردگان نظر عبرتی کن ای زنده
که معتبر شمرند این دقیقه مردم داد

ز خاکدان فنا هیچ آبروی مجوی
کزین هوس تو به آتش روی و عمر به باد

به حرص در دل خود مهر زر مکن شیرین
که آخر از غم شیرین هلاک شد فرهاد

گشاده کن به کرم دست خود که در گیتی
کلید گنج الهٰی کشایش است و گشاد

به داد و دادهٔ او شاد باش و شور مکن
که هرچه او دهد آن جمله عدل باشد و داد

کنون به کار خود استادگی نمای ارنه
چو مرگ دست برآرد نمی‌توان استاد

سر از قلادهٔ آموختن مپیچ و بدان
که دیگران همه ز آموختن شدند استاد

یقین بدان که تو هم زین جهان بخواهی رفت
اگر به هفت رسد سال عمر گر هفتاد

ضرورتست که بنیادهای نیک نهند
برای نام ابد مردمان نیک‌نهاد

مرا چنین که تو بینی به چند گونه هنر
اگر ز سیم و زرم بهره است عمر تو باد

ازین حدیث روانم بس این که بعد ازمن
کسی بگوید کای اوحدی روانت شاد

(۱۵)

مستان خواب را خبری از وصال نیست
دل مرده را سماع نباشد چو حال نیست

آن کو به یاد دوست تواند نشاط کرد
محتاج دیدن لب و رخسار و خال نیست

وان را که نیست چهرهٔ آن ماه در حضور
در مسجد الحرام نمازش حلال نیست

هر چند سالهاست که راهے همی روی
راهے که سوے او نرود جز ضلال نیست

بر نقش روزگار منه دل که عاقبت
آن نقش را چو بنگری جز خیال نیست

گر در پے تفرّج بستان جنّتی
امروز تخم کار که فردا مجال نیست

آشفتهٔ جمال جمیل بتان شدی
صبرت جمیل باد که آنها جمال نیست

بیدار باش یک دم و آگاه یک نفس
حاجت به ماه و هفته و ایّام و سال نیست

گر بایدت به حضرت ایزد وسیلتے
بهتر ز مصطفٰی و نکوتر ز آل نیست

در مال دل مبند و ز دانش سخن مگوے
کانجا سخن به دانش و حرمت به مال نیست

هستند بر شمال و یمین تو ناظران
لیکن ترا نظر به یمین و شمال نیست

بس غرّهٔ به دانش و دستان خود ولے
گر رستمی ترا گذر از چرخ زال نیست

ملکے که منتقل شود از دیگرے به تو
بر وے مباش غرّه که بے انتقال نیست

این سایه‌ها زوال پذیرند یک به یک
در سایهٔ گریز که آن را زوال نیست

بالے ضرورت است عروج کمال را
وان بال طاعت است و ترا جز وبال نیست

اے اوحدی دلے کہ بہ آں کوچہ راہ یافت
بر دیگرے مبند کہ ما را بہ فال نیست

(۱۶)

مباش بندۂ آں کز غم تو آزاد است
غمش مخور کہ بہ غم خوردن تو دلشاد است

مریز آب دو چشم از برائے او بر خاک
کہ گر بہ آتش سوزندہ درشوی باد است

کجا دل تو نگہ دارد آں کہ از شوخی
ہزار بار دل خود بہ دیگراں داد است

اگرچہ پیش تو گردن نہد بہ شاگردی
مباش بیخبر از حیلتش کہ استاد است

ز نامہا کہ فرستادۂ چہ سود کزو
بر آں خورد کہ برش جامہا فرستاد است

گرت بسان قلم سر ہمی‌نہد بر خط
بہ ہوش باش کہ خاطر ہنوز ننہاد است

میفگن اے پدر از مہر او برادر دل
نہ خود ز مادر دوراں ہمیں پسر زاد است

ببستہ زلف چو مارش میاں بہ کشتن تو
تو در خیال کہ گنجے بہ دست افتاد است

مدہ بہ شاہد دنیا عناں دل زنہار
کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد است

اگر ز دوست ہمیں قدر چہرہ می‌جوئی
زمیں پراز گل و نسرین و سرو و شمشاد است

ز روے خوب وفا جوے کاہل معنی را
دل از تعلّق ایں صوت و صورت آزاد است

جماعتے کہ بدادند داد زیبائی
اگر نہ داد دلے می‌دہند بیداد است

کسی که از غم شیرین‌لبان به کوه دوید
رها کنش که هنوز از کہی نیفتاد است

چه سود دارد اگر آهنین سپر داریم
چو آں که خون دل ما بریخت پولاد است

نمردۂ که دگر عهد می‌کند با ما
مکن حکایت عهدش که سست بنیاد است

نصیحتی که کنم یاد گیر بعد از من
بگوی راست که اینم ز اوحدی یاد است

(۱۷)

چو دیده کرد نظر دل درو فتاد، و چو دل
درو فتاد فرو برت پای مرد به گل

زدل چو دیده به رنج است و من ز هر دو به درد
معشق باد و معاشق مدیده باد و مدل

گر از دو دیده همیں دیده ام که دل خوں شد
به سالها نشوند از دلم دو دیده بحل

چو دیدۂ تو کند میل دانۂ خالی
دلت به دام بلا می‌کشد بکوش و مهل

غرور دیده و دل می‌خوری ز جهل ولی
سبک ز دل متنفّر شوی ز دیده خجل

ترا چو طرّۂ لیلی فروکشد به عقال
به هوش باش که مجنوں دگر نشد عاقل

چو عمر در سر تحصیل ایں عمارت رفت
به جز ندامت و بیحاصلی نشد حاصل

کناره گیر ز معشوقۂ که روز و شبش
تو در کناری و او از تو دور صد منزل

چو دوست در پے دشمن رود تو در پے او
مکوش هرزه که رنجے همی بری باطل

دریں مقام به از راستی نمی بینم
کسے که مهر نورزد تو مهر ازو بگسل

منت خود ایں همه گفتم و لیکن از پے دوست
چناں دوم که پے خواجه بندهٔ مقبل

حدیث عشق بسے گفتهٔ و ندانستی
که من میانهٔ غرقابم و تو در ساحل

گر آرزوست ترا شهر عاشقاں دیدن
بیا و دست ز فتراک اوحدی مگسل

وگر مقیم شدی دست باز دار از من
که یار بر سر راه است و یار در محمل

(۱۸)

قومے که ره به عالم تحقیق می برند
مشکل به ترّهات جهاں سر در آورند

چیزے که هیچ گونه وفایے نمی کند
من در تعجّبم که غم او چرا خورند

ایں جامه ها چه فائده چوں بر کند اجل
و یں پرده ها چه سود چو بر ما همی درند

کمتر ز مار و مور شناس آں گروه را
کز بهر مار و مور تن خود بپرورند

خواهی گذشت بے شک ازیں آستانه تو
واں نیز کز پے تو بیایند بگذرند

دست زمانه بر سر مردم کند بصبر
ایں خاک را که مردمش امروز بر سر اند

(۱۸)

روزے امیر تخت‌نشین را نگہ کنی
کز تخته بر گرفته به تابوت می‌برند

ارباب ظلم را به ستم دست روزگار
از بیخ برکنند که درختان بےبر اند

گرگ اجل یکایک ازین گلہ می برد
وین گلہ را ببین که چه آسوده می‌چرند

اکسیر صدق در دل آنها که کار کرد
اندام شان به خاک نپوشد که چون زرند

اے اوحدی مرو پے مرغان دانه‌چین
گر در هواے عرش ببینی که می پرند

با طالبان دنیاُ دوں دوستی مکن
کز روے عقل دشمن خود را مسخّرند

(۱۹)

اے روزه دار اگر تو یک روزه راز داری
دست و زبان خود را از خلق باز داری

با ساز و برگ بودی سالے سزد کزین پس
یک ماه خویشتن را بے برگ و ساز داری

آخر چه سود کشتن آں را به روز چوں تو
شامش رضا بجوئی صبحش نیاز داری

آں است سرّ روزه کز هر بدی ببندی
گوشے که بر کشودی چشمے که باز داری

در آسمان معنی چوں مهر بر فروزی
گر در به روے صورت یاری که باز داری

از آستان صورت تا بارگاه معنی
بیش از هزار منزل شیب و فراز داری

دل را چو چار گوشه بر باغ و خانه کردی
چوں در حضور بندی سر در نماز داری

خود کے درست خیزی از زیر سکۂ دل
کز بہر یک قراضۂ دندان چو گاز داری

نفسے کہ می تواند با عرشیاں نشستن
حیف آیدم کہ او را در بند آز داری

کوتاہ عمر باشد آں را کہ نیست نامے
گر نام نیک ورزی عمرے دراز داری

بے منتے بر آور کار نیاز مندان
گر زانکہ ہیچ کارے با بےنیاز داری

چوں اوحدی نگردی بے صدق یار غارش
زیراکہ یار بودن صدق است و راز داری

(۲۰)

اگر حقائق معنی بہ گوش جاں شنوی
حدیث بے لب و گفتار بے زباں شنوی

دلت جلا نگرفتست اگر نہ راز سپہر
ز ذرّہ ذرّۂ گیتی زماں زماں شنوی

ز ناقلان زمیں پند گوش کن بارے
چو آں حضرر نداری کز آسماں شنوی

چو پابستۂ ایں قبّہ گشتۂ ناچار
درو ہرآنچہ بگوئی سخن ہماں شنوی

بہ اعتماد تو جز نقل چوں یقینے نیست
گرت ز عقل بگویم بہ صد گماں شنوی

حدیث با تو بہ اندازۂ تو بایدگفت
کہ گر بلند کنم اندکے گراں شنوی

به واعظان نکنی گوش غیر از آں ساعت
که نام جنّت و حلوی به رایگاں شنوی

به بوی سود کنی ترک خانه ورنه تو
سفر کجا کنی ار قصّهٔ زیاں شنوی

حدیث عشق چو خواهی به عارفے بر رس
که آں چناں که فراخور بود چناں شنوی

اگر طریق هدایت روی تو شرط آن است
که هر حدیث که خواهی ز اهل آں شنوی

و گرنه ناں به بهاے کلیچه بایدخورد
چو وصف آں تو هم از صاحب دکاں شنوی

میان برّه و گرگ آں زماں بدانی فرق
که کارنامهٔ ایں گلّه از شباں شنوی

چو غول نام دلیلی برد روا نبود
که ریش بر کنی اے خواجه و رواں شنوی

تو خود به باغ رو و گوش کن که سرد بود
اگر فضیلت بلبل ز باغباں شنوی

کسے که فرق نداند میان قالب و جاں
حدیث قالبی او چرا به جاں شنوی

سخن که از نَفَس ناتواں شود صادر
یقیں بداں تو که البتّه ناتواں شنوی

اگر بود خرد پیر ما جوانی جفت
روا بود سخن پیر کز جواں شنوی

به رهروے رو و گر مشکلیت هست بپرس
که حلّ مشکل خویش از چنیں کساں شنوی

فتوح می‌طلبی قول اوحدی می‌خواں
که ایں غرض که تو داری دراں میاں شنوی

(۲۱)

اے رنج ناکشیدہ کہ میراث می‌خوری
بنگر کہ کیستی تو و مال کہ می‌بری

او جمع کرد و چون کہ نمی‌خورد ازو بماند
دریاب کز تو باز نماند چو بگذری

مردم بہ دستگاہ توانگر نمی‌شود
درویش را چو دست بگیری توانگری

از قوت و خرقہ ہرچہ زیادت بود ترا
با ایزدش معاملہ کن گر مبصری

زر غول مرد باشد و زن غُلّ گردنش
در غُلّ و غول باشی تا با زن و زری

شوہر کشیست اے پسر این دہر بچہ خوار
برگیر ازو تو مہر و مگیرش بہ مادری

فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور
کان نیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری

گر مقبل است گنج سعادت بہ دست اوست
ور مدبر است رنج زیادت چہ می‌بری

اے خواجہ ملک را کہ بہ دست تو دادہ اند
قانون بدمدہ کہ بہ کلّی تو می‌بری

بے عدل ملک دیر نماند نگاہ دار
مال رعیّت از ستم و جور لشکری

گرد ہوا مگرد کہ گردد وبال تو
گر خود بہ بال جعفر طیّار می‌پری

دریاے فتنہ این ہوس و آرزوے تست
در موج او مرو چو ندانی شناوری

این شست و شوے جبّہ و دستار تا بکے
دست از جہان بشوے کہ آن است گازری

هرگز نباشدت به بد دیگران نظر
در فعل خویشتن تو اگر نیک بنگری

سر بر مکش که عاقبت از بهر کشتنت
ناگه رسن دراز کند چرخ چنبری

جای خرد به مرتبه بالای چرخهاست
رو در خرد نشین تو که از چرخ برتری

بوجهل را ز کعبه به دوزخ کشید جهل
پیش خرد نتیجهٔ جهل است کافری

ظلمت خلاف نور بود زان کشید ابر
شمشیر برق در رخ خورشید خاوری

صد جامهٔ سیاه بپوشی چو خُلق نیست
گرد تو کس نگردد اگر گاو عنبری

خوابت نگیرد ار نبود همسر تو زن
زان غسل واجب است که با زن برابری

شاید که از تو دیو گریزان شود بگوی
کز چشم ما برای چه پنهان شود پری

گیرم که بعد ازین ننهی روی در گناه
عذر گناه کرده بگو تا چه آوری

از کارکرد خویش پشیمان شوی یقین
روزی که کردگار کند با تو داوری

گفتار اوحدی نبود بی حقیقتی
قولش قبول کن که به اقبال ره بری

گر طالبی فروغ بگیری ز آفتاب
ور غالبی دریغ نداری ز مشتری

(۲۲)

جهان به دست تو دادند تا ثواب کنی
خطا ز سر بنهی روی در صواب کنی

فلک چو نامه فرستد ز مشکاے بہ جہاں
بہ فکر خویشتن آں نامہ را جواب کنی

شود بہ عہد تو بسیار فتنہ‌ها بیدار
چو عشق بازی و سنگے خوری و خواب کنی

مہل خراب جہاں را بہ دست ظلم کہ زود
تو ہم خراب شوی گر جہاں خراب کنی

چو دَور دولت تست اے امیر ملک بکوش
کہ نام نیک دریں دولت اکتساب کنی

بداں کہ نام شبانی نیاید از تو راست
کہ گلّہ را ہمہ در عہدۂ ذیاب کنی

شود چو قصّۂ رعد و رباب قصّۂ تو
چو دل بہ رعد دہی گوش بر رباب کنی

بہ قتل دشمن دیں گر شتاب نیست ترا
یقیں شناس کہ بر قتل خود شتاب کنی

روا مدار کہ از بہر پہلوے بریان
ہزار سینہ بہ سیخ جفا کباب کنی

قراضہ‌ہاے زر بیوگان مسکیں را
قلادہ‌ها کہ تو در گردن کلاب کنی

میان دوزخ و خُلق تو خود تفاوت چیست
چو خَلق را ہمہ از خُلق خود عذاب کنی

ترا ازاں چہ کہ چوں گل در آتش است کسے
کہ جاے خویشتن از ہر گل و گلاب کنی

نگاہ کن کہ گر اینہا کہ می‌کنی با خلق
کنند با تو زمانے چہ اضطراب کنی

بہ جانب تو نہاں بس خطابہاست ز غیب
ولے تو گوش نداری کہ بر خطاب کنی

چو پیر گشتی ، و پیری رسول رفتن تست
چه اعتماد برین خیمه و طناب کنی

به پیش آب جهان خانه ایست بے بنیاد
درست نیست عمارت که پیش آب کنی

ز سر جوان نتوانی شد ارچه در پیری
ز مشک سوده سر خویش را خضاب کنی

به قول اوحدی ار ذرّهٔ در آری سر
ز روشنی رخ خود را چو آفتاب کنی

(۲۳)

دل‌خسته همی‌باشم زین شهر بهم رفته
خلقے همه سرگردان دل‌مرده و دم‌رفته

یک بنده نمی‌یابم هنجار وفا دیده
یک خواجه نمی‌بینم بر صوب کرم رفته

بر صورت انسانند از سبلت و ریش امّا
چون دیو به رغم هم در لا و نعم رفته

تن صدق کجا ورزد بر حال بخون عاشق
دل راست کجا گردد زان زلف به خم رفته

من در حرم گردون ایمن شده در اردون
هر صید که ممکن شد برمید و حرم رفته

راهے نه ز پیش و پس در شهر چنین بیکس
من خفته و همراهان با طبل و علم رفته

بر لوح جهان نقشے چون نیست به کام من
من نیز نهادم سر بر خطّ قلم رفته

از گفته و کرد من وز محنت و درد من
شد چهرهٔ زرد من در نیل نقم رفته

چون چرخ بسے گشتم من در پے کام دل
وین چرخ به کام من دردا که چه کم رفته

لافم نرسید ار چه این راه به سر رفتم
تا در چه رسد گوئی مرد به قدم رفته

با خلق ز هر جنسے ما را چه وفا بوده
وانگاه ز ناجنساں بر ما چه ستم رفته

بشنو که به راه آیند اینها به حدیث ما
کے رنگ شفا گیرد جان به الم رفته

در سر مکن این سودا ، بسیار که خواهد بود
از کاسهٔ سر سودا وز کیسه درم رفته

آں روز شوی واقف زیں حال که بینی تو
از چاه نژند تن ایں روح دژم رفته

گر چشم دلے داری از ماتم دلبنداں
بس چشم ببینی تو در گریه و نم رفته

در پردهٔ ایں بارے بنگر که بپایانے شد
زن زاده پسر مرده خال آمده عم رفته

خیل و حشم سلطاں دیدی پس ازیں بنگر
زیں مرحله سلطاں را بے خیل و حشم رفته

آں سر نشود هرگز لائق به کلهداری
کو همچو قبا باشد در بند شکم رفته

در بیم بلا بوده یک چند و بصد حسرت
از بوم وجود آخر بر بام عدم رفته

با اوحدی ار شادی می‌بود کجا گشتے
در هر طرفے از وے صد نامهٔ غم رفته

بگذاشت به مسکینی با آنکه تو می‌بینی
ذکرش به عرب ظاهر نامش به عجم رفته

(۲۴)

اے دل تو فی و من بنشین و بگوے راست
تا ز آفرینش تو جہاں آفریں چہ خواست

گر خواب و خورد بود مراد ایں کمال نیست
ور علم و حکمت است غرض کاہلی چرا ست

عقل ایں بود کہ ترک بگویند فعل کژ
ہوش ایں کند کہ پیش بگیرند راہ راست

تو نامۂ خدائی و آں نامہ سر بہ مہر
بر دار مُہر و نامہ ببیں تا درو چہاست

در نامہ روشن است نمودار ہر دو کون
بر خواند ایں نمودہ دلے کاندرو وفاست

ترکیب ماست زبدۂ اجزاے کائنات
مانند زبدۂ کہ بروں آوری ز ماست

آنی کہ ہر دو کون بہ دکّان راستی
نزدیک عقل یک سر مویے ترا بہاست

زیں آفرینش آنچہ تو خواہی ز جزو و کل
در نفس خود بجوے کہ جام جہاں نماست

ایں جام را جلا دہ و خود را درو ببیں
سرے عظیم گفتم اگر خواجہ در سراست

ایں چیزہا کہ داری و دل بستۂ درو
دریاب تا چہ چیز ترا روے در فناست

نفس است و حکمت آں کہ نمیرد بہ وقت مرگ
ویں آلت دگر ہمہ در معرض فناست

ایں گنج و مال و خواستہ کاندوختی بہ عمر
می‌داں کہ یک بہ یک ز تو خواہند باز خواست

گر دانہ خُرد می‌نشود جز بہ آسیا
ما دانہ ایم و گردش ایں گنبد آسیاست

دیگیست چارگانه که سر جوش آن نوئی
این چار طبع را که ز بهر تو ماجراست

گفتی به سعی مایهٔ دنیا فزوں کنم
دنیا فزود لیک ببیں تا ز دیں چه کاست

دنیا و دیں دو پلهٔ میزان قدرت است
این پلّه چوں به خاک شد آن پلّه در هواست

اے صاحب نیاز نمازے که می‌کنی
گو مردمش مبیں اگرت روے در خداست

بیناست آن نظر که ازو مست گشته
جاے چنیں نظر نتواں کرد چپ و راست

خاشاک درگه و خس دریاے جود اوست
هر گوهر نفیس که در گنج پادشاست

از گرگ فتنه زود پریشاں کند رمه
آن را که چوں کلیم شباں تکیه بر عصاست

صوفی شدی صداقت و صدق و صفات کو
صافی شدی کدورت و حقد و حسد چراست

دست از جهاں بشوے و پس آنگاه پیش دار
زیراکه بوسه بر کف دستے چناں رواست

دست کلیم را ید بیضا نهاد نام
کو شسته‌بود دست ز چیزے که ماسواست

گر سالک صراط حقی مستقیم باش
کاں رفت در بهشت که بر خطّ استواست

گفتی که عارفم ز کجا دانم این سخن
عارف کسے بود که بداند که از کجاست

گر آشنا شوی ننهی دل بریں حدیث
بشنو حدیث اوحدی ار جانت آشناست

از ظلمت و ز نور درین تنگنای غم
بس پردۀ حجاب که در پیش چشم ماست
زین پردهها گذر چو نکردی کجا دهند
راهت به پردۀ که درو مهد کبریاست

(۲۵)

در پیرهزن نظر کن و آن چرخ پردهگر
کز چرخ پیرهزن کهی ای چرخ پردهدر
تو پوده پرده میدری از صبح تا به شام
او تازه پرده میتند از شام تا سحر
تو با هزار شمع ببردی ز راه بس
او با یکی چراغ نیاید ز ره بدر
گر روی بیندت ز ستم بشکنیش پشت
ور پشت گیردت رخش از غم کنی چو زر
گفتی که سایه ام بنمودیش از آفتاب
گفتی که دایه ام بربودی ازو پسر
گردیش حلقه پشت و نپیچاند از تو روی
داریش زرد روی و نگرداند از تو سر
صیّاد نیستی چه نهی دام بی وقوف
شیّاد نیستی چه زنی چرخ بی خطر
داری دو قرص ازان دو به ماهی بسر ببر
داری دو پول ازان دو به ماهی جوی بخور
گشتی هزار دور و نگشتی ز ظلم دور
داری هزار چشم و نکردی یکی نظر
پیری و چون جوان رخ خود جلوه میدهی
نشنیدۀ که زشت بود پیر جلوهگر

جز دیده در شگشتی و دانا به تیغ جور
اینها کنند مردم دانای دیده در

پوشیده از تو جامهٔ ماتم دو مردمم
وان نیستی که جامهٔ ماتم کنی بدر

کردی هزار چهره به خون ریز خود نگار
ور نیست باورت که چه کردی فرونگر

زیر و زبر شد از تو جهانی و هیچ کس
راز ترا ز زیر ندانست از زبر

گاو تو دزد درغ حکیمان بی‌نوا
شیر تو در شکار یتیمان بی‌پدر

در هر دقیقه از حرکاتت هزار شور
در هر قرینه از سکناتت هزار شر

داری خبر ز صورت احوال هر کسی
جز حال اوحدی که نداری ازان خبر

گفتم ز بهر دولت ما دوختی کلاه
دیدم که بهر محنت ما بستهٔ کمر

(۲۶)

مردم نشسته فارغ و من در بلای دل
دل دردمند شد ز که جویم دوای دل

از من نشان دل طلبیدند بی‌دلان
من نیز بی دلم چه نوازم نوای دل

رمزی بگویمت ز دل ار بشنوی به جان
بگذر ز جان که زود ببینی لقای دل

دل را ز هر چه هست بپرداز و صاف کن
تا هر چه هست بنگری اندر صفای دل

گر در دل تو جاے کسے هست غیر ازو
فارغ نشین که هیچ نکردی به جاے دل

دل عرش مطلق است و برو استواے حق
زینجا درست کن به قیاس استواے دل

بر کرسی وجود چو لوحے است دل ز نور
بر وے نبشته سرّ خداے خداے دل

گر دل به مذهب تو جز این گوشت پاره نیست
قصّاب کوچه به ز تو داند بهاے دل

دل تخته ایست بسته برو مهد کبریا
این عقل و نطق و جاه همه زنگ و زداے دل

کیخسرو آن کسے است که حال جهان بدید
از نور جام روشن گیتی نماے دل

بیگانه را به خلوت ما درمیاورید
تانشنوند واقعهٔ آشناے دل

چون آفتاب عشق برآید تو بنگری
جانها چو ذرّه رقص کناں در هواے دل

بگذر به شهر عشق که بینی هزار جان
دل دل کنان ز هر سوے و گوئی که واے دل

پیوند تن برید کسے کش بریده اند
بر قدّ جاں به دست محبّت قباے دل

از راه دل گذار نباشد به هیچ روے
سلطان دل است روے که پیچد ز راے دل

سرپوش چشم اگر ز سر جاں بر افگنی
فیض ازل نزول کند در فضاے دل

گر در فنای جسم بکوشی به قدر وسع
من عهد می‌کنم به خلود و بقای دل

نقد تو زیر سکهٔ معنی کجا نهند
چون آهن تو زر نشد از کیمیای دل

چون هیچ دل به دست نیاوردهٔ هنوز
چندین مزن به خوان هوس بر صلای دل

عمری فدای خرمن دل بوده‌ام به جان
ناگشت دامن سخن من بلای دل

گر نشنوی حکایت این دل شگفت نیست
افسرده خود کجا شنود ماجرای دل

عالم پر از خروش صدای دل من است
لیکن ترا بگوش نیاید صدای دل

ناچار حال دل بنماید بهر کسی
چون اوحدی کسی که بود مبتلای دل

(۲۷)

ای صوفی پیر و نارسیده چون پیر شدی جهان ندیده
گفتی که مرید پرورم من آه از سخن نپروریده
تو عام خری و عامیان خر ویشان ز تو خرخری خریده
ببریده ز علم و بهر جایی با یک دو سه جاهل آرمیده
بر راه منافقی و چون خود صد نام نفاق گستریده
که نالهٔ زار ز آتش دل گه گریهٔ بی‌سرشک دیده
پشتت به نماز اگر شود خم آن هم به ریا شود خمیده
گفتی که شراب شوم باشد وان کس که شراب را مزیده
این خود گوئی ولی به خلوت هم دُرد خوری و هم چکیده

(۲۷)

تا کی گوئی فلان چنان گفت　　اخبار ز دیده کن ز دیده

تو راهبری اگر بدانی　　نه راه بری نه ره بریده

از پرده برون نیامدی هیچ　　وانگاه چه پرده‌ها دریده

آن سینه که جای شوق باشد　　او را تو به نان در آگنیده

در خانهٔ مردمان ز شهوت　　هم بهشت و هم دهان چریده

چون خرمگسان بخورده در دم　　هر شهد که صد مگس بریده

خرمای حرام ظالمان را　　در تیره شبی چو مور چیده

پرکنده ز هر تنی قبا لیک　　هم بر تن خویشتن تنیده

خامی تو به شاخ و بر دل ما　　افتاده چو میوهٔ رسیده

تو منصب مهتری گرفته　　ما رندی و عاشقی گزیده

تو صفّهٔ زرق درکشاده　　ما صافی عشق درکشیده

من نوش سخن بر تو برده　　وز نیش تو عقربم گزیده

چون در فتد این عنان بدستت　　در هیچ رکاب نادویده

ای کبر تو خارهای هستی　　در سینهٔ عاشقان خلیده

فردا بینی ترنج بر جای　　وانگاه تو دست خود بریده

تو در پی صید دیگرانی　　وان صید که داشتی رمیده

چون پیش قفص رسی بدانی　　کان مرغ بجاست یا پریده

این حق بشنو ز من که هست این　　حق گفته و اوحدی شنیده

(۲۸)

چرخ گردان روشن از رای من است　　دور گردون کارفرمای من است

گردن و گوشِ عروس نطق را　　زین و زیب از نطق زیبای من است

غُرّهٔ روی معانی تا ابد　　از سواد شعر غَرّای من است

در جهان کار سخن پرداختن | کسوتے بر قدّ بالاے من است
هیچ اگر در سلک معنی گوهرے است | زادۀ طبع سخن زاے من است
تا قیامت هرچه گوید دیگرے | قطره هائے موج دریاے من است
با چنان رونقے که دارد جرم ماه | خوشه‌چین خرمن زاے من است
جنس و نقد گنج مکتوبات غیب | سر بسر تاراج و یغماے من است
گر فرومانم نگردم زیر دست | ور سر افرازم کرا پاے من است
با تکاپوے چنین امروز ز چرخ | در اساس کار فرداے من است
کے زمین را پیش من قدرے بود | کاسمان هم بادپیماے من است
پادشاهان را نیارم در نظر | چون به درویشان تولاے من است
گر چه در عالم ندارم هیچ جاے | هرکجا روے آورم جاے من است
قول من بر دشمنان تلخ است از آنک | مرگ ایشان در سخن هاے من است
اوحدی نیز ار سوادے می کند | صورت نقش سویداے من است
همچو من گر لاف یکتائی زند | زیبدش زیرا که همتاے من است

(۲۹)

دوش از نسیم گل دم عنبر بمن رسید
وز باد بوے زلف سمنبر به من رسید

سرّ دلم چو محرم هفتاد انس شد
آن حال سر به مهر مستّر بمن رسید

نورے که در تصرّف کس مدخلے نداشت
در صورت روان مصوّر به من رسید

دل را به لب رسید ز غم جان و عاقبت
جان در میان نهادم و دلبر به من رسید

از من جدا شد و چو من از من جدا شدم
از دیگران جدا شد و دیگر به من رسید

بر قدم آں قبا که قدر راست کرده بود
قادر نظر فگند و مقدّر به من رسید

از دست ساقیے که ازاں دست کس ندید
جامے پُر از شراب مطهّر به من رسید

نامم رواست گر چو خضر جاوداں بود
زیرا که آرزوے سکندر به من رسید

با من به جنگ بود جهانے و من به لطف
از داوری گذشتم و داور به من رسید

چوں بے سخن خلیفه نسب بودم از قدیم
تخت سخن گرفتم و افسر به من رسید

در قلب‌گاه نطق چو کردم دلاوری
میر سپاه گشتم و لشکر به من رسید

هر کس نصیبهٔ ز تر و خشک روزگار
برداشتند و ایں سخن تر بمن رسید

غوّاص بحر فکر منم ورنه از کجا
چندیں هزار دانهٔ گوهر به من رسید

با ایں پیادگی که تو بینی کم از زنم
گر دست هیچ مرد دلاور به من رسید

ایں نیست جز نتیجهٔ زاری ازانکه من
زورے نیازمودم و بے زر به من رسید

از اوحدی شنو که به چل سال پیش ازو
ایں بخشش از محمّد و حیدر به من رسید

(۳۰)

چمن ز باد خزاں زرد و زار خواهدماند
درخت گل همه بے برگ و بار خواهدماند

دریں دو هفته نثارے ببینی اندر باغ
که آب و سبزه به زیر نثار خواهدماند

نه طبع طفل چمن مستقیم خواهدشد
نه دست شاهد گل در نثار خواهدماند

ازیں قیاس تو در آدمی نگر کو نیز
به دیر و زود دریں گیر و دار خواهدماند

ز هر چه نام وجودے برو کنند اطلاق
مکن قبول که جز کردگار خواهدماند

پسر به درد پدر دردمند خواهدشد
پدر به داغ پسر سوگوار خواهدماند

بدیں صفت ز برائے چه بایدت پرورد
تن عزیز که در خاک خوار خواهدماند

بکوش نیک و ز کردار بد کنارے گیر
که کردهاے خودت در کنار خواهدماند

مکن حکایت آں زرشمار دنیادوست
که در فضیحت روز شمار خواهدماند

اگرچه نیک برآرد به شوخچشمی نام
چو نامه باز کنند شرمسار خواهدماند

چو نوبهار و خزاں بر سر تو آید لیک
نه آں خزاں و نه ایں نوبهار خواهدماند

تو جز تواضع و جز طاعت اختیار مکن
بدستت ار دو سه روز اختیار خواهدماند

به رونق گل این باغ دل منه زنهار
که گل سفر کند از باغ و خار خواهدماند

به بارنامهٔ دنیا مشو فریفته کان
نه دولتیے است که بس پایدار خواهدماند

چو زور داری افتادگان مسکین را
بگیر دست که دستت ز کار خواهدماند

چو اوحدی طلب نام کن دریں گیتی
که نام نیک ز ما یادگار خواهدماند

(۳۱) *

چند زیں ریش و جبّه و دستار — دوست آں دوست گیر و دست بدار

درد دل کن به جنبش و حرکت — قُوت جاں ساز در سکون و قرار

رنگ و بوے خود از میاں بر گیر — تا ترا تنگ در کشد به کنار

تا نگردی شکسته کیے بینی — به درستی جمال آں رخسار

آنچه گویند اگر توانی کرد — هرچه گوئی تو آں کند ناچار

خویشتن او بس ز دیگراں بگذر — چوں مجرّد شوی ز خویش و تبار

چوں ز خود رستهٔ ز خود بر پرس — که خدا کیست اے خداآزار

از تو ایں ما و من که می گوید — با تو ایں نیک وبد که داد قرار

گر کسے دیگر است بازش جوے — ور توئی چیست زحمت اغیار

هست فرقے میاں دیدن و وصل — نیست زرقے مرا در ایں گفتار

وصل و دیدار گر یکے بودے — دیده خونیں شدے ز دیدن خار

ساغرے دادهات مریز و بنوش — دیگرے می‌دهم بگیر و بدار

جز یکے نیست صورت خواجه — کثرت از آیینه ایست و آینه دار

سکّهٔ شاه و نقش سینه یکیست — عدد از درهم است وز دینر

---

* یہ قصیدہ پروفیسر براؤن کی لٹریری هسٹری آف پرشیا سے یہاں دقل کیا گیا هے ـ

از یکی آب نقش می بندد　بر سر گلبن از گل است از خار
از یکی آفتاب گیرد رنگ　خواه نارنج گوے و خواهی نار
نقطه را هزار دائره ایست　گر قدم پیشتر نهد پرکار
همه عالم نشان صورت اوست　باز جوئید یا اولو الابصار
همه تسبیح او همی‌گویند　ریگ در دشت و سنگ بر کهسار

* (۳۲)

سر پیوند ما ندارد یار　چون توان شد ز بخت برخوردار
کار ما با یکے است در همه شهر　وان یکے تن نمی‌دهد در کار
همدمے نیست با کهٔ گریم راز　محرمے نیست تا بنالم زار
در خروشم ز صیت آن معشوق　در سماعم ز صوت آن مزمار

(۱) ترجیع بند

تا به کنوں پردہ‌نشیں بود یار　هیچ دراں پرده نمی‌داد بار
یار من از پرده همی‌کرد زور　دل ز پس پرده همی‌گشت زار
چونکه دل پرده‌نشیں چند گاه　بر درش آویخته شد پرده وار
جز به طلب دیدم و راهے نبود　راه طلب داشتم از پرده‌دار
گفت گر از پردهٔ خود بگذری　زود دراں پرده دهندت بار
در پس ایں پرده شمار یکی است　گرچه شد ایں پرده بروں از شمار
گفتمش اندر پس ایں پرده کیست　گفت توئی پرده ز خود برمدار
پردهٔ من حرمتی من نبود　از من چو برآمد مدد یار
طالب و مطلوب و طلب شد یکے　پردهٔ آں ایں عدد مستعار

* اس قصیدہ کے یہ چار شعر نفحات الانس جامی سے یہاں نقل کئے گئے ہیں -

در پس آن پرده چو ره یافتم — پرده بر انداختم از روی کار
اوحدی این راه چو بی‌پرده دید — با زن و با مرد بگفت آشکار

کانچه دل اندر طلبش می‌شتافت
در پس این پرده نهان بود یافت

عشق فروشی که عیان دیده ام — سینه بجوشی که زیان دیده ام
دل چو ز تنگی به وصالش رسید — بانگ بر آورد که جان دیده ام
گاه رخش را ز درون جهان — گاه ز بیرون جهان دیده ام
آنچه مرا طاقت و اندازه بود — وصل به اندازهٔ آن دیده ام
رخ ننموده است به من ذرّهٔ — کش نه دران ذره نشان دیده ام
با تو چه گویم که چنین و چنان — کش نه چنین و نه چنان دیده ام
تا که شد از دیده روان نقش او — خون دل از دیده روان دیده ام
راست نیاید سخنش در مکان — چونکه برونش ز مکان دیده ام
در چه زمین و چه زمانم مپرس — چون نه زمین و نه زمان دیده ام
من به یقینم که جز او نیست هیچ — تا تو نگوئی به گمان دیده ام
یار مرا دوش نهان رخ نمود — فاش کنم هرچه نهان دیده ام

کانچه دل اندر طلبش می‌شتافت
در پس این پرده نهان بود یافت

پیر شراب خودم از جام داد — زان تپش و درد سر آرام داد
طفل بُدم حنظل و صبرم نمود — کهل شدم شکّر و بادام داد
سایهٔ من گم شد و او بازجست — مایهٔ من کم شد و او وام داد
گرسنه گشتم ز رخم چاشت شد — تشنه نشستم ز لبم جام داد
مور مرا خانهٔ بی‌نم نمود — مرغ مرا دانهٔ بی‌دام داد

دل چو در افتاد بہ جامیم بت   شربت طٰہٰ و الف لام داد
آخر کارم بہ دعا باز خواند   گرچہ بہ اوّل ہمہ دشنام داد
ساختہ ام دید بر آتش بسوخت   سوختہ ام یافت مے خام داد
جسم مرا جای دریں بوم ساخت   جان مرا راہ بریں بام داد
نصرت او دست مرا زور شد   ہمّت او پاے مرا گام داد
خاص شد از حرمت او اوحدی   رفت و ندا در حرم عام داد

کانچہ دل اندر طلبش می شتافت
در پس ایں پردہ نہاں بود یافت

آں بت سرکش کہ نمی داد دست   چونکہ در آمد ز درم نیمہ مست
پاے مرا از در حیرت براند   چشم مرا از سر غیرت ببست
دل بہ فغاں آمد و خونش بریخت   تن بہ میاں آمد و جانش بخست
در سرم انداخت نشاط بلٰی   مے کہ بہ من داد ز جام الست
از دل من شاخ امیدے بُرست   جان من از داغ جدائی بَرَست
گفتمش از وصل خودم مست کن   گفت بمیر از خود و از ہرچہ ہست
گفتمش ار توبہ کند دل ز عشق   گفت کہ آں توبہ بباید شکست
گفتۂ او آفت جاں بود و تن   لیک چناں گفت کہ در دل نشست
دیدہ ز دور آں قد بالا چو دید   نعرہ در انداخت بہ بالا و پست

کانچہ دل اندر طلبش می شتافت
در پس ایں پردہ نہاں بود یافت

تاچہ کسم من کہ بدیں دست تنگ   ساغر مے خواہم و آواز چنگ
چوں مے لعلم بچشانی کنم   بوسہ طلب زاں لب یاقوت رنگ
عمر چو باد است ز روے شتاب   بادہ بہ من دہ کہ ندارم درنگ

تا بر او زین دل زنگار خورد — زنگ زدایم به شرابی چو زنگ
دوش چو می خوردم و خوابم ربود — یار به صلح آمد و بگذاشت جنگ
پردهٔ برانداخت ز روی خیال — دست خوش آن صنم شوخ و شنگ
گفتمش آمد ز غمت دل به جان — گفت گرت جان به لب آید بهنگ
دست در آغوش من آورد خود — آن که همی‌داشت ز من عار و ننگ
اوحدی این راز چو دانست باز — در فلک انداخت غریو و غرنگ

کانچه دل اندر طلبش می شتافت
در پس این پردهٔ نهان بود یافت

نشنود از پردهٔ کس آواز من — تا نکند راست لبش ساز من
من نه به خود گویم ازان است عقل — بیخود و حیران شدهٔ آواز من
تا نبری ظن که به بازیچه بود — دیدهٔ شب تا به سحر باز من
پیش نگوئی سخن از ناز او — گر به تو گویم سخن از ناز من
ای که ز گستاخیِ من غافلی — خیز و ببین بر لب او گاز مِن
چند ز شیراز و ز روم دگر — رَخت به روم آور و شیراز من
واقعهٔ عشق نگوید به تو — جز نفس واقعه پرداز من
گرچه منم آخر این کاروان — نیست پدید آخر و آغاز من
بس دل افسردهٔ سر انداز شد — از دم چون تیغ سرانَداز من
کی به چنان بال رسد اوحدی — مرغ تو در غایت پرواز من
من لب خود کردهٔ ز گفتن به مهر — شهر پر آوازهٔ آواز من

کانچه دل اندر طلبش می شتافت
در پس این پردهٔ نهان بود یافت

عشق برآورد ز جانم خروش — من نتوانم تو توانی نیوش

بر مدد دیگ به سر می رود — او چه کند آتش تیز آست و جوش

امشب ازین گرچه به دوشم برند — گر هم ازان باده دهندم که دوش

در خاطرم تا سخنی آشناست — این که مرا می‌رسد امشب بگوش

می روم از خود چو همی‌آید او — کیست که آمد که برفتم ز هوش

چون به در او رسی ای باد صبح — گر بدهد نامه بیار و بکوش

کو سخن غیر نخواهد شنید — کو بفرستے به رسالت سروش

بر سر بیمار خود ار می‌روی — تا دگرش زنده ببینی بکوش

هوش و تنم رفت مفرمای صبر — مرد به تن صبر کند یا به هوش

مجلس رندان ز طرب گرم شد — دی چو گذشتم به در میفروش

اوحدی از غایت مستی که بود — با همه می‌گفت و نمی‌شد خموش

کانچه دل اندر طلبش می شتافت
در پس این پردهٔ نهان بود یافت

نور رخ دوست چو پیدا شود — عقل که باشد که نه شیدا شود

از رخ خورشید چو در وا کنند — ذرّه چه گوید که نه در وا شود

بر سر آن کوچه که تن خاک اوست — ره نبری گر نه سرت پا شود

از دو جهان هیچ نبینی جز او — گر به رخش چشم تو بینا شود

ما همه اوییم ولے او ز دور — منتظر ماست که بے ما شود

بخت نگر تا ننهد سر به خواب — رخت غمے نیست که یغما شود

حرف بینداز و به حرفت گرایے — تا مگر این اسم مسمّا شود

قطره به دریا چو دگر باز رفت — نام و نشانش همه دریا شود

پرتو آن نور که گفتم یکیست — مختلف از منزل و از جا شود

سرچو بہ ایں چہرہ برآورد دوست   خواست دریں قبّہ کہ غوغا شود
تا ز صدائے سخن اوحدی   بر ہمہ کس روشن و پیدا شود

کانچہ دل اندر طلبش می شتافت
در پس ایں پردہ نہاں بود یافت

نفس ترا شد نفَست گور کَن   زندہ شوی گر بکنی گورِ تن
اے شدہ نومید چنیں ہرکجاست   با من و تو باغ پر از یاسمن
با خبری از لب او بازگوے   بیخبراں را سخے زاں دہن
دُر ہمۂ بادیۂ چیست بس   واں دگر آثار طلال و دمن
گو لب لیلی نرود برملا   مرکب مجنوں چہ کند در علن
اُز پے آں آہوے وحشی ببیں   سر بہم آوردہ ہزاراں رسن
تا کے ازیں جبّہ و دستار و کفش   مرد شو و جامہ رہا کن بہ زن
جسم تو گورے است روان ترا   بر سر ایں گور چہ پوشی کفن
پاے بریں صفّہ نہ و بازداں   زاں جہل صوفی و یک پیرہن
اوحدی ایں تلخ نشستن ز چیست   شور بہ شیریں سخناں در فگن
پنج حَواسَت چو یکےبیں شدند   بر سر شش راہ بگو ایں سخن

کانچہ دل اندر طلبش می شتافت
در پس ایں پردہ نہاں بود یافت

ترجیع بند (۲)

باز غوغاے او علم برداشت   عشق او خنجر ستم برداشت
ہرچہ بے راہ دید غارت کرد   وانچہ بر راہ بود ہم برداشت
دوست احرام آشنائی بست   نام بیگانہ زیں حرم برداشت
خطبہا چوں بہ نام او کردند   جملہ را سکّہ از درم برداشت
آفتاب رخش ظہور گرفت   وز دل من غمام غم برداشت

مطرب عشق را نوا نو شد کایں کہن جامہ جام جم برداشت
اندراں جام چوں خدا را دید از کتاب خودی رقم برداشت
روز صید آں سوار ازیں نخچیر پر بیفگند ایک کم برداشت
دست او چوں بہ حکم دستوری از من و اوحدی قلم برداشت

من و آں دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

نہ خرابات و خیک و کاسہ و مے نہ خرابات و چنگ و بربط و نے
آں خراباتہاے بے رہ و روے پر خراباتیان گمرشدہ پے
ہمہ را دیدہ بر حدیقۂ قدس ہمہ را روے در حظیرۂ حے
گر دراں کوچہ بار یابی تو کے ازاں کوچہ باز گردی کے
بگذر از اختلاف امشب و دی تا بروں آیدت بہار از دے
تا تو باشی و او جدا باشد آسماں از زمین و دور از فے
نقش خود برتراش و او را باش تا شود جملۂ جہاں یک شے
روے آں بت کہ اوحدی دیدہ است نتواں دید جز بہ بینش وے
سالہا شد کہ راہ می‌پویم چوں نخواہد شد ایں بیاباں طے

من و آں دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

جز تو کس در جہاں نمی‌دانم وز تو چیزے نہاں نمی‌دانم
بے نشان تو نیست یک ذرّہ بجز ایں یک نشاں نمی‌دانم
با تو پوشیدہ حالتیست مرا کہ درستش بیاں نمی‌دانم
گرچہ داناست نام من لیکن تا نگوئی بداں نمی‌دانم
ایںؑ توئی یا منم بگو یا کیست شرح آں کن کہ آں نمی‌دانم

آن چنانم به بویت ای گل مست | که گل از بوستان نمی‌دانم
به اشارت حدیث خواهم گفت | که غریبم زبان نمی‌دانم
دوستان جز حدیث او مکنید | که من این داستان نمی‌دانم
اوحدی باز درمیان آمد | کام او زین میان نمی‌دانم
چه پس از عمرها که گردیدم | راه این آستان نمی‌دانم

من و آن دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

مستمع نیست تا بگویم راست | کاندرین گنبد این نوا چه نواست
هرچه گوئی درو چو آن شنوی | پس یکی باشد این یک و دو چراست
تو یکی و یکی دو باشد دو | آن یکی ثان دگر بباید کاست
رشتهٔ گر هزار تو گردد | چون سر رشته یافتی یکتاست
گر ز دریا جدا شود قطره | نه که دریا جدا و قطره جداست
یار با ماست وین سخن ز نهفت | من برون آورم چو موی از ماست
نیست بی زبده شیر اشارت کن | که کدام است شیر و زبده کجاست
آسمان و زمین گرفت این نور | باز بینید کاین چه نشو و نَماست
اوحدی‌وار می‌زنم در دوست | تا چه در می‌زنند ارادت و خواست
ساختم پرده گر نگردد کژ | کردم آهنگ اگر بباید راست

من و آن دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

چیست این دیر پُر ز راهب و قَس | بسته برهم هزار زنگ و جرس
زین طرف نعرهٔ که لا تامن | زان جهت غلغلی که لا تَیْئَسْ
عهد و میثاق کرده گرگ و شبان | یار و انباز گشته دزد و عَسَسْ
چند ازین جست و جوی باطل چند | بس ازین گفتگوی بیهوده بس

حرف زائد منه دریں جدول نقش خارج مزن بریں اطلس

کاندریں جنب نیست جز یک رنگ واندریں خانه نیست جز یک کس

یک حدیث است و صد هزار ورق یک سوار است و صد هزار فرس

عیب ما نیست گر نمی‌بینیم گوهرے درمیان چندیں خس

نیست در کارخانه جز یک کار وان تو داری به غور کار برس

دلم از زهد اوحدی بگرفت گر امانم دهد اجل زیں پس

من و آں دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

مے بیاور که توبه بشکستم یا مده مے که از غمش مستم

مے که من جز به مے نخواهم داد بعد ازیں گر به جاں رسد دستم

در جهاں مے مرا چناں سازد که ندانم که در جهاں هستم

خلوتے داشتم به جُستن او چوں بجُست او مرا بروں جَستم

به یکے کردم از دو عالم روے دیده از دیگراں فرو بستم

در کف پاے آں یکے خاکم بر سر کوے آں یکے مستم

ببریدم دل از تعلّق غیر زاں بریدن به دوست پیوستم

اوحدی دل به رنج بود و چو دل اوحدی شد ز اوحدی رَستم

بعد ازیں چوں به حکم گستاخی در خرابات عشق بنشستم

من و آں دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

سایهٔ نور پاش می بینم نه که خود نور فاش می بینم

گر بگویم که جمله اوست رواست زاں که در جمله جاش می بینم

آفتابے بدیں عظیمی را ذرّهٔ در هواش می بینم

آن که عمری بگشتم از پی او　　با خود اندر سراش می بینم

روز و شب در بلاش می سوزم　　تا نگوئی به لاش می بینم

دون که وقتی بنالم از غم او　　نه که از خود جداش می بینم

بیندشم بی خدا کجا باشد　　چو به نور خداش می بینم

صورت او چو روشن آینه ایست　　که جهان در صفاش می بینم

هر چه از کائنات گیرد رنگ　　جمله در خاک پاش می بینم

اوحدی در قفای ماست دگر　　دو سه روز از قفاش می بینم

من و آن دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

سخنی میرود به من کن گوش　　پیش ازان کز سخن شوم خاموش

جز یکی نیست نقد این عالم　　باز جوی و به عالمش مفروش

گل این باغ را توئی غنچه　　سر این گنج را توئی سرپوش

پرده بردار تا ببینی خوش　　دست با دوست کرده در آغوش

گر کسی میشوی به جز تو کسی　　در جهان نیست بشنو و مخروش

اگر این حال بر تو کشف شود　　برهی از خیال امشب و دوش

باز دانی که من چه میگویم　　گرت افتد گذر به عالم هوش

آن شناسد حدیث این دل مست　　که ازین باده کرده باشد نوش

در دلم آتش است و در چشم آب　　جای آن باشد ار برآرم جوش

اوحدی باز گشت گوشه نشین　　اگرم فتنه نگیرد گوش

من و آن دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

اشک من سرخ و رنگ رویم زرد　　با من آن بیوفا ببین که چه کرد

همچو خون در رگ است و رگ در تن　　آن که آبم ببرد و خونم خورد

عشق آں دوست چوں بر آرد دست | دل ز جاں سر ز پا نداند مرد
همه را کُشت تا نماند غیر | کشته را سوخت تا بماند فرد
می‌کَشد تیغ و نیست پاے گریز | می کُشد زار و نیست جاے نبرد
تا دو چشمم به دوست بینا شد | هجر او وصل گشت و خارش ورد
پیش ابداعیاں چه دیر و چه زود | نزد توحیدیاں چه گرم و چه سرد
ایں همه نقشها که می بینی | آں یکی کارگه داں و نورد
اوحدی گر یکی شود با ما | از حریفاں همی‌بریم ایں نرد
قصّهٔ درد خویشتن گفتم | گر نیاید پدید داروِ درد

من و آں دلبر خراباتی
فی طریق الهوا کما یاتی

غزلیات

(۱)

ای غم عشق تو یار غار ما — جز غمت خود کس نزیبد یار ما

کار ما با غم حوالت کرده‌ٔ — نے به اینها بر نیاید کار ما

در ازل یار دل به مهرت داد و این — تا ابد مهریست بر رخسار ما

ما همان اقرار اوّل می‌کنیم — گر دو گیتی می کنند انکار ما

ساقی از رندان حریفی را بخوان — تا به مے بفروشد این دستار ما

مے بیار و خرقهٔ ما را بکن — تا ببینند مدّعی زنّار ما

علم نیک و بد چو جایے دیگر است — این تفاوت چیست در پندار ما

زاهدان فردا چه گویند از خدای — سهل گیرد کار بر خمّار ما

تا رضاے او نباشد اوحدی
توبه بیکار است و استغفار ما

(۲)

پرده برانداخت ز رخ یار نهان گشتهٔ ما
نوبت اقبال زد بخت جوان گشتهٔ ما

تن همه جان گشت و چو باز به دل کرد نظر
باخته شد در نظرش آن تن جان گشتهٔ ما

گرچه گران‌بار شدیم از غم آن ماه ولے
هر سبک انداخته شد بار گران گشتهٔ ما

دیدهٔ گریان به دلم فاش همی‌گفت خود این
کآتش و دود کشد اینکه روان گشتهٔ ما

پیر خرد گرد جہاں گشت بسے در طلبش
ہر بکف آورد غرض پیر جہاں گشتۂ ما

نَفس بفرسود بسے من بنشستم نَفَسے
تا ہمگی سود نشد سود زیاں گشتۂ ما

ضامن ما در غم او اوحدی سوختہ بود
ایں نفس باو غم برید مرد ضماں گشتۂ ما

(۳)

بہ خرابات گرو شد دل و دستار مرا
طلبم کن ز خرابات و بہ دست آر مرا

بہ فغانند مغاں از من و از زاری من
شاید آں پیر مغاں ہم ندہد بار مرا

ساخت اندر دل من یار خراباتی جاے
ز خرابات بہ جایے مبر اے یار مرا

اندر آمد شب و تا صومعہ زینجا کہ منم
راہ دور است دریں میکدہ بگذار مرا

مستم از عشق وخراب ازمے و بیہوش ازدوست
دستگیری کن و امروز نگہدار مرا

رندیے کاں سبب کمزنی من باشد
بہ ز زہدے کہ شود موجب پندار مرا

جاے من دور کن از حلقۂ ایں مدّعیاں
کہ بر ایشاں نتواں دوخت بہ مسمار مرا

بر دل از عشق تو بےفائدہ پندے دادم
پند بیفائدہ در دل نکند کار مرا

گر ازیں کار زیانم برسد باکے نیست
اوحدی سود ندارد مکن انکار مرا

(۴)

مطرب چو بر سماع تو کردیم گوش را
راهے بزن کہ رہ بزنند عقل و هوش را

ابریشمے بساز و ازیں حلقہ پیش کن
لعل حضور صوفی پشمینہپوش را

جامے بیار ساقی ازاں بادہھاے خام
وز عکس او بسوز من نیمرجوش را

بر لوح دل نقوش پریشاں کشیدہایم
جامے بدہ کہ محو کنیم ایں نقوش را

ما را بہ مے بشوے چناں کز صفاے ما
غیرت بود مشائخ طاعتفروش را

بر ما ملامت دگراں از کدورت است
صافی ملامتے نکند دُردنوش را

با مدّعی بگوے کہ ما را مگوے وعظ
کاگندہایم سمع نصیحتنیوش را

اے باد صبح نیک خراشیدہخاطر ام
لطفے کن و بہ دوست رساں ایں خروش را

گر میکند بہ خلوت ما آں پری گذر
بگذار تا گذار نباشد سروش را

شد نوش ما چو زهر ز هجران او ولے
زهر آں چناں خوریم بیادش کہ نوش را

اے اوحدی بگوے سخن تا بدانَدت
دشمن کہ بےبصر نشناسد خموش را

(۵)

حاشا که جز هوای تو باشد هوس مرا
یا پیش دل گذار کند جز تو کس مرا

در سینه بشکنم نفس خویش را به غم
گر بی غمت ز سینه بر آید نفس مرا

فریاد من ز درد دل و درد دل ز تست
در دم ببین و هم تو به فریادرس مرا

گیرم نمی‌دهی به چو من طوطی شکر
از پیش قند خویش مران چون مگس مرا

زین سان که هست میل دل من به جانبت
روزی تو میل جانب من کن که بس مرا

گفتم که باز پس روم از پیش این بلا
بگرفت سیل عشق تو از پیش و پس مرا

ای اوحدی هوای رخ او مکن دلیر
بنگر که چون گداخته کرد این هوس مرا

(۶)

چون کژ کنی ز شیوه به سر بر کلاه را
زلف و رخ تو طیره کند مشک و ماه را

یزدان هزار عذر بخواهد ز روی تو
فردا که هیچ عذر نباشد گناه را

نشکفت پای ما که بر آمد به سنگ غم
زیرا که احتیاط بکردیم راه را

دارم گواه آں کہ تو کشتی مرا ولے
ترسم کہ نرگست نفریبد گواہ را

روزے چناں بگریم ازیں غم کہ اشک من
زاں خاک آستاں بدماند گیاہ را

بگذار ایں جفاے کہ در شہر می‌کنی
خسرو بہ باغبیں نفرستد سپاہ را

شد سالہا کہ بندۂ تست اوحدی دریغ
کز حال بندگاں خبرے نیست شاہ را

(۷)

مرادم ار چہ نخواہد روا شدن ز شما
بہ فال نیک ندارم جدا شدن ز شما

مگر اجل برہاند مرا ز عشق ارنہ
بہ زندگی نتوانم جدا شدن ز شما

اگر ز خوے شما داشتے خبر دل من
عجب نداشتمے بیوفا شدن ز شما

ازیں صفت کہ بہ بیگانگی ہمی‌کوشید
کرا بود طمع آشنا شدن ز شما

دلم بدیں صفت ار پایمال غصّہ شود
گریختن ز من و در قفا شدن ز شما

غم شما گر ازیں ساں کشد گریبانم
چہ پیرہن کہ نخواہد قبا شدن ز شما

بہ اوحدی طمع پارسا شدن مکنید
کہ بعد ازیں نتواں پارسا شدن ز شما

(۸)

بر قتل چون منے چہ گماری رقیب را
اے در جہاں غریب مسوز این غریب را

دورم ہمی‌کنند ادیبان ز پیش تو
اے حور زادہ عشق بیاموز ادیب را

روے تو گر ز دور ببیند خطیب شہر
دیگر حضور قلب نباشد خطیب را

ترسا گر آں دو زلف چو زنار بنگرد
در حال ہمچو عود بسوزد صلیب را

تا دوست را بہ دنیا و عقبیٰ نمی‌دہیم
زنہار کس چگونہ فروشد حبیب را

از من مدار چشم خموشی کہ وقت گل
مشکل کسے خموش کند عندلیب را

ہمرنگ اوحدی شود اندر جہاں بہ عشق
ہرکس کہ او نگہ کند این رنگ و طیب را

(۹)

اے چراغ چشم طوفاں‌بار ما — بیش ازیں غافل مباش از کار ما
ہر زمانے در بہ روے ما مبند — گرچہ کوتہ دیدۂ دیوار ما
شکر آں کت خواب می‌گیرد بہ شب — رحمتے بر دیدۂ بیدار ما
اے کہ با ہرکس چو گل بشگفتۂ — بیش ازیں نتواں نہادن خار ما
کاشکے آں رخ نبودے در نقاب — تا نکردے مدّعی انکار ما
با چناں ساعد کہ بر بازوے اوست — کس نپیچد پنجۂ عیّار ما
خلق عالم گر شوند اغیار و خصم — نیست غم گر یار باشد یار ما

اوحدی می‌بوس خاک آستاں
کاندراں حضرت نباشد بار ما

(۱۰)

مبارک روز بود امروز یارا | که دیدار تو روزی گشت ما را
من دوزخ دلم یارب که دیدم | به چشم خود بهشت آشکارا
ز یک ناگه چه گنج دولت است این | که در دست اوفتاد این بینوا را
درین حالت که من رویت شدیدم | عنایتهاست بر حالم خدا را
هم آه آتشینم کارگر بود | که شد نرم آں دل چوں سنگ خارا
مرا تشریف یک پرسیدنت به | ز تخت کیقباد و تاج دارا

بکُش زود اوحدی را پس جدا شو
که بے رویت نمی‌خواهد بقا را

(۱۱)

قرارے چوں نداری جانم اینجا | دل خود را چه می‌رنجانم اینجا
سر عاشق کله داری نداند | بنه کفشے که من مهمانم اینجا
مرا گفتی کز آنجا آگہی چیست | چه می‌پرسی که من حیرانم اینجا
نه او پنہاں شد از چشمم که من نیز | ز چشم مدّعی پنہانم اینجا
اگر بتواں حدیثے گوے ازاں روے | که من بے روے او نتوانم اینجا
نگارینے که سر گرداند از من | نگر داند که سرگردانم اینجا
ز زلفش در دماغم هست بویے | چنیں زنده به بوے آنم اینجا
مرا با دوست پیمانے قدیم است | بداں پیوند و آں پیمانم اینجا

به درد اوحدی دلشاد گردم
گر آں لب می کند درمانم اینجا

(۱۲)

از ما به کینه سر مکش اے ناگزیر ما
کآمیزشے است مهر ترا در ضمیر ما

ما قصّۂ کہ بود نمودیم عرضہ داشت
تا خود جواب آں چہ رساند بشیر ما

نے نے بہ پیک و نامہ چہ حاجت کہ حال دل
دانم کہ ناںبشتہ بخواند بشیر ما

از باد صبحدم خبر ما بپرس نیک
کایں نامہ ہا نہ نیک نویسد دبیر ما

اے صوفی ار تو منکر عشقی بہ زہد کوش
ما را ز عشق توبہ نفرمود پیر ما

بس قرنہا سپہر بگردد بدیں روش
تا در زمین عشق بیابد نظیر ما

پستاں خود بہ مہر بپالود و دوستی
روز نخست دایہ کہ میداد شیر ما

در آب و گل ز آدم خاکی نشاں نبود
کاغشتہ شد بہ آب محبّت خمیر ما

دلبر ز آہ و نالۂ ما ہیچ غم نداشت
دانستہ کاں شکار نیفتد بہ تیر ما

زاں دل شکستہ ایم کہ در دست بستہ ایم
کز ما دل شکستہ طلب کرد امیر ما

سہل است دستگیری افتادگان و ایں
وقتے بود کہ دوست شود دستگیر ما

با خار ساختیم کہ گل دیرتر دہد
شاخ بلند دوست بہ دست قصیر ما

از جاں برآمدہ است نباشد شگفت اگر
در دل نشیند ایں سخن دلپذیر ما

اے اوحدی اگر ید بیضا برآوری
مشنو کزاں تنور برآید فطیر ما

(۱۳)

ای سفر کرده دلم بی تو بفرسود بیا
همت از خاک زمین بیشترم سود بیا

سود من جمله ز هجر تو زیان خواهدشد
گر زیان است درین آمدن ار سود بیا

مایهٔ راحت و آرایش دل بودی تو
تا برفتی تو دلم هیچ نیاسود بیا

ز اشتیاق تو در افتاد به جانم آتش
وز فراق تو برآمد ز سرم دود بیا

ریختم در طلبت هرچه دلم داشت مرو
باختم در هوست هرچه مرا بود بیا

گو ز بهر دل دشمن نکنی جامهٔ من
دشمنم بر دل بیچاره ببخشود بیا

زود برگشتی و دیر آمده بودی به کفم
دیر گشت آمدنت دیر مکش زود بیا

کم شود مهر ز دوری دگران را لیکن
کم نشد مهر من از دوری و افزود بیا

گر بپالودن خون دل من داری میل
اوحدی خون دل از دیده بپالود بیا

(۱۴)

درد سری میدهیم باد صبا را | گر برساند به دوست قصّهٔ ما را
بر سر کویش گذر کند به تأنّی | با لب لعلش سخن کند به مدارا
مرهم این ریش کردنی است که عمری | سینه سپر بوده ایم زخم بلا را
دنیا و دین کرده ایم در سر کارش | گردن و سر مینهیم تیغ جفا را

ای بت نامهربان بیا و بیاموز از سخن من حدیث مهر و وفا را
پای چنین سرنبشتها چو نداری دست مزن عاشقان به سروپا را
عیب زبونی نه لائق است اگر از خود دفع نتوانست کرد تیر قضا را

اوحدی از من بدار دست ملامت
من چه کنم کاین ارادت است خدا را

(۱۵)

پیر ریاضت ما عشق تو بود یارا
کز کار هردو گیتی آسوده کرد ما را

پنهان اگرچه داری جز من هزار مونس
من جز تو کس ندارم پنهان و آشکارا

روزی حکایت ما ناگه به گفتن آید
پوشیده چند داریم این درد بی دوا را

تاکی خلی دریں دل هرلحظه خار هجری
مُردم ز جورت آخر مَردم نه سنگ خارا

آخر مرا ببینی در پای خویش مرده
کاوّل ندیده بودم پایان این بلا را

باد صبا ندارد پیش تو راه اگر نه
با نامههای خونین بفرستمی صبا را

چون اوحدی بنالد گوئی که صبر میکن
مشتاقی و صبوری از حد گذشت ما را

(۱۶)

چون نیست یار در غم او هیچ کس مرا
یارب تو دست گیر و به فریاد رس مرا

سیر آمدم ز عیش که بے دوست می‌کنم
بے او چه عیش باشد ازیں عیش بس مرا

از روزگار غایت مطلوب من کسے است
وانگه کسے که نیست جز او هیچ کس مرا

اے ساربان شبے که کنی عزم کوے او
آگاه کن یکے به صداے جرس مرا

یک بوسه دارم از لب شیریں او هوس
وز دل بروں نمی‌رود ایں یک هوس مرا

از عمر خود من آں نفسے شادماں شوم
کز تن به یاد دوست برآید نفس مرا

باریک تن چناں شدم از غم که گر شبے
بیروں روم به شمع نبیند عسس مرا

هر ساعتے به موج بلایے در افگند
سیلاب ایں دو دیدهٔ همچوں ارس مرا

یارے که اصل کار من است ار به من رسد
با اوحدی چه کار بود زیں سپس مرا

(۱۷)

آخر اے ماه پری‌پیکر که چوں جانی مرا
در فراق خویشتن چندیں چه رنجانی مرا

همچو الحمد م فگندی در زبان خاص و عام
لیک خود روزے بحمدالله نمی‌خوانی مرا

اے که در خوبی به مه مانی چه کم گردد ز تو
گر بری نزدیک خود روزے به مهمانی مرا

دست خویش از بهر کشتن بر کسی دیگر منه
می‌کش اندر پای خود چندانکه بتوانی مرا

با رقیبانت نگردم آنچه با من می‌کنند
این زمان سودی نمی‌دارد پشیمانی مرا

زین جهان چیزی نخواهم خواستن جز وصل تو
گر فلک یک روز بنشاند به سلطانی مرا

کس خریدارم نمی‌گردد که دارم داغ تو
زان همی‌آیم برت چندانکه می‌رانی مرا

بر سر کوی تو دشواری کشیدم سالها
دور ازین در چون توان کردن به آسانی مرا

در درون پردهٔ با دشمنان من به کام
وز برون مشغول می‌داری به دربانی مرا

گفتهٔ در کار عشقم اوحدی دانا نبود
چون توانم گفت نی آنم که می‌دانی مرا

(۱۸)

دراز شد سفر یار دور گشتهٔ ما
فغان ازین دل بی او نفور گشتهٔ ما

به آن رسید که طوفان برآیدم به دو چشم
ز سوز سینهٔ همچون تنور گشتهٔ ما

بخواند راوی مستان به صوت داؤدی
ز شوق او سخن چون زبور گشتهٔ ما

کجا شد آن که چو حوری درآمدی هر دم
به خانهٔ چو سرای سرور گشتهٔ ما

چه بودی ار خبر او همی‌رسانیدند
به گوش خاطر از خود نفور گشتهٔ ما

ز حافظان وفا نیست مشفقی که کند
ملامت دل از کار دور گشتهٔ ما

حدیث ما تو بگو اوحدی که مشغول است
به یاد دوست دل بی حضور گشتهٔ ما

(۱۹)

سلامٌ علیک ای نسیم صبا | به لطف از کجا می‌رسی مرحبا
نشانے ز بلقیس اگر کردهٔ | چو مرغ سلیمان گذر بر سبا
نسیمے بیاور ز پیراهنش | که شد پیرهن بر وجودم قبا
اگر یابم از بوے زلفش خبر | نیابد وجودم گزند از وبا
به نزدیک آں دلربا گفتنی است | که مارا گذر کرد سیل از زُبا
ز دردش ببیں ایں سرشک چولعل | روانم بر روے چوں کهربا

همیں حاصل است اوحدی را ز عشق
که خونم هدر کرد و رنجم هبا

(۲۰)

چو آشفته دیدی که شد کار ما | نگشتی دگر گرد بازار ما
میازار ما را که کارے خطاست | دلیری نمودن به آزار ما
به فریاد ما گر چنیں می‌رسی | به گردوں رسد نالهٔ زار ما
دل‌ما ننالیدے از چشم تر | اگر جور کردے به مقدار ما
به خرما نخواهد خریدن کسے | متاعے که بستی تو در بار ما
چه خسپی که شبہاے تاریک خواب | نیامد دریں چشم بیدار ما

مریز اوحدی را نمک بر جگر
که شوریدهٔ او کند کار ما

(۲۱)

امروز چون گذشتی برما عجب عجب
ماه نوی که گشتی پیدا عجب عجب

خوبت رخ است و زیبا بنشین نکو نکو
شاد آمدی و خرم فرما عجب عجب

سخت من و من آسان با تو بیا بیا
خوے تو و تو ساکن با ما عجب عجب

چونت ز دل برآمد جانا که بے رقیب
برمن گذار کردی تنها عجب عجب

دری و دامن من دریاست بے رخت
اے در باز گشته به دریا عجب عجب

آگاه چون نکردی ما را ز آمدن
ناگاه چون فتادی اینجا عجب عجب

زینهاست کاوحدی را بردی دل این چنین
زان دل چگونه آمد اینها عجب عجب

(۲۲)

هر بامداد روے تو دیدن چو آفتاب
ما را رسد که بے تو ندیدیم روے خواب

ما را دلے است گمشده در چین زلف تو
اکنون که حال با تو بگفتیم باز یاب

باریکتر ز موے سوالے است در دلم
شیرین‌تر از لب تو نگوید کسش جواب

رویت ز روشنی چو بهشت است و من ز درد
در وے به حیرتم که بهشت است یا عذاب

چشمم ز آب گریه به جوش است همچو دیگ
عشق آتشے همی‌کند آهسته زیر آب

هر دل که دید آب دو چشمم کباب شد
بر آب دیده که دل کس شود کباب

(۲۱)

جز یک شراب هردو نخوردیم پس چرا
چشم تو مست گشت و دل اوحدی خراب

(۲۳)

بت خورشید رخ من به گذار است امشب
شب روان را رخ او مشعله‌دار است امشب

خاک مشک است و زمین عنبر و دیوار عبیر
باد گلبوے و هوا غالیه‌بار است امشب

دیدهٔ آن که نمی خفت و سعادت می‌جست
گو نگه‌کن که سعادت به گذار است امشب

آن بهشتے که ترا وعده به فردا دادند
همه در حلقهٔ آن زلف چو مار است امشب

گل این باغچه بے خار نباشد فردا
گل بچینید که بے زحمت خار است امشب

عید را قدر نباشد بر شبهاے چنین
روز نوروز خود اندر چه شمار است امشب

تا قبولت نکند یار نیابی اقبال
مقبل آن ست که در صحبت یار است امشب

ماه روییے که ز ما پرده همی‌کرد و حجاب
پرده از روے برانداخت که بار است امشب

دوست حاضر شده ناخوانده و دشمن غائب
اوحدی پرورش روح چه کار است امشب

(۲۴)

پس از مشقت دوشین که داشت گوش امشب
که من به کار رسم زان لب چو نوش امشب

کشیده‌ایم بسے بار چرخ و وقت آمد
کہ چرخ غاشیۂ ما کشد بہ دوش امشب

بیار ساقی ازاں جام راوقے تا من
در افگنم بہ رواق فلک خروش امشب

خیال خواب مبند اے دل امشبے و مخسپ
تو نیز جہد کن اے دیدہ و بکوش امشب

ز خانقاہ دلم سیر شد برائے خدا
مرا مبر ز سر کوے میفروش امشب

شراب حاضر و معشوقہ مست و من عاشق
ز من مدار توقّع ز عقل و ہوش امشب

بہ ترک نام کن اے اوحدی و خرمن نیک
بہ باد بردہ و بنشین و بادہ نوش امشب

(۲۵)

نیست رنگے در آبگینہ و آب
بادہ شاں رنگ می‌دہد دریاب

بادہ نیز اندر اصل خود آبے است
کآفتابش فروغ بخشد و تاب

ز آب بیرنگ شد عنب موجود
وز عنب شیرہ و ز شیرہ شراب

زیں منازل نکردہ آب گذر
ہیچ کس را نکردہ است خراب

باش تا رنگ و روے بر خیزد
کہ ہماں آب صرف بینی آب

ہر یک از بادہ نسبتے دیدند
جملہ بیں کس نشد ز روے صواب

چشم ازو رنگ دید و بینی تو عاقلش سکر دید و غافل خواب
گر ترت چشم دوربین باشد بگرفتیم ازان جمال نقاب

اوحدی هرچه غیر ازو بینی
نیست یک باره جز غرور سراب

(۲٦)

مکن از برم جدائی مرو از کنارم امشب
که نمی‌شکیبد از تو دل بیقرارم امشب

ز طرب نماند باقی که مرا تو همرو ساقی
چو لب تو گشت ساقی نکند خمارم امشب

چه زنی صلاے رفتن چو نماند پاے رفتن
چه کنی هواے رفتن که نمی‌گذارم امشب

به رخم چو برکشادی در وعدها که دادی
نشگفت اگر به شادی نفسے برآرم امشب

چو شدم وصال روزی به توقّفم چه سوزی
چه شود که برفروزی دل سوگوارم امشب

گل بخت شد شگفته چه شوم چو بخت خفته
که تو دادهٔ نهفته بر خویش بارم امشب

اگر از هزار دستم بکشند خوار و مستم
چو یکے همی‌پرستم چه غم از هزارم امشب

دگر آرزو نجویم پے آرزو نپویم
همه از تو شکر گویم که توئی شکارم امشب

دل اوحدی تو داری چو نمی‌دهی به یاری
نکنم به ترک زاری که ز عشق زارم امشب

(۲۷)

یا بپوش آں روے زیبا در نقاب
یا دگر بیروں مرو چوں آفتاب

بند کن زلف جہاں آشوب را
گر نمی‌خواہی جہانے را خراب

رنج من زاں چشم خواب‌آلود تست
چوں کنم کاندر نمی‌آئی ز خواب

زلف را وقتے اگر تابے دہی
آں تو دانی روے خوب از من متاب

من کہ خود می‌میرم از ہجران تو
بر ہلاک من چہ می‌جوئی شتاب

تا نرفتی در نیامد تیرہ شب
تا نیائی بر نیاید ماہتاب

حال ہجران تو من دانم کہ من
سینۂ دارم برآں آتش کباب

عاشقم روزے برآویزم بہ تو
تشنہ ام خود را در اندازم بہ آب

اوحدی کامروز ہجران تو دید
ایزدش فردا نفرماید عذاب

(۲۸)

مہر گسل گشت یار عہد شکن شد حبیب
اہل خطر شد دوا راے خطا زد طبیب

خوارم و مے وصل دوست خوار بود آدمی
زارم و مے روے گل زار بود عندلیب

دیر کشید اے نگار سوختم از انتظار
یا نظرے بے‌ستیز یا گذرے بے رقیب

ما ز تو مہر و وفا خواستہ‌ایم اے صنم
نے چو کسان دگر عاشق بوییم و طیب

(۲۸)

نیست ز خامان عجب عشق زنخدان و لب
طبع چه جوید رطب طفل چه خواهد زبیب

ابروے محراب وش گر سوے مسجد بری
نعره بر آرد امام در غلط افتد خطیب

گر بکشم خویش را در طلب وصل تو
سود ندارد که هست کار بروں از نصیب

چاره به جز صبر نیست کاں رخ چوں آفتاب
دل برباید مگر دیده بدوزد لبیب

دل منه اے اوحدی زاں که به شهر کساں
جور کشد بے سخن عاشق و آنگه غریب

(۲۹)

لاله افیوں در شراب انداختست — نرگس و گل را خراب انداختست
از ریاحیں چرخ در ناف زمیں — نافه‌هاے مشک ناب انداختست
نغمهٔ شیریں مرغان سحر — شور در مستان خواب انداختست
عندلیب از عشق گل در بوستان — نالهٔ رعد و رباب انداختست
شرم بادا لاله را تا ازچه روے — پیش ترک من نقاب انداختست
ترک من تیرے نینداژد خطا — خود چه گفتم که صواب انداختست
سرو مرد قامت او نیست لیک — خر به شوخی در خلاب انداختست

عشق‌بازاں در بهشت اند اوحدی
زهد ما را در عذاب انداختست

(۳۰)

به وقت گل پے معشوق و باده باید رفت
سوار عیش نرانند پیاده باید رفت

چمن به سان بهشتے کشاد روے طرب
درآں بہشت ز روے کشادہ باید رفت

بہشت خوش نبود بے جمال نازک یار
یکی دوزادی آں حورزادہ باید رفت

چو سر بروں نہی از شہر و روے در صحرا
بزرگ زادگی از سر نہادہ باید رفت

در آں زماں کہ بہ عزم طرب شوی بر پا
نشاط بادہ بہ سر در فتادہ باید رفت

ز بادہ پر قدحے چند کردہ نوش و دگر
بہ دست پر قدحے پر ز بادہ باید رفت

ازیں جہاں چو همی‌باید 'وحدی رفتن
بہ کام داد دل خویش دادہ باید رفت

(۳۱)

بہار آمد و باغ بپیرایہ بست
زمیں سبز پوشید و در گل نشست

ز سرما زمیں داغ بر چہرہ داشت
چو سبزی بُرست از سیاهی برَست

ز بوم چمن غنچہ هشیار ماند
نہ چوں نرگس و لالہ مخمور و مست

چو بلبل برآمد بہ دستاں ز شوق
برآید گل اکنوں بہ هفتاد دست

درست گل سرخ اگر شد رواں
دل لالہ چندیں نباید شکست

یکے پنجہ بکشود بر شاخ بید
کہ مرغش درآمد چو ماهی نشست

اگر خردہ آمد از گل پدید — بہ شکرانہ بنہاد برگی کہ ہست
نہادیم سوسن صفت سر در آب — کہ بودیم چوں لالہ دردی پرست

کنوں اوحدی گر بنالد رواست
کہ چوں بلبلش دل بہ خارے بخست

(۳۲)

دل مست و دیدہ مست و تن بے قرار مست — جان زبوں چہ چارہ کند باسہ چار مست
بلغ است کار ما ز ستیز تو اے فلک — مارا شبے بر آں لب شیریں گمار مست
یک شب صبوح کردہ بنالم بر آسمان — با سوز دل ز دست تو اے روز گار مست
اے باد صبح راز دل لالہ عرضہ دار — روزے کہ باشد آں بت سوسن عذار مست
ز درد هجر و رنج خمارش خبر دهم — گر در شوم شبے بہ شبستاں یار مست
سر در سرش کنم ز وفا گر بہ خلوتے — در چنگم اوفتد سر زلف نگار مست
*لب بر نگیرم از لب یار کنارہ گیر — گر گیرمش بہ کام دل اندر کنار مست

(۳۳)

تُرکِ من تَرکِ من خستہ دل زار گرفت
شد دگرگونہ بہ مہر و دگرے یار گرفت

اینکہ در کار بلاے دل ما می‌کوشد
اثر قول حسود است کہ بر کار گرفت

دل من صورت آیینۂ او بود و ز غم
خوں بسے خوردم و آں آینہ زنگار گرفت

نہ عجب خرقۂ پرهیزم اگر پارہ شود
بدَرد بر دل من هر کہ دریں خار گرفت

---

* اس غزل میں خلاف عادت مقطع نہیں آیا ہے۔

گر ز خاک در او میل سفر می‌نکنم
نبود بر من مسکین گرفتار گرفت

بوے ایں دود کہ امسال بہ همسایہ رسید
ز آتشے بود کہ در خرمن ایں بار گرفت

اے صبا از چمن وصل نسیمے برسان
کہ ازیں خانۂ تنگم دل بیمار گرفت

با دل فارغ او زاری من سود نداشت
گرچہ سوز سخنم در در و دیوار گرفت

اوحدی خار گرفت این غم و من می‌گفتم
خوار گردد کہ سخنہاے چنیں خوار گرفت

(۳۳)

اے سرّ تو پیوستہ با جاں ز کہ پرسیمت
پیدا چو نمی‌گردی پنہاں ز کہ پرسیمت

از جملہ بپرسیدم احوال دہان تو
اے جملہ ترا از هم پرساں ز کہ پرسیمت

در چشم نمی‌گنجی وز جاں نشوی بیروں
جسمی تو بدیں خوبی با جاں ز کہ پرسیمت

اے رنج تن ما را راحت ، ز کہ جوییمت
وے درد دل ما را درماں ، ز کہ پرسیمت

گفتی نتواں پرسید احوال من از هر کس
فی‌القصّہ اگر روزے بتواں ز کہ پرسیمت

گفتم کہ بہ آسانی پرسم سخنت نے نے
دشوار حدیث است ایں آساں ز کہ پرسیمت

گوئی کہ سر اندازد پرسیدن سرّ من
ما را چو بترسانی ترساں ز کہ پرسیمت

بر اوحدی از دانش بردیم گماں ، اکنوں
او نیز بروں آمد ناداں ز کہ پرسیمت

(۳۵)

آں کہ دل من ببرد از ہمہ خوباں یکیست
واں کہ مرا می‌کشد در غم خویش آں یکیست

نیست عدو را مجال با مدد آں جمال
آیت دردش پُر است نسخۂ درماں یکیست

عاشق و معشوق و عشق ، عاقل معقول و عقل
عالم و معلوم و علم ، دین و دل و جاں یکیست

آں کہ خلیل تو بود ، نیک حبیب من است
دَور بہ دَور ار چہ گشت در ہمہ دوراں یکیست

گاہ بخود در نگر ، گاہ برم سجدہ بر
ظاہر فرمودہ پُر باطن فرماں یکیست

سایہ جدا می‌کند صورت ہاموں ز کوہ
ورنہ بر آفتاب کوہ و بیاباں یکیست

گر چہ برآمد نقوش چشم بہ خود دار و گوش
سایہ‌نشیناں پُر آنند سایۂ سلطاں یکیست

گشت کلام و نَطَق مختلف اندر فِرَق
ورنہ خدائے بحق در ہمہ ادیاں یکیست

ہم بہ کرامت فزود قدر سلیماں ز دیو
گر نہ کرامت بود دیو و سلیماں یکیست

گر چہ بہ حکم صروف بر ورق ایں حروف
پیش و پس آمد نقط نقطۂ ایماں یکیست

از سخن اوحدی نامہ تفاوت گرفت
چونکہ بہ معنی رسی آخر و عنواں یکیست

۳۶

یارب این مہمان چوں مہ از کجاست
آں سیاہ کیست و ایں شاہ از کجاست

عکس خورشید چناں بالا بلند
بر چنیں دیوار کوتاہ از کجاست

گر نہ مرغِ جاں بہ شاخ دل رسید
غلغلِ انّی اَنَا اللہ از کجاست

دل دریں وادی ز تاریکی بسوخت
سوے آں آتش بگو راہ از کجاست

گر نہ خوں ریزے است ایں فریاد چیست
ور نہ بیدادے است ایں آہ از کجاست

اندریں خرگاہ می‌گویند ہست
خوب روئے راہ خرگاہ از کجاست

اوحدی را پادشاہی بندہ خواند
مفلسے را دیگر ایں جاہ از کجاست

(۳۷)

حسنِ خوباں عزیز چنداں است | کہ رخِ یوسفم بہ زنداں است
باش تا او بہ تخت مصر آید | کہ نخندد لبے کہ خنداں است
بگدازد دل زلیخا را | گرچہ مانند سنگ و سنداں است
گرچہ باشد بہ شہر او راحت | مرو آنجا کہ شہر بنداں است
آں یکے را کہ وصف می‌گویم | گر ببینی ہزار چنداں است
یاد آں زلف و یاد آں رخسار | داروے جان دردمنداں است
طلب او زما کنید کہ او | بعد ازیں ہمنشین زنداں است
مپسند آب روے خویش کہ دوست | دشمن خویش را پسنداں است
از لب دیگرے حدیث مگوے | کاوحدی را لبش بہ دنداں است

۳۸

گرچه صد بارم براندند از برت — بر نمی‌دارم سر از خاک درت

تا ابد منظور جانی زانکه دل — در ازل کرد این نظر بر منظرت

زاهد از سرّ توجّه غافل است — گر نمی‌بیند به محراب اندرت

هر صباحی تازه گردد جان ما — از نسیم طرّهٔ جان پرورت

همچو جان وصل تو ما را درخور است — گرچه جان ما نباشد درخورت

هرچه بود اندر سر کار تو شد — خرد به چیزی در نمی‌آید سرت

بر نگیرد سر ز خطّ امر تو — هر که شد چون اوحدی فرمان برت

(۳۹)

روزگار از رخ تو شمعی ساخت — آتشی در نهاد ما انداخت

ما طلبگار عافیت بودیم — در کمین بود عشق و بیرون تاخت

سوختم در فراق و نیست کسی — که مرا چارهٔ تواند ساخت

مگر او رحمتی کند ورنه — هر کرا او بزد کسی ننواخت

عاشقانش چرا کَشند به دوش — سر که در پای دوست باید باخت

اوحدی آن چنان درو پیوست — که نخواهد به خویشتن پرداخت

سخن او نمی‌توان گفتن — دم نزد هر که این سخن بشناخت

(۴۰)

ز ما بودی جدا بودن روا نیست — یکی گفتی دوئی کردن سزا نیست

وجود خود ز ما خالی مپندار — که نقش از نقشبند خود جدا نیست

سرای ساختی اندر دماغت — که غیر از خواجه چیزی در سرا نیست

بنه تن بر هلاک از خویش بینی — که درد خویش بینی را دوا نیست

چو خود رایان به خود جستی تو ما را — غلط کردی که بی ما ره به ما نیست

مسی گاو از هوای خویش نگذشت   مپر نامش که مرغ این هوا نیست
اگر زان بی‌نشان جوئی نشانی   به جایی بایدت رفتن که جا نیست
درین بستان ز بهر سایهٔ سرو   طلب کن سدرهٔ کش منتها نیست
مبین ای اوحدی غیر از خدا هیچ
که چون واقف شوی غیر از خدا نیست

(۴۱)

مگر بین سجاده حالی نداشت   کزین خلق و کثرت ملالی نداشت
ازین دام نام و ازین چاه جاه   به بالا نیامد چو بالی نداشت
به آخر نداند خداوند لاف   که در سر بجز از خیالی نداشت
چه گوئی که صوفی نخوردست می   که از بیم مردم مجالی نداشت
خوشا وقت آزادهٔ فارغی   که با کس جواب و سوالی نداشت
شکربندهٔ حال دهن‌بستگان   چه داند چو این روزه سالی نداشت
ز درد جدائی چه نالد کسی   که با نازنینی وصالی نداشت
کمالی خود آن کو ز صورت شناخت   بر اهل معنی کمالی نداشت
دلی یافت خطّ نجات از بلا   که بر چهره زین رنگ خالی نداشت
درین ملک سروی نشد پای‌بند
که چون اوحدی ملک و مالی نداشت

(۴۲)

تا قلندر نشوی راه نیابی به نجات
در سیاهی شو اگر می‌طلبی آب حیات

موی بتراش و کفنی ساز تنت را از موت
تا درین عرصه نگردی تو به هر موی مات

بیلک هر دو جهان را یله کن تا چو یلان
نام مردیت بر آید به میان عرصات

کفش و دستار میندار و تهی کن سر و پاے
تا چو ایشان همه تن سر شوی اندر حرکات

این گروه‌اند همه ترک عرض کرده و باز
همچو جوهر شده از نور یقین زنده به ذات

زندگی گر صفت روز و شب ایشان است
زندگان دگران صاف رمیم اند و رفات

نیست جز صدق دلیل ره ایشان به خداے
که کسی را به ازین هست دلیلے فلهات

در جوال اند ز انکار خرے چند ولے
همه عیسی‌نفسند و همه عالی‌درجات

اوحدی رو مددی جوے ز خاک در شان
تا گرفتار نگردی بهوا چون ذرّات

(۴۳)

از جام عشق بین همه باغ و بهار مست
دوران و دهر عاشق و لیل و نهار مست

ناهید در هبوط و قمر در شرف خراب
خورشید در طلوع و فلک در مدار مست

مجنون و عشق خسته و ایّوب و صبر زار
طوفان و نوح بیدل و منصور دار مست

چندین پیاده بنگر و چندین سوار بین
گاهے پیاده بیدل و گاهے سوار مست

معشوقه پردگی و خرد پرده‌دار و باز
هم پردگی ربوده و هم پرده‌دار مست

آخر ز بهر کیست نکوئی بدین صفت
چندین هزار بیدل و چندین هزار مست

هشیار بود تا به کنون وحدی ولی
آمد زمان آن که شود هوشیار مست

(۴۴)

این باغ سراسر همه برباد بران است
جنبیدن این شاخ درختان همه زان است

او را نتوان دید که صورت نپذیرد
هرچند که صورت گر رخسار رزان است

صد رنگ ببینیم درین باغ به سالی
کاین چیست بهار آمد و آن چیست خزان است

هر لحظه برون آید ازین حقّه نباتی
کاندر هوس او شکر انگشتگران است

بس رنگ بر آورد ازین خمّ پر از نیل
این خواجه که سرجملهٔ این رنگ رزان است

آن عقل که بر سر غلط انگشت نهادی
در صنعت این کارگه انگشتگران است

ای اوحدی انگور خود از سایه نگهدار
تا غوره نماند که شب غوره بران است

(۴۵)

گر به دست آوریم دامن دوست
همه او را شویم و خود همه اوست

آن که او را در آب میجوئی
همچو آیینه با تو رو در روست

گر شود کوزه کوزه گر نه شگفت
که بسی کاسه سوده کفّ و سبو ست

تو توئی را خود از میان برگیر
کز توئی رشتهٔ تو تو بر تو ست

همه از یک درخت رست این چوب
که گهی سولجان و گاهی گوشت

های که اسم اشارت است این جا
تا توان مغز برکشی از پوست

انقلابے ضرورت است اینجا الذش را چو واو کردی هو ست

مدتی توبه داشتم اکنون که خرابات عشق در پهلوست

منشیں تشنه اوحدی که ترا
پاے در آب و جاے بر لب جوست

(غزل ۴۶)

آں فروغ لاله یا برگ سمن یا روے تست
آں بهشت عدن یا باغ ارم یا کوے تست

آں کمان چرخ یا قوس‌قزح یا شکال نون
یا مه نو یا هلال وسمه یا ابروے تست

آں بلاے سینه یا آشوب دل یا رنج جان
یا جفاے چرخ یا جور فلک یا خوے تست

آں کمند مهر یا زنجیر غم یا بند عشق
یا طناب شوق یا دام بلا یا موے تست

آں دل من یا ترنج آتشیں یا درج درد
یا سر بدخواه یا جرم فلک یا گوے تست

آں بخور عود یا ریح صبا یا روح گل
یا بخار مشک یا باد ختن یا بوے تست

آں تن ما یا وجود اوحدی یا خاک ره
یا سگ در یا غلام خواجه یا هندوے تست

(۴۷)

اشک ما آبے است ریزاں در هوات خود به چشم اندر نیامد اشک مات

در طواف سعی خواهم کرد ازانک سعیها کرده است گردوں در صفات

خون من ریزی و دل گیری نوا بےنوائی به دلم را از نوات

اے خط سبزت برات خون من کم نویس آں خط که مردیم از برات

دی دوایه می‌نبشتی از قلم حال من نشنید و دل خون شد دوات

ای به‌زلف و خال چون لیلی دُجا در دل و جانم غم لیلی دو جات

نزد ترکان تا ترا قدر ار چه نیست نزد ما ای ترک یکدم باش ملت

دل به لات ار بت‌پرستان می‌دهند بت‌پرستم من که دادم دل به لات

گر نجات از عشق جوئی اوحدی
پیش او ورنه رهت باشد نه جات

(۳۸)

ای مدّعی دلت گر ازین باده مست نیست
در عیب ما مرو که ترا حق به دست نیست

با محتسب بگوی که از قاضیان شهر
رو عذر ما بخواه که آن کو که مست نیست

تا صوفیان به بادهٔ صافی رسیده اند
در خانقاه جز دو سه دُردی پرست نیست

من عاشقم مرا به ملامت خجل مکن
گر عشق تا اجل نرسد باز رست نیست

در عشق او چو ذرّه هوا گیر و شو بلند
کاین ره به‌پای سایه نشینان پست نیست

هرکس که نیست گشت به هستی رسید زود
وان کس که او گمان برد اینجا که هست نیست

یک ذرّه نیست بر دل مجروح اوحدی
کز ضرب تیر عشق برو صد شکست نیست

(۳۹)

باز مخمورم کجا شد ساقی آن ساغر کجا ست
تشنگان عشق راآن آب چون آذر کجا ست

همچو چشم خویش ساقی مست پندارد مرا
ما کجاییم اے مسلمانان و آں کافر کجا ست

آں چناں خواهم دریں مجلس به مستی خویش را
کز خرابی باز نشناسم که راه در کجا ست

خلق می‌گویند زهد و عشق باهم راست نیست
ما به ترک زهد گفتیم ایں حکایت هر کجا ست

اے که گفتی از سر و ساماں بیندیش و منوش
باده، باد است ایں سخن، ساماں چه‌باشدسر کجاست

محتسب بر کار مستاں را فضیحت می‌کند
ما به مستی خود فضیحت گشته ایم آں خر کجاست

ایں مسلّم اوحدی گر باده گفتی شد حرام
آں که روے خوب دیدن شد حرام اندر کجاست

(۵۰)

اے آں که پیشهٔ تو به جز کبر و ناز نیست
چوں قامت تو سرو سهی سرفراز نیست

روشن دل کسے که تو باز آئی از درش
تاریک دیدهٔ که به روے تو باز نیست

راهے که ره به سرّ تو دارد حقیقت است
عشقے که مر ورائے تو خواند مجاز نیست

هر خسته را که کعبهٔ دل خاک کوے تست
گو سعی کن که حاجت راه حجاز نیست

تن در نماز و روے به محرابها چه سود
چوں روے دل به قبله و دل در نماز نیست

عیبم کنند مردم زاهد به عشق لیک
در زاهداں صومعه چندیں نیاز نیست

آں کس که ریزد ایں همه از چشم اشک خون
رازش ز چشم خلق مپوشاں که راز نیست

اے اوحدی مرو ز پے چشم مست او
بنشیں که روز فتنه به از احتراز نیست

گر بخت یار می‌شود از کس مدد مخواه
بر خوان عشق حاجت دست دراز نیست

(۵۱)

پیدا ست حال مردم رند آں چناں که هست
خرّم کسے که فاش کند هر نهاں که هست

میخواره گنج دارد و مردم بر آں که نه
زاهد نداشت چیزے و ما را گماں که هست

مومن ز دیں برآمد و صوفی ز اعتقاد
ترسا محمّدی شد و عاشق هماں که هست

سود جهاں به مردم عاقل بده که من
از بهر عاشقی بکشم هر زیاں که هست

خلقے نشان دوست طلب می‌کنند و باز
از دوست غافل اند به چندیں نشاں که هست

اے محتسب تو دانی و شرع و اساس آن
قانون عشق را بگذار آں چناں که هست

اے آں که یاد من نرود بر زبان تو
از بهر یاد تست مرا ایں زباں که هست

تا مرد را مراد بهشت است از آں جهان
ما را مراد روے تو از هر جهاں که هست

گر گفته‌اند نیست مرا با تو دوستی
مشنو ز بهر من سخن دشمناں که هست

بیچاره آں که خاک کف پاے دوست نیست
اے من غلام خاک کف پاے آں که هست

آشفته را گواه نباید به عاشقی
رنگ رخش ز دور ببین و بداں که هست

گر نام اوحدی سگ تست از درش مران
او را به هر لقب که تو دانی بخواں که هست

(۵۲)

زمانے خاطرم خوش کن به وصل روے گلرنگت
که دلتنگم ز سوداے دهان کوچک تنگت

ازاں چوں مهر زر دائم فروبسته است کار من
که مهر زر همی‌ورزد دل بد مهر چوں سنگت

اگر سالے نمی بینی نشاں هرگز نمی پرسی
کجا پرسی نشاں من که هست از نام من ننگت

به حسن غمزه و قامت جهانے را ببردی دل
فغاں از قامت چالاک و آه از غمزهٔ شنگت

گناه هرکه در عالم بیامرزد ز بهر تو
اگر پیش خداے آرند فردا بر همیں ینگت

مکن پنهاں ز چشم من بیاض روز روے خود
که ما را کرد سودائی سواد زلف شبرنگت

ترا با اوحدی جنگ است و ما را فکر آں در دل
که سر در پایت اندازم اگر باشد سر جنگت

(۵۳)

تا زنده‌ایم یاد لبش بر زبان ماست
ذکرش دواے درد دل ناتوان ماست

گر فتنه می‌شویم بران روے طرفه نیست
زیرا که یار فتنهٔ آخر زمان ماست

گیرم که مهر خود ز دل خود برون برم
آں درد را چه چاره که در مغز جان ماست

مشکل رها کند که بگوییم حال خویش
بندے که از محبّت او بر زبان ماست

از ما مپرس کآتش دل تا چه غایت است
از آب دیده پرس که او ترجمان ماست

ز انصاف حیف نیست که بارے نمی‌دهد
شاخے چنیں شگرف که در بوستان ماست

اے اوحدی ز غیر شکایت چه می‌کنی
ما را شکایت از بت نامهربان ماست

(۵۴)

مرا سربلندی ز سودائے اوست سرے دوست دارم که در پائے اوست
مزاج دلم گرم ازاں می شود که پُر مهر روے دل‌آرائے اوست
مرا زیبد ار لاف شاهی زنم که در سینه گنج تمنّائے اوست
نیابی در اجزائے من ذرّهٔ که آں ذرّه خالی ز سودائے اوست
سرم جائے شوق و تنم جائے شور لبم جائے ذکر و دلم جائے اوست
که نزدیک لیلی خبر می‌برد که مجنون آشفته شیدائے اوست

دل اوحدی کے برآید ز بند
که در بند زلف سمن‌سائے اوست

(۵۵)

اے عید روزه‌داراں ابروے چوں هلالت
وے شام شب‌نشیناں زلف سیاه و خالت

خورشید چرخ خوبی عکس فلک نوردت
ناهید برج شاهی روے قمر مثالت

پشت فلک شکسته مهر قضاقوانت
روے زمیں گرفته عشق قدر مجالت

جان منی وفا کن تا بر خورم ز وصلت
مرغ تو ام رها کن تا می‌پرم به بالت

دردا که در فراقت خرمن بباد دادم
وانگه ندیده یک جو از خرمن وصالت

گفتی مرا که داری میلے به جانب من
میلم بسے است لیکن می‌ترسم از ملالت

کے چوں خیال گشتے از ناخوشی تن او
گر اوحدی بدیدے در خواب خوش خیالت

(۵٦)

بنگرید آں فتنه را کز نو پدیدار آمده است
خلق شہرے از دل و جانش خریدار آمده است

باغ رویش را ز چاه غبغب است امسال آب
زاں سبب سیب زنخدانش به از پار آمده است

نقد هر خوبی که در گنج ملاحت جمع بود
یک به یک در حلقهٔ آں زلف چوں مار آمده است

بارها جان عزیز خویش را در پاے او
پیش‌کش کردیم و اندر چشم او خوار آمده است

بوسهٔ زاں لعل بربودیم و آساں گشت کار
گرچه بر طبع حسوداں نیک دشوار آمده است

گر به کار ما نظر کرد او، چه باشد سالها
خون دل خوردیم تا امروز در کار آمده است

بندهٔ آن زلف سر بر دوش گرد از دوش باز
اوحدی را کز کلاه خسروی عار آمده است

(۵۷)

رفت تمکین مرا عشق به یکبار بسوخت
آتشی در جگر خسته زد و زار بسوخت

بنشستم که نویسم سخن عشق و ز دل
شعلهٔ در قلم افتاد که طومار بسوخت

دل یاران تو بگفتی که بسوزد بر یار
ما خود آن یار ندیدیم که بر یار بسوخت

چاره جز ساختن و سوختنم نیست کنون
کاندکی کرد اگر چارهٔ بسیار بسوخت

گر ببینی تو طبیب دل مجروح مرا
گو گذارے کن ازین گوشه که بیمار بسوخت

گفتم از باغ رخش تازه گلے باز کنم
نور رویش جگرم را بتر از نار بسوخت

سخن سوختن عشق اگر باور نیست
ز اوحدی پرس که بیچاره درین کار بسوخت

(۵۸)

ماه کشمیری رخ من از ستمگاری که هست
می پسندد بر من بیچاره هر خواری که هست

محنت هجران و درد دوری و اندوه عشق
در دل تنگم نمی‌گنجد ز بسیاری که هست

بار دیگر در خریداران شهر انداخت شور
شوق آن شیرین دهان از گرم بازاری که هست

ماهرویا در فراق روے چوں خورشید تو
آهم از دل برنمی‌آید ز بسیاری که هست

بار دیگر هجر با ما دشمنی از سر گرفت
بس نبود این درد و رنج و عشق و سرباری که هست

بے لب جاں‌پرور و روے جہاں‌افروز تو
نیست ما را هیچ عیشے گر تو پنداری که هست

دیگراں را کے خلاصے باشد از دستان تو
کاوحدی را می‌کشی با ایں وفاداری که هست

(۵۹)

دلم ز هر دو جہاں مہر پروریدۂ تست
تنم بہ دست ستم پیرہن دریدۂ تست

ز حسرت دهنت جان من رسید بہ لب
خوشا کسے کہ دهانش بہ لب رسیدۂ تست

گزیدۂ دو جهانے بہ‌سان طالع سعد
غلام طالع آنم کہ برگزیدۂ تست

کجا بہ دیدۂ ما صورت تو بتواں دید
مگر بہ واسطۂ آں کہ دیدہ دیدۂ تست

دلم چو خال تو در خوں چو زلفت اندر تاب
ز بوے آں خط مشکین نو دمیدۂ تست

فغاں ایں دل مجروح تیر خوردۂ من
ز دست غمزۂ ترک کماں کشیدۂ تست

بدیدمت همہ را کردۂ ز بند آزاد
جز اوحدی کہ غلام درم خریدۂ تست

(۶۰)

ماهے کہ لبش بہ جاے جاں است گر ناز کند بہ جاے آں است

از چشم دلم نمی شود دور هرچند ز چشم سر نہاں است

گر هر طلبش هزار باشد غیرت ببرم که بے نشان است
آں کو به یقیں ببیند او را چوں دیک نگه کند گمان است
اے دیده مِن اوّل زمانت دریاب که آخر زمان است
بر یاد تو جامه پاره کردم باز آے که خرقه درمیان است
تخمے که تو کاشتی ثمر داد عہدے که گذاشتی همان است
آں تن که بر تو مُرد دل شد واں دل که غم تو خورد جان است
نتواں ز تو روے در کشیدن بارت بکشیم تا توان است
سرنامۂ عشق خود ز ما پرس کایں عشق نه کار دیگران است
زود از در گوش باز گردد هر قصّه که از سر زبان است
آں را که خطیب سود خوانند در مذهب اوحدی زیان است
چشم سر ما غلط نبیند کش سرمه ز خاک اصفهان است

(۶۱)

نهاں از نهاں کیست دلدار ماست
بروں از جهاں چیست بازار ماست

اگر مقبلے هست در بند اوست
وگر مشکلے هست در کار ماست

بر ما به جز نام آں رخ مگوے
که او قبلۂ چشم بیدار ماست

ندیدی رخش را ز ما هم مپرس
بدیدی چه محتاج گفتار ماست

چو تن‌وار باشی ز دلدار دور
که دوری هم از پیش پندار ماست

در آں مصر اگر شرمساری بریم
ازیں صاع باشد کہ در بار ماست

ز نار غم آں پری شعلۂ
بہ ایں خرقہ در زن کہ زنّار ماست

میان من و او حجاب اوحدی است
چو او رفع شد روز دیدار ماست

(۶۲)

آں ہمہ پروانہ‌ها سوختہ از چپّ و راست
شمع شب ما کہ بود راہ شبستاں کجاست

شحنہ اگر دوست بود ایں ہمہ آشوب چیست
ویں ہمہ بیداد چہ گر مَلِک از شہر ماست

داور اگر می‌کند گوش بہ فریاد ما
زیں ستم و داوری داد نخواہیم خواست

مطرب مجلس بگفت از لب او نکتۂ
ہوش حریفاں ببرد شور ز مستاں بخاست

جملہ بہ یاد رخش خرقہ درانداختند
گرچہ ازاں خرقہ‌ها پیرہن ما قباست

در شب دیجور غم پرتو شمعے چنیں
چوں ہمہ عالم گرفت گر نہ ایں نور خداست

چوں نپسندد جفا نرگس سرمست او
کز قِبَل او ستم از طرف ما رضاست

گفت بہ خاک درم چوں گذری سر بنہ
من نتوانم نہاد سر مگر آں جا کہ پاست

گر قدمے می نہد بر سر بیمار عشق
آں کرم و لطف را عذر چہ دانیم خواست

گرچه مرا نقد و جنس در سر سوداش رفت
جنس ارادت فزود نقد محبّت نکاست

گر ز تو اے اوحدی دوش دلے بردہ اند
در پے آں غم مخور آں کہ ببرد آشناست

(٦٣)

دوش چوں چشم او کماں برداشت　　دلم از درد او فغاں برداشت
حیرت او زبان من در بست　　غیرتش بندم از زباں برداشت
بنشستم بہ ذکر او تا صبح　　صبح چوں ظلمت از جہاں برداشت
مطرب آں نغمۂ سبک بر زد　　ساقی آں ساغر گراں برداشت
مے و مطرب چو درمیاں آمد　　بت من پردہ از میاں برداشت
چوں بدید ایں تن رواں رفتہ　　بنشست و قلم رواں برداشت
از تنم رسم آں کمر بر زد　　وز دلم نسخۂ دہاں برداشت
جان و جاناں چو ہر دو دوست شدند　　تن آشفتہ دل ز جاں برداشت
*از لبش بوسہ برگرفت بہ زر　　ہمہ کامے بہ زر تواں برداشت

(٦٤)

در خرابات عاشقاں کوییست　　وندرو خانۂ پریروییست
طوق‌داران چشم آں ماہ اند　　ہرکجا بستہ طاق ابروییست
بہ نَفَس چوں نسیم جاں بخشد　　ہر کرا از نسیم او بوییست
ورقے باز کردم از سخنش　　زیر ہر توے آں سخن توییست
من ازو دور و او بہ من نزدیک　　پردہ اندرمیاں من و اوییست

---

* اس غزل کا مقطع نسخہ میں نہیں ہے -

سوی او راهبر نداشم شد تا مرا رخ به سایه و سویست

اوحدی با کسی مگوی دگر
نام آن بت که نازکش خوییست

(٦٥)

آن بت وفا نکرد که در دل وفای اوست
وان یار سر کشید که تن خاک پای اوست

گر عاشقی دگر به مثل خاک دوست شد
ما خاک آن سگیم که پیش سرای اوست

سازی ندیده‌ایم و نوایی ازو مگر
ساز غمش که خانهٔ ما پُر نوای اوست

در دیده کس نیامد و دل یاد کس نکرد
تا دل مقام او شد و تا دیده جای اوست

در عشق او چگونه توان داشت زر دریغ
چون سر که می‌کشیم به دوش از برای اوست

ما را بدان مشاهده میلی خطا نرفت
وان کس که این مشاهده کرد از خطای اوست

دل رفته را به تیغ چه ترسانی ای رقیب
دردش پدید کن تو که این خود دوای اوست

بگذار تا چو شمع بسوزد وجود من
زیرا که روشنائی من در فنای اوست

یارب مساز منزل او جز کنار من
کان منزلت نه لائق بند قبای اوست

هر کس هوای خوبی و رای کسی کند
ما را نبود رای وگر هست رای اوست

تا اوحدی محلّ سگ کوی دوست یافت
در هر محلّتی که روی ماجرای اوست

۶۶

پیراهنی ار ز یاسمن و گل کند رواست
این سرو لاله چهره که چون غنچه در قباست

خلقی چو طرف در کمرش بسته اند دل
وین دولت از میانه ببینیم تا کراست

کرد از هوای خویش دلم گرم ذره وار
آن آفتاب روی که بر بام این سراست

بر خاک پای او چه غم است ار هزار پی
آب رخم بریخت که خون منش بهاست

چشمش چه ساحریست که شرطی ز دشمنی
با ما رها نکرد و همان دوستی بجاست

با من دلا دگر سخن آن دهان مگوی
من پُر شنیده ام سخن او دهان کجاست

در جان اوحدی اگر ای ناوکی نشست
چندین فغان و ناله و فریادش از چه جاست

(۶۷)

چید آن نظر تمام که دل نقش او گرفت
از وی نظر بدوز چو دل نقش او گرفت

بیرون رو ای خیال پراگنده از دلم
وز دیگری مگوی که این خانه او گرفت

ای پیر خرقه یک نفس این دلق سینه پوش
بر کَن ز من که آتش غم در رِگو گرفت

جانا تو بر شکست دل ما مگیر عیب
چون سنگ می‌زنی نبود بر سبو گرفت

گوئی که نافهٔ ختنی را گره کشود
باد صبا که از سر زلف تو بو گرفت

سگ باشد ار بہ صحبت سلطاں دهد رضا
آشفتۂ کہ با سگ آں کوچہ خو گرفت

دل را بر اشتیاق تو اے سرو ماہ رخ
خوں رگ بہ رگ فرو شد و غم توبہ تو گرفت

هر زخم بد کہ مست بریں سینہ میزنی
عشق تو راستی دل ما را نکو گرفت

یک شربت آب وصل فروکن بہ حلق دل
کو را دگر نوالۂ غم در گلو گرفت

در صد هزار بند بماند چو موے تو
آں خستہ را کہ دست خیال تو مو گرفت

گوشے بر اوحدی کن و چشمے بر او گمار
کآفاق را بہ عشق تو در گفتگو گرفت

(٦٨)

عشق روے تو نہ در خورد دل خام من است
کاوّل حسن تو و آخر ایّام من است

از تو دارم هوسے در سر شوریدہ ولے
راہ عشقت نہ بہ پاے دل در دام من است

مگرم عقل شکیبی دهد از عشق ار نہ
بس خرابی کند ایں جرعہ کہ در جام من است

من حذر میکنم از عشق ولے فائدہ نیست
حذر از پیش بلاے کہ سر انجام من است

آفت سیل بہ همسایہ رساند روزے
سخت باریدن ایں ابر کہ بر نام من است

روزگار از دل محنت کش من کم مکناد
درد عشق تو کہ قوت سحر و شام من است

تا قباے تو بر اندام تو دیدم ز حسد
خار شد هر سر موے کہ بر اندام من است

نامه سهل است نبشتن به تو لیکن تو ز کبر
هر گز آں نامه نخوانی که درو نام من است

گرد عاشق شدن و عشق نگردد دیگر
اوحدی گر بچشد زهر که در جام من است

(۶۹)

ز پاسبانی همسایه گرد بام و درت
بدان رسید که دزدیده می کنم نظرت

درون خانه چو ره نیست چاره آں دانم
که آستانه پرستی کنم چو خاک درت

هزار بار گر از خدمتم برانی تو
دگر بیایم و خدمت کنم به جان و سرت

تو بستهٔ کمرے بر میاں به کینهٔ من
مرا چو طرف ز مهر تو چشم بر کمرت

نداشت هیچ درخت ایں بر جوان که تراست
ولے چه سود که دستے نمی رسد ثمرت

خبر ز درد دل من به هر کسے برسید
ولے چه سود گر آں کس نمی کند خبرت

گذر کنی تو به هر جانبے و نگذارد
غرور حسن که باشد بر اوحدی گذرت

(۷۰)

چه دستها که ز دست غم تو بر سر نیست
چه دیده ها که ز نادیدنت بخوں تر نیست

هزار جامهٔ پرهیز دوختیم و هنوز
نظر ز روے تو بردوختن میسّر نیست

ز شام تا به سحر غیر ازاں که سجده کنم
بر آستان تو هیچم نماز دیگر نیست

اگر تو روے بپیچی وگر ببندی در
به هیچ روے مرا باز گشت ازیں در نیست

ز چهره پرده برافگن که با رخ تو مرا
به شب چراغ و به روز آفتاب درخور نیست

به هرکه بود بگفتم حدیث خویش تمام
هنوز هیچ کسے را تمام باور نیست

ز دست زلف تو دل باز می‌توان آورد
ولے چه فائده چوں اوحدی دلاور نیست

(۷۱)

ترک گندمگون من هردم به رنگے دیگر است
روے او را هر زماں حسنے و رنگے دیگر است

تنگهاے شکّر مصری بسے دیدیم لیک
شکّر شیریں دهان او ز تنگے دیگر است

بیدلان خسته را زاں زلفهاے چوں رسن
هر زماں در گردن دل پالهنگے دیگر است

چوں بگویم صلح کن گوید بگیرم در کنار
راستی صلح چنیں بنیاد جنگے دیگر است

اے نصیحت‌گر دمے چنگ از گریبانم بدار
کایں زمانم دامن خاطر به چنگے دیگر است

از کمان ابروان تیر بلا هر نفس
اوحدی را در دل مسکیں خدنگے دیگر است

(۷۲)

درد دلم را طبیب چاره ندانست
مرهم ایں ریش پاره پاره ندانست

راز دلم را به صبر گفت بپوشاں
حال من غرقه از گناه ندانست

طالع من تا چه بود خود که بگیتی
هیچ منجّم دراں ستاره ندانست

یار به یکباره میل سوے جفا کرد
حقّ وفاے هزار باره ندانست

برد گمانے که ما به عشق اسیریم
ایں که چه نامیم یا چه کاره ندانست

خال بناگوش او ز گوشه‌نشیناں
برد چناں دل که گوشواره ندانست

قافلهٔ عقل را به ساعد سیمین
راه ز جایے بزد که یاره ندانست

دوش به خوبی گریستم که ز موجش
عقل به اندیشه‌ها گذاره ندانست

سختی از آں دید اوحدی که به اوّل
قاعدهٔ آں دل چوں خاره ندانست

(۷۳)

دیگر آں حلقه و آں دانهٔ دُر در گوشت
که ببیند که نه بخشد دل و دین و هوشت

پاے بر گردن گردوں نهم از پاے شرف
گر چو زلف تو شبے سر بنهم بر دوشت

طوطی چرب‌زباں با همه شیریں‌سخنی
دم نیارد که زند پیش لب خاموشت

شهر پُر شور شد از پستهٔ شکّرپاشت
دهر پُرفتنه شد از سنبل نسریں‌نوشت

اے بسا نیش کزاں غمزه فرو شد به دلم
خود به کامے نرسید از دهن چوں نوشت

دارم اندیشه که یک بوسه بخواهم ز لبت
باز می‌ترسم ازاں خوے ملامت‌گوشت

سخن اوحدی از خود همه مروارید است
هیچ شک نیست که بے زر نرود در گوشت

(۷۴)

چوں گشت با تو ما را پیوند دل زیادت
گر هجر می‌گزینی دوری ز حسن عادت

شبهاست تا دل من تب دارد از غم تو
آه از تو گر نیائی روزے بدیں عیادت

طبعت به طالع ما شد تند و تیز ورنه
زیں بیشتر نبودے بدمهری و بِدادت

هرچند نیست با ما مهر تو در ترقّی
هر لحظه با تو ما را شوقے است در زیادت

شاگرد صورت ۔ تست آیینه در لطیفی
کایں می‌کند تجلی واں می‌کند اعادت

چنداں که جور خواهی بر جان من همی‌کن
کز بندگاں نیاید کارے به جز عبادت

باشد که اوحدی را از غیب دست گیرد
آں کس که واقف است او بر غَیبت و شهادت

(۷۵)

بد می‌کنند مردم زاں بیوفا حکایت
واں که رسیده ما را دل‌دوستی به غایت

بنیاد عشق ویراں گر می‌زنم تظلم
ترتیب عقل باطل گر می‌کنم شکایت

صد مهر دیده از ما ناداده نیم بوسه
صد جور کرده بر ما نادیده یک جنایت

آیا بر که گویم این قصّهٔ پریشان
یا بر که عرضه داریم این رنج بےنهایت

عقلم به عشق او چون رخصت بداد گفتم
روزے به سر درآیم زین عقل بے کفایت

دل وصف او به نیکی کردے همیشه آرے
چون عشق سخت گردد دل کژ کند روایت

بے غم کجا توان بود آسوده چون توان شد
نے زین طرف تحمّل نے آن جهت عنایت

در عشق او صبوری دل باز داد ما را
ورنه که خواست کردن درویش را حمایت

اے اوحدی غم او بر خود مگیر آسان
کاین قصّهٔ نهانی ناگه کند سرایت

(۷۶)

گر سرے در سر کار تو شود چندان نیست
با تو سختیبسری کار خردمندان نیست

اے دل ار میل به چاه زنخ او داری
به گنه کوش که زیباتر ازین زندان نیست

شمس را دیدم و مثل قمرش نور نداشت
پسته را دیدم و همچون شکرش خندان نیست

سنگ جانے که به سیمین تن او دل ندهد
بیش ازینش تو مخوان دل که کم از سندان نیست

در جهان خوشلبے را نشناسیم امروز
که غلام دهن او ز بن دندان نیست

محتسب را اگر آن چهره در آید به نظر
عذرها خواهد و گوید گنه از رندان نیست

اوحدی شاد شو از دیدن این روح و مغرور
غم بیفائده چندین که جهان چندان نیست

(۷۷)

عاشقان صورت او را ز جان اندیشه نیست
بیدلانش را ز آشوب جهان اندیشه نیست

ما ازین دریا که کشتی درمیانش برده‌ایم
گر به ساحل می‌رسیدیم از میان اندیشه نیست

پیش از این ترسیدمی کز آب دامن تر شود
از گریبان چون گذشت آب این زمان اندیشه نیست

ای که گل چیدی و شفتالو گزیدی رخت جوی
ما تفرّج کرده‌ایم از باغبان اندیشه نیست

پاسبان را گوش بر دزد است و دل با رخت و ما
چون نمی‌دزدیم رخت از پاسبان اندیشه نیست

از برای دوست شهری دشمنم باشد ولی
گر مسخّر می‌کنم این را ازان اندیشه نیست

اوحدی گر خلق آفاقت به کلّی رد کنند
چون قبول دوست داری همچنان اندیشه نیست

(۷۸)

جانا دلم ز درد فراق تو کم نسوخت
آخر چه شد که هیچ دلت بر دلم نسوخت

نزد تو نامهٔ ننبشتم که سوز دل
صد بار نامه در کف من با قلم نسوخت

بر من گذر نکرد شبی کاشتیاق تو
جانِ مرا بر آتشِ ده گونه غم نسوخت

در روزگار حسن تو یک دل نشان نداد
کز لحظه لحظه خون نشد و دم به دم نسوخت

یک دم به نور روی تو چشمم نگه نکرد
کاندر میان آن همه باران و نم نسوخت

شمع رخ تو از نظرِ من نشد نهان
تا رخت عقل و خرمنِ صبرم بهم نسوخت

گفتی در آتش غم خود سوختم ترا
خود آتشِ غم تو کرا ای صنم نسوخت

کو در جهان دلی که نگشت از غم تو زار
یا سینهٔ کزان سر زلف به خم نسوخت

صد پی بر آتش ستمت سوخت اوحدی
ویدون گمان بری تو که او را ستم نسوخت

(۷۹)

دل بسته شد به دام دو زلف چو دال دوست
بر بوی دانهٔ که بدیدم ز خال دوست

دل را چه قدر و قیمت و جان چیست کاین دو رفت
اندر خجالتیم هنوز از جمال دوست

جانش چگونه تحفه فرستم کزوست جان
کس دوست را چگونه فریبد به مال دوست

عالم به دست نیست که در پای او کنم
زان زیردستِ دشمنم و پایمال دوست

نی نی ز دست تنگی و بیچارگی چه ننگ
نقصان ما چه رنگ دهد با کمال دوست

ما را مجال بود بر او به دوستی
دشمن رها نکرد که باشد مجال دوست

بیگانه را ز راز دل ما چه آگهی
با آشنایِ دوست توان گفت حال دوست

زاں سو گذر به جانب من کس نمی‌کند
تا باز پرسمش خبرے از مقال دوست

دانم که از شکستنِ دل من خجل شود
گر میل خویش عرضه کنم بر ملال دوست

بختم بخفت و چشم مرا بخت آں نبود
کاندر شود به خواب و ببیند خیال دوست

آں دوست را به هستی ما التفات نیست
تا هست و نیست صرف شدے بر سوال دوست

امّید وارم از شب هجراں که عاقبت
شادم کند به دولتِ صبح وصال دوست

اندر دمے دو عید که گویند اشارت است
بر دیدنِ ز ابروے همچوں هلال دوست

آں ماه رخ به سال مرا وعده می‌دهد
اے من غلام و چاکر آں ماه و سال دوست

اے اوحدی مکن طلب او به پاے فکر
کاندر تصوّر تو نگنجد جلال دوست

وقتے اگر هواے سر کوے او کنی
گر مرغ زیرکی نپری جز به بال دوست

(۸۰)

تُرک عجمی کاکل ترکانه برانداخت
از خانه بروں آمد و صد خانه برانداخت

در حلقِ دلِ شیفته شد حلقهٔ صوفی
هر موے که زلفش به سر شانه برانداخت

آه از جگرم صورت دیوار برآمد
چون عکس رخ خویش به کاشانه برانداخت

شوق لب چون جام عقیقش ز لطافت
خون از دهن ساغر و پیمانه برانداخت

فریاد که چشمم ز فراق لب لعلش
مانندهٔ دریا شد و دُردانه برانداخت

دردا که هوای رخ آن تُرک پری‌وش
بنیادِ من عاشق دیوانه برانداخت

گر یاد کند ز اوحدی آن ماه عجب نیست
خورشید بسی سایه به ویرانه برانداخت

(۸۱)

ای نسیم صبح دم یارم کجاست — غم ز حد بگذشت غمخوارم کجاست
وقت کار است ای نسیم از کارِ او — گر خبر داری بگو دارم کجاست
خواب در چشمم نمی‌آید به شب — آن چراغ چشم بیدارم کجاست
بر درِ او از برای دیدنی — بارها رفتم ولی بارم کجاست
دوست گفت آشفته گرد و زار باش — دوستان آشفته و زارم کجاست
نیستم آسوده از کارش دمی — یارب آن آسوده از کارم کجاست

تا به گوش او رسانم حال خویش
ناله‌های اوحدی وارم کجاست

(۸۲)

آن زخم که از تو بر دلِ ماست — مشنو که به مرهمی توان کاست
ای وعده وفا کنی تو امروز — کامروز ترا هزار فرداست

زلفت که به کژروی برآمد　　با ما به وفا کجا شود راست
دریاب که دست ما فزون است　　این فتنه که از سر تو برخاست
آرایش عالم از رخِ تست　　مشّاطه رخت چه داند آراست
مطرب بنواز نوبتی خوش　　کامروز زمان و نوبت ماست

قولی بزن از طریقِ عشّاق
یا خود غزلی که اوحدی راست

(۸۳)

روی تو که قبلهٔ جهان است　　از دیدهٔ من چرا نهان است
جایی به جز از درت ندارم　　گر در دگری به جای آن است
در دل زدهٔ تو آتش عشق　　وین آه که می‌زنم دخان است
دل یاد تو در ضمیر دارد　　وان نیست که بر سر زبان است
این سر که به عاشقی سبک شد　　بی روی تو بر تنم گران است
وصل تو به دین و دل خریدیم　　گر سود کنیم و گر زیان است
یک بوسه اگر به جان فروشی　　منّت می‌نه که رایگان است
با من تنِ لاغر و دلِ تنگ　　از عشق تو کمترین نشان است

ما را ز غم تو اوحدی وار
جان بر کف و خرقه درمیان است

(۸۴)

جز نقش تو در خیال ما نیست　　جز با غمت اتّصال ما نیست
شد روزِ من از غمت چو سالی　　لیکن چه کنم که سالِ ما نیست
از زلف تو حلقهٔ ندیدم　　کو در پیِ گوشمالِ ما نیست

از روی تو کام دل چه جوییم
گوش تو چو بر سوال ما نیست

یار چو تو دلبری کشیدن
در قوّتِ احتمالِ ما نیست

حالِ دلِ ما تو خویشتن پرس
زیرا که کسی به حال ما نیست

دل مرغ هوای تست لیکن
راه هوَسَت به بال ما نیست

گر سود کنم مرنج کآخر
نقصان تو در کمال ما نیست

پیش رخش اوحدی چه نالی
کو را سر قیل و قال ما نیست

(۸۵)

هوَسَت معتکف خانهٔ خمّارم کرد
عشقت از صومعه و مدرسه بیزارم کرد

خاطرم را ز حدیث دو جهان باز آورد
لب لعل تو به یک عشوه که در کارم کرد

شورها در سر و با خلق نمی‌یارم گفت
زخمها بر دل و فریاد نمی‌یارم کرد

می‌شنیدم که شود نیک به شربت بیمار
شربتی داد خیالِ تو که بیمارم کرد

می‌ندانم سبب گرمگدازی که مراست
تا چه زور است و تعدّی که چنین زارم کرد

سایهٔ بودم و عکس تو بپوشید مرا
ذرّهٔ بودم و نور تو به دیوارم کرد

دیده تا باز گشودم به تو اندیشهٔ نیست
در به روی همه و روی به دیوارم کرد

آن‌که اندر عقب من به تعنّت کوشید
مگر این حال ندانست که آن کارم کرد

مرده بودم به سخنهاے تو گشتم زنده
خفته بودم صفت حسن تو بیدارم کرد

باده هر که چشیدم سبب مستی بود
اوحدی زان قدحے داد که هشیارم کرد

(۸۶)

ز بلبل بوستان پُر ناله و فریاد خواهد شد
که گلها سبز و گُلها سرخ ودلها شاد خواهد شد

عروس گل ز اطراف چمن در جلوه می‌آمد
بیا گو بلبل مشتاق اگر داماد خواهدشد

ز بس کالحان داؤدی ز مرغان عزیمت‌خوان
به گوش من‌رسید امشب زبورم یاد خواهد شد

چنان می‌نالم از سوداے آن گلچهره هر صبحے
که از نالیدنِ من عندلیب استاد خواهد شد

ز عشق روےِ آن لیلی من ار مجنون شوم شاید
که گر شیرین ببیند روے او فرهاد خواهد شد

گرفتم کاوحدی آزاد گشت از هرچه در عالم
ز بند او نمی‌دانم که چون آزاد خواهد شد

(۸۷)

جهان از باد نوروزی جوان شد　　چمن در سایهٔ سنبل نهان شد

قیامت می‌کند بلبل سحرگاه　　مگر گل فتنهٔ آخر زمان شد

به رنگ سبزه و شکل ریاحین　　زمین در روشنی چون آسمان شد

صبا در طرّهٔ شمشاد پیچید　　بنفشه خاک پاے ارغوان شد
بهار آمد بیا و توبه بشکن　　که خود وقتے دگر صوفی توان شد
ز رنگ و بوے گل اطراف بستان　　تو پنداری بهشت جاودان شد
ولیکن اوحدی را برگ گل نیست
که او آشفتهٔ روے فلان شد

(۸۸)

موسمِ گل دو سه روز است و بسر خواهد شد
مے در آرید که گل زود بدر خواهد شد

چون فلک روے زمیں از سمن و سوسن و گل
همه پُر زهره و برجیس و قمر خواهد شد

غصّه چوں دست بر آرد تُو به مے دست گراے
که چو سرمست شوی غصّه بسر خواهد شد

دیگر از بهر جهاں حال دگر گونه مکن
که جهاں دیگر و ایں حال دگر خواهد شد

مدّعی نا دل ما عشق نورزد پس ازیں
گو مده پند که ایں رنج بتر خواهد شد

تیر عشقت ز چپ و راست رواں است هنوز
گو بنه تن به هلاک آں که سپر خواهد شد

اوحدی عاشقی از خلق چه پوشانی حال
که جهاں را همه زیں حال خبر خواهد شد

(۸۹)

اے کون و مکاں از تو اندر چه مکانی خود
مثل تو نمی‌یابم آخر به چه مانی خود

هر کس که تو می‌بینی حالے به تو می‌گوید
من هیچ نمی‌گویم دانم که تو دانی خود

چون ز آتش آن شادی رنگیم نیفروزی
زین دود که بر کردی بوییے برسانی خود

من فاش همی‌دیدم روے تو زهے رویے
وکنون چو نظر کردم از دیدهٔ نهانی خود

کس را چو نمی‌خواهی کآگه شود از حالت
خواهی که نماند کس تا شاد بمانی خود

همراه شوی با ما وانگاه چو کار افتد
در غم بهلی ما را تنها بدوانی خود

چون اوحدی از پیشی عذر تو همی‌خواهد
دانم که به هر جرمش از پیش نرانی خود

(۹۰)

روزے کنی به سنگ فراقم جدا ز خود
روزے چنان شوی که ندانم ترا ز خود

من آشناے روے تو بودم مرا ز چه
بیگانه می‌کنی دگر اے آشنا ز خود

هرگه که پُر شود ز خیالت ضمیر من
پُر بینم این محلّت و شهر و سرا ز خود

وقتے به حال خود نظرم بود و این زمان
گشتم چنان که یاد نیاید مرا ز خود

چون عاشق تو ام چه برم نام خویشتن
چون درد من ز تست چه جویم دوا ز خود

اے اوحدی اگر نه جدائی ز سرّ کار
او را بکوش تا نشناسی جدا ز خود

غیر از تو هیچ کس نشناسم بلاے تو
سعیے بکن که دور کنی این بلا ز خود

۹۱

هر نقش که پیش آید گویم مگر او باشد
چون آن برود گویم نے آن دگر او باشد

بے او نبود هرگز چیزے که شود زائل
زیرا نشود زائل آن چیز گر او باشد

از خصم نمی‌نالم وز تیغ نمی‌ترسم
از تیغ کجا ترسد آن کس سپر او باشد

روزے که به قتل من شمشیر کشد دشمن
بر هم نزنم دیده گر در نظر او باشد

گر راست رود سالک در هر قدمے او را
هر چیز که پیش آید زاں پیشتر او باشد

جز صدق مبر با خود در راه که تا منزل
هم بدرقه او گردد هم راهبر او باشد

روزے که تو برگیری دست غلط از دیده
از جمله که می‌بینی خود سر به سر او باشد

زو گر خبرے خواهی با راهروے بنشین
تا چون خبرت گوید عین خبر او باشد

چون اوحدی ار خواهی کردن سفر علوی
آنجا نرسی اِلّا کت بال و پر او باشد

(۹۲)

مهر ازو هر چه هست بازی بود ما و من قصّهٔ مجازی بود
زود بگذر که اصل ذات یکیست ویں صفتها بهانه‌سازی بود
تو ز دستش بدادهٔ ورنه دوست در عین دلنوازی بود
نفس کافر ترا ازو ببرید هر که او نفس کشت غازی بود

عشق خود با تو فاش می‌گوید که بہ ما اوّل او نیازی بود
حدث از تست ورنہ پیش از تو همہ روے زمیں نمازی بود

اوحدی گر شناختی خاموش
کایں حدیث از زباں‌درازی بود

(۹۳)

صفات قلندر نشاں بر نگیرد صفات تجرّد بیاں بر نگیرد
عدم خانۂ نیستی راست گنجے کہ حمالش وجود جہاں بر نگیرد
کشاد از دلِ تنگِ درویش یابد خدنگے کہ هیچش کماں بر نگیرد
بہ بالاے من در کشیدند دلقے کہ پہناے هفت آسماں بر نگیرد
من آں خاکسارم کہ گر بر گذاری بیفتم کسم رایگاں بر نگیرد
دلِ دیں‌طلب تنگِ تن بر نتابد تنِ راہرو بارِ جاں بر نگیرد
مکن یاد دنیا کہ اندیشۂ ما همایی‌ست کایں استخواں بر نگیرد
بہ ما گوهرے داد دست عنایت کہ اندازۂ بحر و کاں بر نگیرد
تو سرمایہ بسیار گرداں کہ دل را چو سرمایہ پُر شد زیاں بر نگیرد
زباں درکش اے اوحدی زیں حکایت کہ ناگہ سرت با زباں بر نگیرد
ازیں خانہ بیگانگی دارد آں کس کہ پندار خویش از میاں بر نگیرد

(۹۴)

قلندران تہی‌سر کلاہ‌دارانند
بہ ترک بار بگفتند و بردبارانند

نظر بہ صورت ایشاں ز روے معنی کن
کہ پشت لشکر معنی چنیں سوارانند

تو در پلاس سیہ شاں نظر مکن بہ خطا
کہ درمیان سیاهی سپیدکارانند

چو برق همّت شاں شعله بر تو اندازد
به پیش شاں چو زمیں خاک شو که بارانند

دریں دیار گر از شهر شاں کنند بروں
به هر دیار که رفتند شهریارانند

مرو به جانب اغیار اگر مدد خواهی
بیا و یاری ازیشاں طلب که یارانند

چناں لگام ریاضت کشند بر سر نفس
که سرکشی نتواند به هر کجا رانند

ز فقر شبلی و معروف چند لاف زنی
دریں خول که ببینی ازاں هزارانند

چو اوحدی ز خلائق بریده‌اند امّید
ولے به رحمت خالق امیدوارانند

(۹۵)

عشقِ بے علّت ترنج دوستی بار آورد
چوں به علّت عشق بازی رنج و تیمار آورد

چیست پیش پاکبازاں کام دل جستن غرض
ویں غرض در دوستی نقصان بسیار آورد

درمیان مهربانان مهر دار و گو مباش
همّت ارباب دل خود سنگ در کار آورد

جذب مقناطیس بیں کآهن به خود چوں می‌کشد
کم ز سنگے نیستی کآهن به رفتار آورد

گر دل اندر کافرے بندد جوانے پاکباز
در نهاد او مسلمانی پدیدار آورد

یار گردن‌کش ز دامت گرچه سر بیروں برد
ایں کمند آخر همش روزے گرفتار آورد

(۱۱۷)

گر ز خوباں دوستی خواهی بہ پاکی میل کن
میل خوباں جنبش اندر نقش دیوار آورد

از براے عاشق است ایں نازو غنج و چشم و روے
خواجہ بہرِ مشتری جوهر ببازار آورد

اوحدی گر کژ روی انکار دشمن لازم است
دوستی چوں راست ورزی دشمن اقرار آورد

(۱۶)

مستیم و مستی ما از جام عشق باشد
ویں نام اگر برآریم از نام عشق باشد

خوابے دگر ببینم هر شب هلاک خود را
ویں شیوہ دلنوازی پیغام عشق باشد

بے درد عشق منشیں کاندر چنیں بیاباں
آں کس رود بہ منزل کش کام عشق باشد

درمان دل بخواهم تا درد مهر بینم
صبح خرد نجویم تا شام عشق باشد

دشگفت اگر ز عشقش لاغر شویم و خستہ
کیں شیوہ لاغری ها در نام عشق باشد

پیش از اجل نبیند روے خلاص و رستن
در گردنے کہ بندی از دام عشق باشد

روزے کہ کشتہ گردم بر آستانۂ او
تاریخِ بهترینم ایامِ عشق باشد

مشنو کہ باز داند سرِّ نیاز مندان
الاّ کسے کہ پایش در دامِ عشق باشد

از چشم اوحدی من خفتن طمع ندارم
تا پاسبان زاری بر بام عشق باشد

(۹۷)

سرِّ عشق از خرد بروں باشد　　عشق را پیشرو جنوں باشد

چند گوئی کہ عشق بد بختی است　　پس تو پنداشتی کہ چوں باشد

گر تو بر خوان عشق خواهی‌برد　　خورِشت خاک و بادہ خوں باشد

رقّتِ چشم آرزومندان　　اثر حرقت دروں باشد

بہ نصیحت قرار کے گیرد　　دل کہ آں عشق بے سکوں باشد

کے بہ شاخ غمش رسد دستے　　کہ نہ در زیر سر ستوں باشد

اوحدی گر تو صد زباں داری
عاشق بیدرم زبوں باشد

(۹۸)

وجود حقیقت نشانے ندارد　　رموز طریقت بیانے ندارد

بہ صحرایِ معنی گذر تا ببینی　　بهارے کہ بیم خزانے ندارد

جمال حقیقت کسے دیدہ باشد　　کہ در باز گفتن زبانے ندارد

دریں دانہ مرغے تواند رسیدن　　کہ جز نیستی آشیانے ندارد

کسے را کہ در دل نباشد غم او　　رها کن حدیثش کہ جانے ندارد

بہ چیزے تواں یافت چیزے کہ اینجا　　بہ نانے نیرزد کہ نانے ندارد

بگفت اوحدی هرچہ دانست با تو
گرش بازیابی زیانے ندارد

(۹۹)

پرسش خستۂ روا باشد　　کہ دریں درد بیدوا باشد

کس دریں خانہ نیست بیگانہ　　مرد باید کہ آشنا باشد

ننماید ترا چناں کہ توئی　　اگر آیینہ را صفا باشد

بی قفا روی‌نیست در خارج ونه‌در آیینه بی قفا باشد
اندر آیینه هیچ ننماید که نه آیین شهر ما باشد
در صفا نیست صورت دوری دوری از ظلمت هوا باشد
این جدائی ز کندی رَوِش است رَوِش عارفان جدا باشد
از خطای خط است اگر دو هست این دو بینی ازین خطا باشد

نشود اوحدی ز مهرش دور
تا ازو ذرّهٔ بجا باشد

(۱۰۰)

نَے ببین که چون به درد فغانے همی کند
هردم ز عشق ناله به شانے همی‌کند

او را همی‌زنند به صد دست در جهاں
وز زیر لب دعایے جهانے همی‌کند

سربستهٔ سرِّ سینهٔ عشّاق بے نوا
از نے شنو که راست بیانے همی کند

بادیش در سر است و نوایے همی زند
دستیش بر دل است و فغانے همی‌کند

راهے همی‌زند دلِ عشّاق را و زان
بر چهرهٔ شاں ز اشک نشانے همی‌کند

گاه از گرفت و گیر بلایے همی‌کشد
گه با کشاد و بست قرانے همی‌کند

هر ساعتے دمیش رواں می‌دهند و او
دم در کشیده جذب روانے همی‌کند

آں بے‌زبان بسته دهاں را ببیں که چوں
هر دم حکایتے به زبانے همی‌کند

هف هر زماں چو نے سرِ انگشت می‌گزد
زاں فتنه‌ها که نے به زمانے همی‌کند

در جاں نشست هرچه ز دل گفت دم به دم
صید دلے و غارتِ جانے همی‌کند

چوں اوحدی ز زخم پراگنده پیر شد
واں پیر بیں که کار جوانے همی‌کند

(۱۰۱)

یوسف ما را به چاه انداختند گرگ او را در گناه انداختند

واں که از بهر بروں آوردنش کاروانے را به راه انداختند

در فراق روے او یعقوب را سالها در آه آه انداختند

چوں خریداراں بدیدندش ز جهل در بها سیم سیاه انداختند

شد به مصر و از زلیخا دیدنش باز در زندانِ شاه انداختند

خواب زنداں را چو معنی باز یافت بحثش اندر بارگاه انداختند

شد پس از خواری عزیز و در برش خلعت ثُمَّ اجْتباه انداختند

تا نبیند هر کسے آں ماه را برقعے بر روے ماه انداختند

چوں گواه انگشت بر حرفش نهاد زخم بر دستِ گواه انداختند

حالِ سلطانیش چوں مشهور شد جست‌وجویے در سپاه انداختند

دشمنش را از براے سرزنش صاع در آب و گیاه انداختند

قرعهٔ خطِّ بشارت بردنش بر بشیر نیک خواه انداختند

باز با قوم خودش کردند جمع جمله را در عزّ و جاه انداختند

ایں حکایت سرگذشت روح تست کش دریں زندان و چاه انداختند

اوحدی چوں باز دید ایں سرّ و گفت
سرِّ او را با اله انداختند

(۱۰۲)

عشق و درویشی و تنهائی و درد　　با دل مجروح من کرد آنچه کرد
آه من شد سرد و دل گرم از فراق　　بر سر کس کے گذشت این گرم و سرد

مونسم مهر است و حجت اشک سرخ　　علّتم عشق است و برهان روے زرد
دیدهٔ دارم درو پیوسته آب　　چهرهٔ دارم برو همواره گرد

نازنینا در فراق روے تو　　چند باید بودنم با سوز و درد
گفته بودی غم خورم کار ترا　　غم نخوردی تا غمت خونم بخورد

حاکمی گر نرم گوئی ور درشت　　بنده ام گر صلح جوئی ور نبرد
ای که بستی دستهٔ گل از رخش　　من به بوے قانعم زان باغ ورد

اوحدی یا ترک عشق او بگوے
یا بساط نیکنامی در نورد

(۱۰۳)

بے روے تو جان از تن بیزار همی‌باشد
دل شیفته می‌گردد تن زار همی‌باشد

در کار سر زلفت یک لحظه که می‌پیچم
دست و دل من سالے از کار همی‌باشد

اوّل به تو دادم دل آسان و ندانستم
کاین کار به آخر پُر دشوار همی‌باشد

از عشق حذر کردن سودے نکند زیرا
کارے که نخواهد شد ناچار همی‌باشد

اندک نشمارم من سودائے تو کز اندک
چندے چو فراهم شد بسیار همی‌باشد

چون اوحدی از دیده خرابم ببرد کُلّی
گر فتنهٔ چشم تو بیدار همی‌باشد

(۱۰۴)

خسروم با لب شیرین به شکار آمده‌بود
از پے کشتن فرهاد به غار آمده‌بود

باده نوشیده، به‌شب خفته، سحر گاه ز خواب
زود برخاسته با خواب و خمار آمده‌بود

بے رقیباں ز در وصل در آمد یعنی
گل نو خاسته بے زحمت خار آمده‌بود

شاد بنشست و بپرسید و شمردم بر وے
غُصه‌هایے که ز هجرش به شمار آمده‌بود

عارض نازک او را ز لطافت گفتی
گل خودرو است که آں لحظه به یار آمده‌بود

بوسهٔ خواستمش کرد و کنار، از چه چناں
پاے تا سر ز در بوس و کنار آمده‌بود

پرسش زاریِ من هیچ نفرمود ولے
هم بپرسیدن ایں عاشق زار آمده‌بود

کار خود گرچه بپوشید به شوخی از من
باز دانست دلم کو به چه کار آمده‌بود

خلق گویند برفت اوحدی از دست آرے
او هواں دم بشد از دست که یار آمده بود

(۱۰۵)

نقش لب تو از شکر و پسته بسته‌اند
زلف و رخت ز نسترن و لاله بسته‌اند

چشمانِ ناتوان تو از بس خمار و خواب
گوئی که از شکار رسیدند و خسته‌اند

دل چون بدید موی میان تو در کمر
گفت این دروغ بین که برآن راست بسته‌اند

سر در نیاورند به اغلال در سعیر
آنها که از سلاسل زلف تو بسته‌اند

در حلقهٔ که عشق رخت نیست فارغ ند
در رشتهٔ که راه غمت نیست رسته‌اند

روزی به پای خویش بیا و نگاه کن
دلهای ما که از سر زلفت شکسته‌اند

چون اوحدی به بوی وصال تو عالمی
در خاک و خون به محنت و خواری نشسته‌اند

(۱۰۶)

مرا گر ز وصل تو رنگی برآید — رها کن که نامم به ننگی برآید
عجب دان که از کارگاه ملاحت — جهان را به ینگ تو ینگی برآید
بسی قرن باید که از باغ خوبی — نهالی چنین شوخ و شنگی برآید
چنان شکّری کز دهان تو خیزد — مپندار کز هیچ تنگی برآید
به امّید صلح کنار تو خواهم — که هر شب مرا با تو جنگی برآید
ز چنگ غمت هر دمی نالهٔ من — به زاری چو آواز چنگی برآید
کمان جفا می‌کشی سخت و ترسم — گریزان شوی چون تَرنگی برآید
برو نام فرمان من کرده باشی — که از کیش جورت خدنگی برآید
سراسیمه گفتی ندانم چرائی — بدانی چو پایت به سنگی درآید

صبوری کند اوحدی کاین تمنّا
ازآن نیست کو بی درنگی برآید

(۱۰۷)

هرکرا چوں تو پریزادہ ز در باز آید
بہ سرش سایۂ اقبال و ظفر باز آید

کور اگر خاکِ سگِ کوے تو در دیدہ کشد
هیچ شک نیست کہ نورش بہ نظر باز آید

کافر از بهر چنیں بت کہ توئی نیست عجب
کز پرستیدن خورشید و قمر باز آید

هرکہ دیدار ترا دید و سفر کرد از شهر
هیچ سودش نکند تا ز سفر باز آید

آفتاب ار ز سر کوچہ ببیند رویت
شرمش آید کہ بداں کوچہ دگر باز آید

عاشقے را کہ برانند ز پیشت بہ قفا
راستی بے قدم است ار نہ بہ سر باز آید

نہ هواے لب و چشم تو مرا صید تو کرد
طفل باشد کہ بہ بادام و شکر باز آید

بیدلے را کہ ز پیوند رخت منع کنند
درچہ بندد دل خویش از تو اگر باز آید

زیں جهاں اوحدی ار رخت بقا بربندد
زاں جهانش بہ وفاے تو خبر باز آید

(۱۰۸)

درآں شمائل موزوں چو دل نگاہ کند
هزار نامہ بہ نقش هوس سیاہ کند

ز حسرت سر زلفین و چاہ غبغب او
نہ طرفہ گر دلِ من رغبتِ گناہ کند

به هجر او دل من غیر ازآں نمی‌داند
که روز و شب بنشیند فغان و آه کند

برفت و در پے او آں چناں گریسته ام
کز آب دیدهٔ من کارواں شناه کند

دلم کجا طمع وصل او کند هیهات
مگر ز دور به خاک درش نگاه کند

اگر ز طلعت او مشتری خبر یابد
کجا ملازمت آفتاب و ماه کند

ز فخر سر به فلک بر کشد ستاره صفت
چو اوحدی ز سر زلف او پناه کند

(۱۰۹)

توئی که از لب لعلت گلاب می‌ریزد
ز زلف پُرشکنت مشک ناب می‌ریزد

متاب زلف خود اے آفتاب رُخ دیگر
که فتنه زاں سر زلف به تاب می‌ریزد

به هر سخن که لبِ همچو شکّر تو کند
مرا دگر نمکے بر کباب می‌ریزد

به یادِ روے تو هر بامداد دیدهٔ من
ستاره در قدم آفتاب می‌ریزد

مرا به آتشِ هجرت جگر چنیں تشنه
تو چشمِ خیرهٔ من بیں که آب می‌ریزد

ز خوے تند خود اے ترک پر حذر می باش
که ایں غبارِ ستم بر خراب می‌ریزد

تو سیم‌خواسته از اوحدی و دیدهٔ او
ز مفلسی همه خوں در جواب می‌ریزد

(۱۱۰)

دلی که در سر زلف شما همی‌آید
به پای خویش به دام بلا همی‌آید

بر آستان تو موقوفم ای سعادت آن
کز آستان تو اندر سرا همی‌آید

نشانه جز دل ما نیست تیر چشم ترا
اگر صواب رود ور خطا همی‌آید

اگر برِ تو به پا آمدم مرنج که زود
به سر برون رود آن کو به پا همی‌آید

به دست حیلت و افسون سپر نشاید ساخت
بر آن رمیده که تیر قضا همی‌آید

دلم شکایت بیگانگان چگونه کند
چو بر من این همه از آشنا همی آید

هم آتش است که در جان اوحدی زده
و گرنه این همه دود از کجا همی‌آید

(۱۱۱)

رنگین تر از رخ تو گل در چمن نباشد
چون عارضی تو ماهی در انجمن نباشد

پوشیده هر کسی را پیراهنی است لیکن
آب حیات کس را در پیرهن نباشد

چون وقت بوسه دادن گوئی که بی دهانم
دشنام نیز دادن بر بی‌دهن نباشد

فرهاد وار بی تو جان می‌کنم نگارا
فرهاد نیست عیبی گر کوهکن نباشد

زر خواستی و جاں دی ، زر کمتراست لیکن
در جاں کہ می‌فرستم پارے سخن نباشد

چوں وصل جویم از تو گوئی نبینی آرے
دیدار خوب‌رویاں بے لا و لن نباشد

چوں استوار باشم بر عہد و وعدۂ تو
کاں ہم خلاف نبود ویں بے‌شکن نباشد

امشب چو پیش دیدہ خوں ریختی دلم را
گر زاں کہ باز گوید جز دار من نباشد

جانا کجا نشیند بے صحبت تو یک دم
روزے کہ اوحدی را تشویش تن نباشد

(۱۱۲)

اگر گوش بر دشمنانت نباشد
لب من دمے بے‌دہانت نباشد

ترا حسن و مال است و خوبی و لیکن
چہ سود است ازینہا چو آنت نباشد

نشینی تو با ہر کسے وز کسے من
چو پرسم نشانے نشانت نباشد

چہ نخچیر کاندر کمندت نیفتد
چہ ناچخ کہ اندر کمانت نباشد

نجویم طریقے نپویم بہ راہے
کہ آمدشد کاروانت نباشد

سرے را کہ پیوستہ بر دوش دارم
نخواہم کہ بر آستانت نباشد

لب خود بنہ بر لب من کہ سہل است
اگر نام من بر زبانت نباشد

من از غصّه صد پی دل [خویشتن را
بسوزم که از بهر جاشت نباشد

اگر اوحدی را ز وصلِ رخِ خود
به سودی رسانی زیانت نباشد

(۱۱۳)

چون قدّ تو در چمن نباشد　　چون روی تو یاسمن نباشد

اندر همه تنگهای شکّر　　شیرین‌تر [از آن دهن نباشد

ای باغ مشو غلط ز رویش　　کاین لاله در آن چمن نباشد

ای باد مده به زلفِ او دل　　کان قاعده بی‌شکن نباشد

جانا ستمی که می‌کنی تو　　گر فاش کنم ز من نباشد

فردا سر گورم ار بکاوی　　جز داغ [تو در کفن نباشد

پیراهن وصل چون تو جانی　　بر قامت هر بدن نباشد

دوری مگزین [که اوحدی را
جز خاک درت وطن نباشد

(۱۱۴)

گر کسی در عشق آهی می‌کند　　تا نپنداری گناهی می‌کند

بیدلی گر می‌کند جایی نظر　　صنع یزدان را نگاهی می‌کند

گر بنالد خستهٔ معذور دار　　زحمتی دارد که آهی می‌کند

عشق را آن کو سپر سازد ز عقل　　دفع کوهی [را به کاهی می‌کند

چند نالیدیم و آن بت خود نگفت　　کاین تضرّع دادخواهی می‌کند

اوحدی را گر چه از غم بیم‌هاست　　هم به امّیدم پناهی می‌کند

اشترِ حاجی نمی داند که چیست
بار بر پشت است و راهی می‌کند

(۱۱۵)

دیگر مرا به ضربت شمشیر غم بزد
فریاد ازین سوار که صید حرم بزد

عزلت گزیده بودم و کارے گرفته‌پیش
یارم ز هر در آمد و کارم بهم بزد

دم در کشیده بود دل من ز دیرباز
آتش در اوفتاد به جانم چو دم بزد

درویش را ز نوبت شادی خبر نشد
تا روزگار نوبت این محتشم بزد

چون دیده بر طلیعهٔ حسنش نظر فگند
عشقش به دل در آمد و حالی علم بزد

آیینهٔ دو عارض او از شعاع نور
بسیار سنگ طعنه که بر جام جم بزد

گفتم که بر دلم نکند جور و هم بکرد
گفتا بر اوحدی نزنم زخم و هم بزد

(۱۱۶)

ترکم به خنده چون دهن تنگ باز کرد
دل را لبش ز تنگ شکر بےنیاز کرد

کافر که رخ ز قبله بپیچیده بود و سر
چون قامتش بدید به رغبت نماز کرد

اے دلبرے که عارض چون آفتاب تو
بر مشتری کرشمه و بر ماه ناز کرد

از درد دل چو مار بپیچید سالها
هر بیدلے که عقرب زلف تو گاز کرد

با صورت خیال تو دل خلوتے گزید
واں گہ بہ روے ایں دگر آں در فراز کرد

پیوستہ من ز عشق حذر کردمے کنون
آں چشمہاے شوخ مرا عشقباز کرد

کوتاہ گشتہ بود ز من دست حادثات
زلف تو دست بر من مسکیں دراز کرد

رفتم پے تو پردۂ خلقے دریدہ شد
ایں پردہ بیں کہ باز فراق تو ساز کرد

پنہاں بر اوحدی زدۂ تیر چشم مست
نتواں ز پیش زخمِ چنیں احتراز کرد

(۱۱۷)

با عارض و زلفت قمر و قیر چہ باشد
پیش لب و رویت شکر و شیر چہ باشد

در خواب سر زلف تو می بینم و ایں را
جز رنج دل شیفتہ تعبیر چہ باشد

گویند کہ " آشفتہ و زنجیر " ولے ما
آشفتہ چنانیم کہ زنجیر چہ باشد

صوفی اگر آں روے نبیند ، بگذاری
کاں مرغ ندانست کہ انجیر چہ باشد

گفتی دل خود را سپر تیر غم کن
شمشیر بیاور سپر و تیر چہ باشد

ما را غم ہجران تو بد واقعۂ بود
ایں واقعہ را چارہ و تدبیر چہ باشد

گوئی کہ بہ تقصیر ز ما کام نیابی
جاں می‌دہم از عشق تو تقصیر چہ باشد

اے اوحدی از خوانِ غمِ عشق دلت را
غیر از جگرِ سوختہ توفیر چہ باشد

معشوقہ بہ زر نرم شود گر تو نداری
خاموش نشیں ایں ہمہ تقریر چہ باشد

(۱۱۸)

ہر کہ با عارضِ زیبائے تو خوکردہ بُوَد
گر دمے بے تو برآرد نہ نکو کردہ بُوَد

گر بہ مشک ختنی میل کند عین خطاست
ہر کہ او چیں سر زلف تو بوکردہ بود

پیش‌چوگاں سر زلف تو آں بارو گشت
کہ برِ زخم جفا صبر چو گوکردہ بود

بارہا زلف تو دانم کہ بر روے تو خورد
شرح سوداے مرا موے بہ مو کردہ بُوَد

کاسۂ سر ز تمنّاے تو خالی نکنم
و گرم کوزہ گر از خاک سبو کردہ بود

ہر دلے کاں نشود نرم بہ سوز غم تو
نہ دل است آں مگر از آہن و رو کردہ بود

اوحدی گر ز فراق تو ننالد چہ کند
در ہمہ عمر چو با وصل تو خو کردہ بود

(۱۱۹)

ہر کس کہ در محبّت او دم بر آورد
پاے دل از کمند بلا کم بر آورد

خون جگر بہ جاے رسید است و زہرہ نے
دل را کہ پیش عارض او دم بر آورد

دل در جہاں بہ حلقۂ رہائی علم شود
گر سر بہ آں دو زلف چو پرچم بر آورد

گر دود زلف ز آتش رویش جدا شود
آتش ز خلق و دود ز عالم بر آورد

جان و دل مرا کہ بہم انس یافتند
ہجرش بسی نماند کہ از ہم بر آورد

* بعد از وفات بر سر خاکم چو بگذرد
خاک لحد ز گریۂ من نم بر آورد

(۱۲۰)

طراوت رخت آب سمن تمام ببرد
رخت زَ گل نم و اَز آفتاب نام ببرد

غلام کیستی اے خواجۂ پریرویاں
کہ دیدن تو دل از خواجہ و غلام ببرد

ہمی گذشتی و بر من لبت سلامے کرد
سلامت من مسکیں بہ آں سلام ببرد

ز رشک روے تو گل سرخ گشتہ گیرد شوق
چو رنگ روےِ ترا باد صبح نام ببرد

امام شہر چو محراب ابروے تو بدید
سجود کرد کہ ہوش از سر امام ببرد

حکایت من و زلف تو کَے تمام شود
کہ ہر چہ داشتم از دین و دل تمام ببرد

بدست ہیچ کسے اوحدی نداد زمام
غم تو آمد و از دست او زمام ببرد

* نسخہ میں اس غزل کا مقطع درج نہیں ہوا ہے —

(۱۲۱)

دلے کہ میل بہ دیدار دوستاں دارد
فراغتے ز گل و باغ و بوستاں دارد

کدام لالہ بہ روی تو ماند اے دلبند
کدام سرو چنیں قدّ دلستاں دارد

گرت بہ جاں بخرم بوسۂ زیاں نکنم
نہ بوسہ عاشق بدبخت را زیاں دارد

کسے کہ چوں تو پریچہرہ در کنار کشد
اگرچہ پیر بود دولتے جواں دارد

بہ قصد کشتن من بست و باز نکشاید
کمر کہ قدّ بلند تو بر میاں دارد

بہ خاک پاے تو آں را کہ ہست دسترسے
چہ غم ز سرزنش ہرکہ در جہاں دارد

چو کرد جاے خیال تو اوحدی در دل
بہ وصل خود برساند کہ جاے آں دارد

(۱۲۲)

گدایے را کہ دل در بند یار محتشم باشد
دلش ہمخانۂ اندوہ و جانش جفت غم باشد

حرام است ار کند روزے دلش میلے بہ بستانے
ہمایوں دولتے کِش چوں تو باغے در حرم باشد

ز چشم لطف در احوال مسکیناں نظر می‌کن
کہ سلطاں دولتی گردد چومیلش بر حشم باشد

بغیر از نم نمی‌بیند ز دست گریہ چشم من
بصر مشکل ببیند چونکہ غرقِ آب و نم باشد

مکن دعوت به شیرینی مرا زاں لب که در جنّت
کسی گوید از حلوا که در بند شکر باشد

چنین معشوقهٔ در شهر و آنگه دیدنش ممکن
کسی کز پای بنشیند به غایت بیقدم باشد

بساز ای اوحدی چون زر نداری با جفای او
که اندر کشور خوبان جفا بر بیدرم باشد

(۱۲۳)

بدین دل هر دم از هجر تو دیگرگونه کار آید
ولی امّید میدارم که روزی گل به بار آید

رفیقاں هر زمان گویند عاقل باش و کاری کن
خود از آشفتهٔ چون من نمیدانم چه کار آید

ز تیر خسرواں مجروح گردند آهواں لیکن
بدین قوّت نپندارم که زخمی بر شکار آید

ز سودای کنار او کنارم شد چو دریایی
نه دریایی که رخت من ز موجش در کنار آید

گر او صد بار بر خاطر پسندد راضیم لیکن
بر آن خاطر نمیشاید پسندیدن که بار آید

همه شب ز انتظار او دو چشمم باز و میترسم
که خوابم گیرد آں ساعت که دولت در گذار آید

بکوش ای اوحدی یکچند اگر مقصود میجوئی
کسی کش پای رفتن هست ننشیند که یار آید

(۱۲۴)

چاره سگالیدنم فائده چون نکرد
آتش هجران تو جز جگرم خون نکرد

نیست کسی در جهاں کس چو من شیفته
زلف چو مفتول تو عاشق و مفتون دگرد

سرو چمن گرچه هست تازه ولے همچو تو
نکتهٔ شیرین نگفت شیوهٔ موزوں نکرد

درد نهان مرا هیچ علاجے نبود
عقرب زلف ترا هیچ کس افسوں نکرد

عاشق صادق دلے است کو سخن و سرّ تو
تن زد و با کس نگفت خوں شد و بیروں نکرد

روز نشد هیچ شب کاوحدی از هجر تو
نعرہ دگر ساں نداشت نالہ دگر گوں نکرد

(۱۲۵)

یار آں کسے بود کہ بہ کارت نگہ کند
بارے نگہ کنی دو سہ بارت نگہ کند

بار کسے بکش کہ ز پاے ار بیوفتی
بارے بہ اوفتادن بارت نگہ کند

چوں مست شد ز بادهٔ اندوہِ او سرت
جامے دو کم دهد بہ خمارت نگہ کند

از مهر و دوستی چہ کنی فخر کو ز کبر
هر ساعتے بہ دیدهٔ غارت نگہ کند

اغیارت ار نگہ نکنند هیچ باک نیست
چوں اوحدی بکوش کہ یارت نگہ کند

(۱۲۶)

فتنہ از چرخ و قیامت ز زمیں بر خیزد
اگر آں چشم کماں‌کش بہ کمیں برخیزد

اے بسا خانہ پُر از اسپ شود تنگ و سوار
تا سوارے چو تو از خانهٔ زیں برخیزد

چشم و رخسار پری‌وش که تو داری امروز
روز فردا مگر از خلد برین بر خیزد

باغبان قدّ ترا دید همی‌گفت به خود
سرو دیگر چه نشانم اگر این برخیزد

بهر بوسیدن پاے تو سر و روے مرا
سر آن نیست که از روے زمین برخیزد

بخت جمشید تو داری که دو گیسوے دراز
چون دو مارت ز یسار و ز یمین برخیزد

آن که سرمست شبے پیش تو بتواند خفت
نیست هشیار که تا روز پسین برخیزد

ماه تا روے ترا دید و بر او دل بنهاد
بیم آن است که با مهر به کین برخیزد

از سر زلف تو هر چینی شهری هندوست
که شنید این همه هندو که ز چین برخیزد

اوحدی‌را به رخت دل نه شگفت ار بر خاست
که به روے تو عجب نیست که دین برخیزد

(۱۲۷)

دل به خیالے دگر خانه خدا کرده بود
ورنه چنان منزلے از چه رها کرده بود

رفت ز شهر خرد در وطن دام و دد
تا بنماید به خود هرچه خدا کرده بود

معنی خود عرض کرد بر من و دیدم در او
صورت هر نقش کو پرده سرا کرده بود

در سفر هجر او تا نشود دل ملول
یار ز هر جانبے روے فرا کرده بود

شد دل ما زیں سفر کارکن و کارگر
ورنہ بہ جاے دگر کار کجا کردہ بود

گرچہ بہ ہر باغ بس لالہ و گل ریختہ
وربہ بہ ہر خانہ پُر برگ و نوا کردہ بود

دیدہ ز خاک درش ہیچ ہواے نکرد
دید کہ جز باد نیست ہرچہ ہوا کردہ بود

ایں خرد ناسزا راہ ندانست برد
ورنہ رخش ہرچہ کرد بس بہ سزا کردہ بود

گرچہ بہ نقدے کہ ہست سود نکردم بہ دست
خواجہ کرمکار ہست بندہ خطا کردہ بود

ہیچ گرفتے نکرد بر غلط فعل ما
نسبت ایں فعلہا گرچہ بہ ما کردہ بود

کرد بہ طاعت بہا جنّت وصل لقا
لیک ببخشید باز ہرچہ بہا کردہ بود

روے دل ما بدید ہیچ نیاورد یاد
زانچہ تن ناخلف فوت و فنا کردہ بود

عاشق دل خرقۂ داشت ز پیر ازل
چوں بہ ابد باز شد خرقہ قبا کردہ بود

عشق درآمد بہ کار آخر و برداشت بار
ورنہ خرد رنج من جملہ ہبا کردہ بود

مادر دوراں بہ ما شربت مہرے نداد
تا پدر از بہر ما خود چہ دعا کردہ بود

(۱۲۸)

در عشق اگر زبان تو با دل یکے شود
راہ تو از ہزار و دو منزل یکے شود

(۱۲۸)

زیں آب و گل گذر کن و بشنو کہ در وجود
آں کو گل آفرینند و با گل یکے شود

یک اصل حاصل آید و آں اصل نام او
روزے کہ اصل و فرع مسائل یکے شود

جز در طریقِ عشق ندیدم کہ ہیچ وقت
مقتول با ارادت قاتل یکے شود

آں کس کشادہ شد نظرے بر کمال حق
مشنو کہ با چو حرف بہ باطل یکے شود

گر صد ہزار نقش بداری مقابلش
با او مگر حقیقت قابل یکے شود

راہ ار برد بہ حلقۂ اِبْداعیاں دلت
پست و بلند و خارج و داخل یکے شود

بسیار شد عجائب ایں بحر و چوں ز موج
کشتی برآوریم بہ ساحل یکے شود

زیں لا و لَمّ بہ عالم توحید راہ تو
وقتے بود کہ سامع و قائل یکے شود

تا درمیاں حدیث من و اوحدی بود
ایں داروے دو باشد و مشکل یکے شود

(۱۲۹)

شبم ز شہر بدر برد و راہ خانہ نمود
چو وقت آمدنم دیر شد بہانہ نمود

بہ خشم رفتہ دریں گردش زمانم نست
چہ رنجہا کہ بہ من گردش زمانہ نمود

گہے ز چشمۂ جنّت مرا شرابے داد
گہے ز آتش دوزخ بہ من زبونہ نمود

(۱۲۹)

چو مرغ خانه گرفتم دریں دیار وطن
که ایں دیار بہ چشمم چو آشیانه نمود

اگر چه ایں همه فانی است کِز گشت دلم
چنانکه ایں همه فانیم جاودانه نمود

شبی به مجلس رنداں شدم به مے خوردن
چه حالہا که مرا آں میے شبانه نمود

دراں میانه نشانے ز دوست پرسیدم
مرا معانقه پیرے ازاں میانه نمود

چو روز شد همه شکرِ مغاں همی گفتم
که ایں فتوحم از آں بادۂ مغانه نمود

گناه داشتم امّا چو پیش دوست شدم
به کوے خویشتنم برد و آستانه نمود

به راستیش چو گفتم که درمیاں آرم
کرانه کرد و رخِ خویشم از کرانه نمود

رخش ز دیدۂ معنی به صورتے دیدم
که صورت دگراں بازی و بهانه نمود

چو پیش رفتم و گفتم که من یگانه شدم
به طنز گفت مرا اوحدی یگانه نمود

ازاں عمال * شنیدم به راستی غزلے
که بر دلم غزل هر کسے ترانه نمود

(۱۳۰)

اے مردم کور ایں چه بهار است ببینید
گلبن نه و گلہاش به بار است ببینید

---

* ,, عماد ,, مناسب می نماید ۔

فردا همه یک رنگ شود طالب و مطلوب
امروز یکی را که هزار است ببینید

آن ماه که دل می‌برد از ما رخ و زلفش
بر منظرهٔ لیل و نهار است ببینید

ماییم به بار آمده در گلشن هستی
یا اوست که بر صُفّهٔ بار است ببینید

بر گرد زمین این چه سپاه است بجویید
در گرد زمان آن چه سوار است ببینید

ما میوهٔ شیرین درخت دوجهانیم
باز این چه درخت و چه ثمار است ببینید

بس نسخه گرفتید ز هر شیوه و هر شکل
این نسخه که از صورت یار است ببینید

وز چیست درو غیب نگاریده طلسمات
این خود چه طلسم و چه نگار است ببینید

این طرز که از کارگه کون برآمد
هم اوّل و هم آخر کار است ببینید

بعد از شب تار آمدن روز توان دید
آن روز که اندر شب تار است ببینید

گر چشم خدایین بکشایید خود اینجا
هم محشر و هم روز شمار است ببینید

شرح سخن اوحدی آسان نتوان گفت
شعرش بهلید این چه شعار است ببینید

(۱۳۱)

دیگی که پار پختم چون ناتمام بود
باز آمدم که پخته شود هرچه خام بود

امسال نام خویش بشوییم به آب می
کان زهدهای پار من از بهر نام بود

بسیار سالهاست که دل راه می‌رود
وان گه بدان که منزل اوّل کدام بود

چون آمدم به تفرقه از جمع او مگر
آن بار خاص باشد و این بار عام بود

بر دل شبی ز روزن جان پرتوی نتافت
گفتم که صبح باشد و آن نیز شام بود

وقتی سلام او ز صبا می‌شنید گوش
در وَرطه‌ها سلامت ما زان سلام بود

زین پس مگر به مصلحت خود نظر کنیم
کاین چند گاه گردن ما زیر دام بود

دل زین سفر کشید به هر گام زحمتی
مِن بعد کام باشد و آن جمله گام بود

وقت این دم است اگر ز دَمِ غول می‌رهیم
کان چند ساله راه پُر از دیو و دام بود

در آفتِ وَخیم بُد این راه سر به سر
کان بار بس گران و شتر بس حمام بود

بر آسمان عشق هلالِ وجود من
صد بار بدر گشت ولی در غمام بود

جوهر نمی‌نمود ز زنگار عار و ننگ
شمشیر ما که تا به کنون در نیام بود

اکنون درست شد که جز احرام عشق او
در بند هر کمر که شد این دل حرام بود

گر دیرتر به خانه رسد زین سفر که کرد
تاوان بر اوحدی نبود کو غلام بود

(۱۳۲)

سوز تو شبی به سازم آورد و اندر سخن درازم آورد
زان هر که تو روی باز کردی از هرچه بجز تو بازم آورد
گر کیج زنند رخ نپیچم زین قبله که در نمازم آورد
اقبال به کعبهٔ وصالت بی درد سرِ حجازم آورد
چون تو به منزل امانی با بدرقه و جوازم آورد
لطف تو به مکّهٔ حقیقت از بادیهٔ حجازم آورد
ای بخت که دل به خواب می‌جست بیدار ز در فرازم آورد
این قاعدهٔ نیازمندی در عهد تو بی نیازم آورد
چون دید که شمع جمع عشقم اندوه تو در گدازم آورد

گستاخی اوحدی برِ تو
در غارت و تُرک و تازم آورد

(۱۳۳)

هردم از خانه رخ بدر دارد در پیِ عاشقی نظر دارد
هر زمان مست بر سر کویی با کسی دست در کمر دارد
یارِ آن کس شود که می نوشد دستِ آن کس کشد که زر دارد
دوست گیرد نهان و فاش کند مخلصان را درین خطر دارد
هرکه قلّاش‌تر ز مردم شهر پیش او راه بیشتر دارد
در خرابات ما شود عاشق هرکه سودای دردِ سر دارد
یار ترسای ما مترس از کس عاشقی خود همین هنر دارد

مزن ای اوحدی بجز درِ دوست
کان دگر خانه‌ها دو در دارد

۱۳۴

چه عشق است ایں که در دل شد　کزو پایم دریں گل شد
به بند او در افتادم　کشیدم بند و مشکل شد
چه شربت بود عشق او　که جاں را زهر قاتل شد
قیامت بیند آں دستے　کزاں قامت حمائل شد
چو با آیینۀ خاطر　جمال او مقابل شد
هر آں نقشے که بر دل بود　پنهاں گشت و باطل شد
ازو من سایۀ بودم　به نور آں سایه زائل شد
مریدے را مرادے بود　ازاں دلدار حاصل شد

ریاضت اوحدی مر برد
و ایں درویشِ وَاصل شد

(۱۳۵)

دوشم از کوے مغاں دست به دست آوردند
ز خرابات سوے صومعه مست آوردند

هیچ مےخوارۀ ندارد طمع حور و بهشت
ایں بشارت به من بادۀ پرست آوردند

ساقیانش ز مے عشق چو کردندم نیست
به میے دیگرم از نیست به هست آوردند

زلف و خال و خط خوباں همه رنج است آنها
از کجا ایں همه تشویش به دست آوردند

ایں شگرفاں که نگنجند در آفاق از حسن
در چنیں سینۀ تنگ از چه نشست آوردند

قلب و سالوس و ریا را نشکستند درست
مگر ایں قوم که در زلف شکست آوردند

اوحدی را چو ازیں دائرہ دیدند بدر
زود در حلقۂ آں زلفِ چو شست آوردند

(۱۳۶)

هر زماں آشفتہ دل نامم کند | تا دل آشفتہ در دامم کند
چوں شود راز دل من آشکار | بعد ازاں پوشیدہ پیغامم کند
گر ببزم عیش بنشاندد مرا | پاسباں خویش بر بامم کند
تا نبیند دیدۂ من روے غیر | بادۂ توحید در کامم کند
تا نبینم نیز روے او بہ خواب | سالها بیخواب و آرامم کند
از براے وصف روے خویشتن | شهرۂ آفاق و ایّامم کند
گاہ بهتر دارد از خاصاں مرا | گاہ سرگرداں تر از عامم کند
گر بخواهد تا بگردد راہ من | روے در لوحِ الف لامم کند
تا کہ بنشیند زمانے آتشم | همنشین بادۂ خامم کند
چوں شود کم عشق من عشقے دگر | با شراب لعل در جامم کند
از براے آں کہ بفریبد مرا | پیش خلق اعزاز و اکرامم کند
چشم او را گر خبر آید بہ روے | گوش بر آواز الهامم کند
چوں بخواهد سختنم در دوستی | آزمایشها بہ دشنامم کند
چوں نماند قوّتم در پاے کار | دستگیری زود در کامم کند

تا نباشم بے حدیثِ آں غزال
در غزلها اوحدی نامم کند

(۱۳۷)

هر کہ مشغول تو گشت از دگراں باز آید
واں کہ در پاے تو افتاد سر افراز آید

هر کبوتر کہ ز دام سر زلفت بجہد
بہ سر دانۂ خال تو سبک باز آید

وقت جاں دادن اگر بر رخت افتد نظرم
چشم من تا بہ لب گور نظرباز آید

ور سگ کوے تو در گور من آواز دہد
استخوانم زنشاط تو بہ آواز آید

مفلسے را کہ خیال تو در افتد بہ دماغ
گر صدش غم بود اندر طرب و ناز آید

آں کہ با واقعۂ عشق تو پرداخت چو من
نہ عجب گر بہ سخن واقعہ پرداز آید

خود گرفتم ز غم خویش بسوزی تو مرا
چوں من امروز کہ داری کہ سخن ساز آید

قصۂ اوحدی ار باد بہ شیراز برد
کاروانے شکر از مصر بہ شیراز آید

(۱۳۸) *

خوبرویانِ جفاپیشہ وفا نیز کنند
بہ کساں درد فرستند و دوا نیز کنند

پادشاہانِ ولایت چو بہ نخچیر آیند
صید را پاے ببندند و رہا نیز کنند

نظرے کن بہ من اے دوست کہ ارباب کرم
بہ ضعیفاں نظر از بہر خدا نیز کنند

بوسۂ زاں دہن تنگ بدہ یا بفروش
کایں متاعیست کہ بخشند و بہا نیز کنند

* یہ غزل دیوان سعدی میں بھی موجود ہے ۔

عاشقاں را ز در خویش مراں تا بر تو
مال و سر هر دو ببازند و دعا نیز کنند

گر کند میل به خوباں دلِ من عیب مکن
کایں گناهیست که در شهر شما نیز کنند

بر زباں یاد منت گر برود حیفے نیست
پادشاهاں به غلط یاد گدا نیز کنند

تو خطائی بچهٔ از تو خطا نیست عجب
کانکه بر راه صواب اند خطا نیز کنند

اوحدی گر نکند یار ز ما یاد مرنج
ما که باشیم که اندیشهٔ ما نیز کنند

(۱۳۹)

آں را که چوں تو لالهرخے در سرا بود
میلش به دیدن گل و سوسن چرا بود

سرو و سمن به قدِ تو مانند و روے تو
گر سرو با کلاه و سمن در قبا بود

در پاے خود کشی به ستم هر دمے مرا
بیچاره عاشقے که به دست شما بود

با ایں کمان و دست که ما راست پیشِ تو
گر تیر بر نشانه زنیم از قضا بود

بارے روا کن از دهنِ خویش کام من
زاں پس گرم به جور بسوزی روا بود

یا زلف را مهل که کند قصد خون من
یا بوسهٔ بده که مرا خونبها بود

یک دم دلم ز درد تو خالی نمیشود
من دل ندیده ام که چنیں مبتلا بود

/

گوئی بہ صبر چارہ کن ایں روز عشق را
آخر بہ روز عشق صبوری کجا بود

نام دوا مبر برِ عاشق کہ مرگ بہ
رنجور عشق را کہ نظر بر دوا بود

گفتی شنیدہ ام سخن اوحدی ، عجب
کس چشم آں نداشت کہ گوشت بہ ما بود

گر زاں کہ چوں غم بخوری از تو طرفہ نیست
کاں کو غم شما خورد اینش چرا بود

(۱۳۰)

عرق چو از رخت اے سرو دلستاں بچکد
ز خاک لالہ برآید ز لالہ جاں بچکد

ہزار بار پس از مرگ زندہ شاید شد
بہ بوے آب حیاتے کزاں دہاں بچکد

ازاں حدیث لبت بر زباں نمی‌رانم
کہ نازک است و مبادا کہ از زباں بچکد

ز شرم روے تو در باغ وقت گل چیدن
گل آب گردد و از دست باغباں بچکد

بہ حسرت رخ چوں آفتاب اندر صبح
ستارہ خوں شود از چشم آسماں بچکد

مرا تنیست کہ گوئی ہمیں نفس برود
ترا رخیست کہ پنداری ایں زماں بچکد

معلّق است مرا دل بہ طاعتِ تو چناں
کہ گر بہ خونش اشارت کنی رواں بچکد

چہ سود چاہ زنخداں سرنگوں کہ تراست
چو قطرۂ نگذاری کہ رایگاں بچکد

زماں زماں بہ زلال لب تو تشنہ ترم
اگرچہ شعر بگویم کہ آب ازاں بچکد

نگاہ داشتہ ام خون اوحدی تا تو
رہا کنی کہ بر آں خاک آستاں بچکد

(۱۴۱)

ہزار قطرۂ خونم ز چشم تر بچکد
بہ شرم چوں عرق از روے آں پسر بچکد

سرشک چیست کہ در پاے او نباشد حیف
سواد مردمک دیدہ گر بصر بچکد

خیال اوست در ایں آب چشم و می ترسم
کہ وقت گریہ مبادا بہ یکدگر بچکد

مرا کہ سینہ کباب است و دل بر آتش او
عجب نباشد اگر خونم از جگر بچکد

یقیں کہ خاتم چشمم شود خراب شبے
اگر بدیں صفت از شام تا سحر بچکد

حلال می‌کنم ار خون من بریزد خصم
بہ شرط آں کہ بر آں آستان و در بچکد

بہ شکل آب حیاتے کہ مردہ زندہ کند
ز گوشۂ لب شیریں او مگر بچکد

گر از لبش نچشی شربتے نگہ نکنی
بہ شربت عرق پند گر شکر بچکد

بہ بوے آں کہ گلے از رخش بہ دست آرد
چہ خوں کہ از دل گرم گُلابگر بچکد

برابر رخش ار شمع را برافروزند
ز شرم عارضش از پا تا بہ سر بچکد

(۱۳۱)

قباش بر تن نازک چو بید می‌لرزد
ز بیم آن که ز آسیب آن کمر بچکد

ز نوکِ کلکِ گهربندِ اوحدی هر دم
به یادِ لعلِ لبِ آن پری گهر بچکد

حدیث خوبیِ این دلبران آتش روی
مرا رواست که آبم ز شعر تر بچکد

(۱۳۲)

معشوقه بی جفا نباشد ور بُود به عهد ما نباشد
هرگز سر کوی خوبرویان بی فتنه و ماجرا نباشد
هرچند که یار ما خطائیست ما را نظر خطا نباشد
ای با همه طلعت تو نیکو با طالع ما چرا نباشد
دعوی چه کنی به روی‌پوشی پوشیدن مه روا نباشد
خوبی که ندید روی او کس امروز بجز خدا نباشد
عشق تو قضای آسمانی است کس را گذر از قضا نباشد
من عاشقم و لبت ببوسم عاشق همه پارسا نباشد
گفتی که ترا دوا صبوری است این درد بود دوا نباشد
آن غم که تو ریختی درین دل جایی برسد که جا نباشد
زیرا قدمت ببوسم ایرا بالای تو بی بلا نباشد
زر می‌خواهی ترا ز من خود یک بوسه بهبها نباشد

زر پُر مطلب که اوحدی را
در دست بجز دعا نباشد

(۱۳۳)

عاشق کسی بود که چو عشقش ندا کند
اوّل قدم ز روی وفا جان فدا کند

(۱۵۰)

دلبر که دستگیری عاشق کند ز لطف
گرجان کنند در سر کارش کرا کند

زهره که دشمنی دهد از بهر رنج تو
بستان به یادِ دوست بخور تا شفا کند

بستم دکان مشغله را در به روی خَلق
تا عشق او درآید و بیع و شرا کند

زاں آستاں نمی‌گذرم تا جفای او
خاکم وظیفه سازد و خونم چرا کند

بر کشتگان تیغ غم او کفن مپوش
کاں به شهید عشق که از خوں ردا کند

مجنوں که شب رود بر لیلی شگفت نیست
روز ار تحمّلی ز سگانِ هما کند

باد هوا ست چار حدِ آں خراب کن
هر خانه را که جز هوس او بنا کند

اے اوحدی ز هرچهٔ کنی کارِ عشق به
آیا کسے که عشق ندارد چها کند

(۱۴۳)

حدیث آرزومندی قلم دشوار بنویسد
ز بهر آں که اندک باشد ار بسیار بنویسد

ز کار دوست بیکار است گفتن قصّه با دشمن
به کار افتاده گویم کز میانِ کار بنویسد

دلیل حرقت ایں سینهٔ رنجور بنماید
حدیث رقّت ایں دیدهٔ بیدار بنویسد

(۱۵۱)

زمین‌بوس و سلام و اشتیاق و خدمتم یکسر
بدان ابرو و چشم و قامت و رفتار بنویسد

حکایت ریزهٔ زین عاشقِ دلخسته بر گوید
شکایت گونهٔ زان طرّهٔ طرّار بنویسد

کند در نامه یاد از عهد و از پیمان و من درپی
نهم زنهار بر جانش که صد زنهار بنویسد

سیاهی گر نماند در دوات از خون چشم من
به سرخی آنچه باقی ماند از طومار بنویسد

سخنهایی که داریم از جفای چرخ بنگارد
ستمهایی که دیدیم از فراق یار بنویسد

ازین بیچارگی شرحی دهد در نامه کان دلبر
چو برخواند جوابِ اوحدی ناچار بنویسد

(۱۴۰)

دل می‌برد امشب ز من آن ماه بگیرید
دزد است و شب تیره بر او راه بگیرید

اندر رگ و پی آه من است آتش سوزان
گر شمع فرو ریزد ازین آه بگیرید

گر دل نکند نرم به فریاد و به زاری
او را ز چپ و راست به اکراه بگیرید

ناگه دل من برد چو آگه شدم او را
آگاه کنید از من و ناگاه بگیرید

این قصّه دراز است مگویید چه کرد او
گوئی که دلی گم شد و گمراه بگیرید

گر زلف چو شستش به کف افتد ز رخ و لب
یک بوسه و ده بوسه و پنجاه بگیرید

تا زنده ام او را برسانید به من باز
چون مرده شدم خواه بشد خواه بگیرید

زندانِ دل ما همه چاهِ زنخ اوست
دلهای گریزنده در آن چاه بگیرید

او گر ندهد داد دل اوحدی امشب
فردا بدر آیید و در شاه بگیرید

(۱۳۶)

در درد و غم عشق تو بسیار کسانند
تنها نه منم خود که درین غصّه بسانند

کو محرم رازی که اسیران محبّت
حالی بنویسند و سلامی برسانند

با محتسب شهر بگویید که امشب
دستار نگهدار که بیرون عسسانند

ای دانهٔ دُر عشق تو دریاست و لیکن
افسوس که نزدیک کنار تو خسانند

شاید که ز حسرت به هوس مرد بیاید
خود مردم این شهر مگر بی هوسانند

با جور رقیبان ز لبت کام که یابد
من ترک بگفتم که عسل را مگسانند

ای اوحدی از لاشهٔ لنگ تو چه خیزد
کاندر هوس او همه تازی فرسانند

(۱۳۷)

ترا چه تحفه فرستم که دلپذیر شود
مگر همین دل مسکین چو ناگزیر شود

به بوی زلف تو از نو جوان شوم هر بار
هزار بار کنم گر ز غصّه پیر شود

اگر تمامت خوبانِ خلد پیش آیند
گمان مبر که مرا جز تو در ضمیر شود

بدان صفت که تو آن زلف می‌کشی در پای
به هر زمین که رسی خاک او عبیر شود

عجب که نوش لب و ذوق بوسهٔ تو دهد
به آب زندگی ار گلشکر خمیر شود

نبیند این همه خواری که از تو می‌دیدم
مجاهدی که به شهر فرنگ اسیر شود

خدنگِ غمزهٔ شوخت ز جوشن دل من
گذار کرد چو سوزن که در حریر شود

گرش ز ابرو و مژگان حیات بارد و نوش
چو نوبتش به من آید کمان و تیر شود

دران دلی که تو داری اثر نخواهدکرد
هزار بار اگر ناله بر اثیر شود

مرا که شوخی چشمت چنین ز پا انداخت
چه باشد ار سر زلف تو دستگیر شود

ضرورت است که همسایه را بر اندازند
دران دیار که همسایهٔ فقیر شود

چنین که گشت به عشق تو اوحدی مشهور
عجب مدار که بر عاشقان امیر شود

کسی که صرف کند عمر خویش در کاری
شگفت نیست که در کار خود بصیر شود

(۱۳۸)

گفتم که بی وصال تو ما را بسر شود
گر صبر صبر ماست عجب دانم ار شود

مهر تو بر صحیفهٔ جان نقش کرده ایم
مشکل خیال روی تو از دل بدر شود

گفتی که مختصر بکنیم این سخن بلی
لب بر لبم بنه که سخن مختصر شود

غیرا ز دو بوسه هرچه به بیمار خود دهی
گر آب زندگی است چو خون جگر شود

گر ما بلا کشیم ز بالات عیب نیست
کار دل است و راست به خون جگر شود

از فرق آسمان برباید کلاه مهر
دستی که در میان تو روزی کمر شود

روزی به آستانهٔ وصلت برون خرام
تا اوحدی به جان و دلت خاک در شود

(۱۳۹)

مردم شهرم به می خوردن ملامت می کنند
ساقیا می ده بهل کایشان قیامت می‌کنند

روی در محراب و دل پیش تو دارند ای پسر
پیشوایانی که مردم را امامت می‌کنند

بر در مسجد گذاری کن که پیش قامتت
در نماز آیند آنهایی که قامت می‌کنند

صوفیان کز خلقهٔ زلفت بجستند این زمان
داده اند انصاف و ترتیب غرامت می‌کنند

باغبانان خدمت سرو و گل اندر بوستان
سال و مه بر یاد آن رخسار و قامت می‌کنند

(۱۴۹)

هم ز زیر لب به دشنامی جوابی بر فرست
عاشقانی را که زیر لب سلامت می‌کنند

اوحدی را از جهان چشم سلامت بود لیک
خال و زلفت خاک در چشم سلامت می‌کنند

(۱۵۰)

صنما بی تو مرا کار به جان آمده گیر
دلم از درد فراقت به فغان آمده گیر

دل شوریده ز هجر تو به جان می‌آید
جان سرگشته ز جورت به دهان آمده گیر

زان زنخدان چو سیبی تو بده یک بوسه
وان که از باغ تو سیبی به زیان آمده گیر

خلق گویند که حال تو بر دوست بگوی
حال خود گفت و بر دوست گران آمده گیر

چند گوئی تو که در عشق جوانی نیکوست
پیر خواهیم شد از عشق جوان آمده گیر

آرزوی تو گر آن است که من کشته شوم
آن چنان کآرزوی تست چنان آمده گیر

گفته اوحدی آن به که ز پیشم برود
رفته از پیش تو و باز دوان آمده گیر

(۱۵۱)

شهر بگرفت آن کمان ابرو به بالای چو تیر
خسروان را جای تشویش است ازان اقلیم گیر

بُردمش راز امیری تا بخواهم داد ازو
چون بدید او راز من آشفته تر شد آن امیر

هر دبیرے را کہ فرمایم نوشتن نامۂ
پیش او جز شرح حال خویش ننویسد دبیر

واں تن همچوں خمیر سیم و آں موے دراز
کرد باریکم چو مویے کش بر آرند از خمیر

میل عاشق چوں کند دلبر چو بیند رو رقیب
داد مسکیں کے دهد سلطاں چو نگذارد وزیر

در دل او عاقبت یک روز تاثیرے کند
نالہ و آهے کہ هر شب میرسانم تا اثیر

هر کہ همچوں اوحدی خود را نخواهد مبتلا
گو نظر کمتر فگن بر روے یار بےنظیر

(۱۵۲)

گرچہ دورم نہ صبورم ز تو اے بدر منیر
دور بادا کہ کند صبر ز یاد تو ضمیر

دلم آخر ز تو چوں صبر تواند کاوّل
گِلم از خاک سر کوے تو کردند خمیر

چشم ازاں غمزہ و رخسار نبتوانم دوخت
اگرم غمزہ و چشم تو بدوزند بہ تیر

سر فدا کردم و جاں میدهم و دل بر تست
جگرم نیز مکن خوں کہ نکردم تقصیر

نکنم قصّۂ زلفت کہ حدیثے است دراز
نبرم نام فراقت کہ گناهے است کبیر

بارها پیش تو ایں نامہ فرستادم لیک
دیرها شد کہ جواب تو نیاورد بشیر

چوں رسد نامۂ وصل تو بہ من چوں تو ز کبر
نام من خود ننویسی و نگوئی بہ دبیر

(۱۵۲)

گوش بر نالهٔ من دار و ببین حال دلم
تا ننالم به خدایے که سمیع است و بصیر

ناگزیر است که با خوے تو در سازد دل
که ندارد بجز از دیدن روے تو گزیر

فاش کرد اوحدی این واقعه ازپیر و جوان
که تو معشوقِ جوانی و منت عاشقِ پیر

(۱۵۳)

اے ساربان که رنج کشیدی ز راهِ دور
آمد شتر به منزل لیلی مکن عبور

اینجا نزول کن که ازین آب و این هوا
هم سینه یافت راحت و هم دیده یافت نور

این است خارها که ازو چیده‌ایم گل
وین جاے خیمه‌ها که درو دیده‌ایم حور

این لحظه آتش است بجایے که بود آب
و امروز ماتم است بجایے که بود سور

آن شب چه شد که بے رخ لیلی نبود هی
وان روز کو که موقف دیدار بود طور

خون جگر بریخت دل من به یاد دوست
اے چشم اشکبار چرا گی چنین صبور

زین پیش بود نفرتم از دَور و از زمان
دَورم چنان گداخت که هستم ز خود نفور

جز دست‌بوسِ دوست نباشد مرا مراد
روزے که سر ز خاک بر آرم به نفخ صور

اے اوحدی چو روے کنی در نماز تو
به روے او مکن که نمازا است بے حضور

(۱۵۴)

تو از دست که خوردی مے که خشم آلودهٔ دیگر
مگر با دشمنان ما قدح پیمودهٔ دیگر

ز شادیها چه بنشستی به غیرتها چه برجستی
اگر دشمن ندانستی که بے ما بودهٔ دیگر

میان در بسته بودی تو که با اغیار بنشستی
میان خویش و اشکِ ما چرا بکشودهٔ دیگر

دلم فرسودهٔ صد بار چون از عاشقان خود
کم از من کس نمی بینی مرا فرسودهٔ دیگر

مرا چون زان لب شیرین ندادی هیچ حلوایے
نمی‌دانم که خودم را چرا پیمودهٔ دیگر

مقابل در حضور خود جفا زین بیش می‌گفتی
شنیدم آن که در غیبت کرم فرمودهٔ دیگر

دلم را می‌نمائی رخ که قصد خون من داری
پس از ماهے که روے خود به من بنمودهٔ دیگر

مرا آسوده پنداری که هستم در فراق تو
زهے از جست و جوے من که چون آسودهٔ دیگر

دلت بر اوحدی هرگز نمی‌سوزد به دلداری
فغان و نالههاے او مگر نشنودهٔ دیگر

(۱۵۵)

دل من فتنه شد بر یار دیگر — چه خواهی کردن اے دل بار دیگر
ندیدم در تو چندان کاردانی — که اندر پیش گیری کار دیگر
بهل تا بر سر ما پاره گردد — به نام نیک یک دستار دیگر
ازان زاری نه بیزاری همانا — که از نو می‌نهی بازار دیگر

مهانت را نبود آں بند غم بس — کہ می بندی بر او زنار دیگر

چناں زاں رخنہ‌ها نیکت نیاید — کہ خواهی جستن از دیوار دیگر

مرا گوئی کزیں یک برخوری تو — چہ بر خوردم ز پنج و چار دیگر

چرا دلدارِ نو می‌آزمائی — چو دیدی جورِ آں دلدار دیگر

چو آسانت نشد دشوار بنشیں — چہ افتادی دریں دشوار دیگر

گرایں برق آں چناں سوزد کہ دیدم — کہ دارد طاقت دیدار دیگر

تو آں افسانہ و افسوں ندانی — کزیں سوراخ گیری مار دیگر

مکن دعوٰی بہ عشق شاهداں پر — کہ موقوفی بہ ایں اقرار دیگر

پهل عشقے کہ کُشتہ است اوحدی را
بساں اوحدی بسیار دیگر

(۱۵٦)

ما بغیر از یار اوّل کس نمی‌گیریم یار
اختیار اوّلیں یار است و کردیم اختیار

هر زماں مهرے و پیوندے نباشد سودمند
هر زماں عهدے و پیمانے نباشد سازگار

تن یکے داریم و در یک تن نمی باید دو سر
دل یکے داریم و در یک دل نمی‌گنجد دو یار

دل چہ باشد عشق می‌باید کہ باشد بر مزید
سر چہ باشد مهر می‌باید کہ باشد بر قرار

اے نصیحت گو ملامت چند و جور از دست تو
صد گریباں پارہ کردم دستم از دامن بدار

گر تو هم در سینہ داری غیرتے رشکے ببر
ور تو هم در هیدہ داری حیرتے شکے ببار

عاشقم گر عاشق شوریده بینی در گذر
بیدلم گر بیدل آشفته بینی در گذار

دامنم را گر تهی دیدی ز گل خارم منه
دلبرم را چون پری دیدی ز من بارم مدار

اوحدی از یار هرجائی چه نالی بیش ازین
با تو می‌گفتم که این کارت نمی‌آید به کار

(۱۵۷)

بگشای ز رخ نقاب دیدار تا نگذرد از درت خریدار
این پرده که بر در است بر در وین سایه که بر سر است بردار
گفتی بنشین که من بیایم بنشستم و نیستی تو آن یار
کز یاری من نیامدت ننگ وز صحبت من نباشدت عار
زین قاعدهٔ خلاف بگذر وان داعیهٔ خلاف بگذار
تا کی باشیم پشت بر در وز هجر تو کرده رخ به دیوار
هرکس به حساب تار و پود است ما با سخن تو در شب تار
پنداشتمت که مهربانی وان نیز خیال بود و پندار
سر در سر کار عشق کردیم و آگه نشدی زهی سروکار
هر لحظه مکن به کشتنم زور هر روز مکن به هشتنم زار
با آن دلِ برده باز پس ده یا این تن مرده نیز مگذار

مپسند که از فراقِ رویت
فریاد بر آرم اوحدی وار

(۱۵۸)

مگذر ای ساربان ز منزل یار تا دمی در غمش بگریم زار
از برای کدام روز بود اشک خونین و دیدهٔ خونبار

گر قیامت کنیم شاید ازانک تا قیامت فتاد مان هیدار
یار با دوست بودہ ایم اینجا آہ ازین پیش دوست بودی یار
ساقی ار جام بادۂ داری بہ چہ داری چنین بیار بیار
مطرب ار مانعی و عذری نیست نفسی وقت عاشقان خوش دار
غزل اوحدی گرت یاد است
بر منش خوان بہ یادِ آن دلدار

(۱۰۹)

من کہ خمّارم بہ مسجدہا مدہ راہم دگر
کاں زماں مے خوردم ودر حال مےخواہم دگر

محنت من جملہ از عشق است و رنج از آگہی
بادۂ در دہ کہ عقلم ہست و آگاہم دگر

رحم بر مسکینِ سرگرداں بگفتی واجب است
رحمتے بر من کہ سرگرداں و گمراہم دگر

مدتے در بستہ بودم دیدہ از دیدار خواب
صورت او در خیال آمد ز ناگاہم دگر

روے گندمگون او با من نمیدانم چہ کرد
این ہمیدانم کہ ہمچوں کاہ میکاہم دگر

با زنخدانش مرا میل است میدانم کہ زود
خواہد افگندن بہ نازے اندریں چاہم دگر

ہم نبخشودے دلش بر نالۂ شبہاے من
گر بہ گوش او رسیدے نالہ و آہم دگر

اوحدی امسال گر آہنگ رفتن میکند
گو سفر میکن کہ من حیران آن ماہم دگر

من که بر عشقش بریدستند خاک از کودکی
چون توان از عشق ببریدن به اکراهم دگر

(۱۶۰)

نیک میخواهی که از خود دورم اندازی دگر
وان دل سنگین ز مهرش هم بپردازی دگر

آتشے در من زدی از هجر و میگوئی مسوز
با من مسکین سرگردان نمیسازی دگر

دل ز من بردی و گوئی با تو بازی میکنم
راست میپرسی به خون من همیبازی دگر

پردهٔ انداختی بر روے و سیلے در گذار
تا مرا بر آتش اندوه نگدازی دگر

زان همیترسم که چون فارغ شوی از قتل من
روے را رنگین کنی و زلف بفرازی دگر

بستهٔ بر دیگرانم باز و میدانم که چیست
ایمنم کردی که پنهان بر سرم تازی دگر

سفتم از حضرت جدا کردی و از درگاه دور
آه اگر بر حال من چشمے نیندازی دگر

مفلس و بیمایه مگذارم چنین گر هیچ وقت
تازه خواهی کرد با من عهدِ انبازی دگر

اوحدی را خون همیجوشد که دورش میکنی
صوفی کافر بخواهیکشتن اے غازی دگر

(۱۶۱)

اے دل بیا و در رخ آن حور مینگر
بفگن حجاب ظلمت و در نور مینگر

(۱٦۳)

هر خیز و از شراب غمش مست گرد و باز
بنشین دران دو نرگس مخمور می‌نگر

یارے کہ دل ز دیدن او تازہ می‌شود
مستور گو مباش و تو مستور می‌نگر

بر خوانِ عشق حاجت دست دراز نیست
کوتہ نظر مباش و بہ منظور می‌نگر

وقتے کہ انگبین وصالش کنند بخش
خوے مگس مگیر و چو زنبور می‌نگر

چون گربۂ حریص مکن قصد گِردِ ران
قصّاب را ببین و بہ ساطور می‌نگر

تنگ شکر بکرد مرا جان‌گداز و تو
از گوشۂ چو مردم مخمور می‌نگر

علّت حجاب می‌شود اندر میان خلق
دست از طمع بدار و بہ فغفور می‌نگر

نزدیک یار اگر ندهندت مجال خلق
بنشین و همچو اوحدی از دور می‌نگر

(۱٦۲)

دلبر من بر گذشت همچو بهارے دگر
بر رخش از هفت و نُہ نقش و نگارے دگر

گفتمش اے جان بیار دستت و یاری بدہ
گفت نیارم کہ هست بِہ ز تو یارے دگر

گفتمش آخر مکن بیش کنار از برم
گفت دلم می‌کند میل کنارے دگر

(۱٦۴)

گفتمش از مهر تو گشت دهارم چو لیل
گفت که پیش از تو بود لیل و نهارے دگر

گفتمش از وصل تو آیِ من خسته کو
گفت که امروز رفت آنِ تو بارے دگر

گفتمش امروز کن گر گذرے می‌کنی
گفت که فردا کنم بر تو گذارے دگر

گفتمش از کارِ تو نیک فروماندہ ام
گفت برو بعد ازین در پے کارے دگر

گفتمش اے بیوفا عہد همین بود و مہر
گفت بہ از من ببین مظلمہ دارے دگر

گفتمش آں دل کہ من پیش تو دادم بدہ
گفت کہ می‌آورند چند قطارے دگر

گفتمش ار دیگرے عاشق زارم کند
گفت بہ دست آورم عاشق زارے دگر

گفتمش ار اوحدی نیست شود در غمت
گفت بہ از اوحدی هست هزارے دگر

(۱٦۳)

هیچ نقّاشے نیامیزد چنیں رنگ اے پسر
از تو باطل شد نگارستان ارسنگ اے پسر

گرچہ می‌دانم کہ خوبان بہشتی چابک اند
هم نپندارم کہ باشند این چنیں شنگ اے پسر

روے سبزاں گشت اندر حلقۂ زلفت سیاہ
سرخ رویاں را ببرد از چهرہها رنگ اے پسر

زخم تیر غمزهٔ آهن شگافت را هدف
سینهٔ می‌باید از پولاد یا سنگ اے پسر

طاقت جنگت ندارم آشتی کن بحد ازین
آشتی چوں می‌تواں کردن مدن جنگ اے پسر

هر سوارے زاں لب شیریں شکارے می‌کند
اسپ بخت ما دریغ از نیستے لنگ اے پسر

هم به چنگت کردمے سازے گرم بودے ولے
بر نمی‌آید مرا جز نالہ از چنگ اے پسر

با جفا دیگر چرا تنگ اندر آوردی عناں
رحم کن بر ما کہ مسکینیم و دلتنگ اے پسر

هر غمے را چارهٔ کردم به فرسنگے ولے
با فراقت بر نمی‌آیم به فرسنگ اے پسر

اوحدی را در غمت ینگیم بجز مردن نماند
گر بمانی مدّتے دیگر بریں ینگ اے پسر

(۱۶۳)

از بادہ در فصل خزاں افتاں و خیزاں نیکتر
ور بادہ دلدارے دهد خود چوں بود زاں نیکتر

شد باغ بر ینگے دگر هر برگے از رنگے دگر
در زیرش آونگے دگر از لعل و مرجاں نیکتر

صرصر غُبار انگیختہ در شاخسار آویختہ
بر ما نثارے ریختہ از صد در افشاں نیکتر

شاخ رزاں در کِشت رز پوشید رنگارنگ خز
هر گوشہ شادُروانے از تخت سلیماں نیکتر

بر شاخساراں سور بیں واں سیبها چوں نور بیں
شَسنے بہ چشم دوربیں از روے جاناں نیکتر

فصلے چنیں می‌خواهے برکش نواے چنگ و نے
ور گر توانی‌کرد پے گم کن که پنهاں نیکتر

به اوحدی مستی مکن با نیستاں‌هستی مکن
چندیں سبکدستی مکن اے وصلت از جاں نیکتر

(۱۶۵)

وقت گل است اے غلام روز مے است اے پسر
شیشه بیار و قدح پسته بریز و شکر

جامهٔ زهدے که بود بر تن ما تنگ شد
بادهٔ صافی بیار خرقهٔ صوفی ببر

اے صنمِ جنگ‌ساز تن چه زنی رود زن
وے بت عاشق نواز غم چه خوری باده خور

چوں به یقیں خوردنی است روزی خود را تو نیز
دیر چه پائی بنوش تا ببری زود تر

اے که میاں بستهٔ باز به خوں‌ریز ما
چند ز مسکیں‌کُشی کار نداری مگر

بارِ تو من برده ام بر دگرے می‌خورد
رنج زیادت ببیں کار سعادت نگر

روز و شبم بر در است دیده به امّید تو
از در وصلے درآ تا نروم در به در

در دل من سوز عشق شعله زن آمد ولے
زاں چه مرا در دل است هیچ نداری خبر

باده بیاور که هیچ توبه نخواهند کرد
مدّعی از وعظِ خشک اوحدی از شعر تر

(۱٦٦)

کاکل کافرانه بین زیور گوش او نگر
وان مغلیے به غولها بر سر و دوش او نگر

رنگ قمر کجا بری روے چو ماه او ببین
تنگ شکر چه می‌کنی لعل خموش او نگر

شیوه کنان چو بگذرد بر سر اسپ گام زن
تندی مرکبش ببین گرمی و جوش او نگر

در عجبی ز حیرتم در رخ چون نگار او
حیرت من چه می‌کنی بردن هوش او نگر

گر به رخش نگه کنم تیز نگاه می‌کنی
زهر مریز بر دلم چشمهٔ نوش او نگر

مست شبانه بامداد آمد و کرد قتل ما
فتنهٔ روز ما مبین مستی دوش او نگر

اے که به وقت تاختن غارت او ندیدهٔ
حجرهٔ اوحدی ببین خانه فروش او نگر

(۱٦۷)

باد بهار می‌دمد و من ز یار دور
با غم نشسته دائم و از غمگسار دور

آن را که در کنار به خون پروریده ام
خون در کنار دارم او از کنار دور

کارم ز دست رفت چه معنی که دوستان
یادم نمی‌کنند بر آن نگار دور

دیدی تو کار من چو نگار این زمان ببین
رویم به خون نگار و دو چشم از نگار دور

اے بادِ صبح اگر بسرِ منظور ما رسی
اے بےنظر بگو نظر از ما مدار دور

صد بار جور کردی و تندی نمودہ لیک
چندیں نگشتۂ ز وفا ہیچ بار دور

اے اوحدی مبر طمع از وے کہ باطل است
زخم کماں نرم چو باشد شکار دور

(۱٦۸)

ہردم برم بہ گریہ پناہ از فراق یار
آہ از جفاے دلبر و آہ از فراق یار

نشگفت اگر شگفتہ شوم در غمش کہ ہست
بارم چو کوہ درد چو کاہ از فراق یار

تا آں دو ہفتہ ماہ ز من دورشد، شدہ است
روزم چو ہفتہ، ہفتہ چو ماہ از فراق یار

چوں جاں بہ لب رسید و دل از غم خراب شد
تن نیز گو ممان و بکاہ از فراق یار

بارے بہ ہیچ نوع خلاصم ز رنج نیست
گاہ از فلک برنجم و گاہ از فراق یار

چشمم چو صبح گشت سفید از جفاے چرخ
صبحم چو شام گشت سیاہ از فراق یار

تا کے نشیند آخر ازیں گونہ اوحدی
دل در خیال و دیدہ بہ راہ از فراق یار

اے دل تو روز وصل ہمیں نوحہ میکنی
معلوم شد کہ نیست گناہ از فراق یار

(۱۶۹)

حاشا ضمیر حال ما نیکو نمی‌داند مگر
با آں ضرورت نامه‌ها خود بر نمی‌خواند مگر

رفتی و مرد شهر و زن بر خاک راحت منتظر
قلّابِ چندیں دل تُرا هم باز گرداند مگر

روزِ وداع آں اشکِ خوں کز دیده‌ها پالوده شد
گفتم که در وے کاروان رفتار نتواند مگر

دل را خبر کن زآمدن روزے که آئی با منت
چوں زر بریزم در قدم او جاں برافشاند مگر

چشمت ز بهر دیگراں چوں کرد یاری سعی کن
تز بهر ما هم گوشهٔ ابرو بجنباند مگر

دشمن که دورت می‌کند تا من فرومانم به غم
روزے به درد بیدلے او هم فروماند مگر

روزے که بیروں آوریم از قید مهرت پاے دل
دلهاےِ ما را محنتے دیگر نترساند مگر

بارے چو لعل یار ما بر درد ما واقف شود
دیگر به داغ هجر خود ما را نرنجاند مگر

اے اوحدی گرخاک شد زیں غم تنت صبرے که او
از گرد ره چوں در رسد ایں گرد بنشاند مگر

از چشم او شد فتنه‌ها بیدار در ایّام ما
هم چشمِ او ایں فتنه را دیگر نخواباند مگر

(۱۷۰)

پاکبازان را چه خارا و چه خز | گر به رنگی قانعی در خرقه خز
جامه گه ارزق کنی گاهی سیاه | جامه خود دانی تو مردم را مرز
آخرت زندان تن خواهد شدن | این که بر خود می‌تنی چون کرم قز
گر تو ایزد را بدین خواهی شناخت | نیک دور افتادهٔ سودا مپز
چون نخواهی گوش کردن زان حسود | گر منت مشروح گویم یا لُغَز
محتسب گو در پی رندان مرو | کاین جماعت را نباشد سنگ و گز
عیب مستان کم کن و در مجلس آی | گر نخورشی بادهٔ سیبی بگز
باده خوردن در بهار از ظلم بود | در زمستان خود نمی‌خوشید رز

اوحدی را باز دان از دیگران
تا تو لولو را بدانی از خرز

(۱۷۱)

گر تو گلچهره در آئی به چمن مست امروز
ما بدانیم که در باغ گلی هست امروز

گفته بر سر آنم که بگیرم دستت
نقد را باش که من می‌روم از دست امروز

با چنان دانهٔ خالی که تو بر لب زدهٔ
من بر آنم که ز دامت نتوان جست امروز

رخ گلرنگ تو بس خون که بریزد فردا
دهن تنگ تو بس توبه که بشکست امروز

چشم ترکت همه بر سینهٔ من خواهدزد
هر خَدنگی که رها می‌کند از شست امروز

(۱۷۱)

دل من گر به گلستان برود معذور است
که بسی خار جفا در جگرم خست امروز

دی چو زلف تو گر آشفته شدم نیست عجب
عجب آن است که چون چشم تو ام مست امروز

گر بدانم که تو بر من گذری خواهی کرد
بر سر راه تو چون خاک شوم پست امروز

اوحدی کو به سخن دست فصیحان می‌بست
شد به زنجیر سر زلف تو پابست امروز

(۱۷۲)

عنایتی است خدا را به حال ما امروز
که شد خجسته ازان چهره فال ما امروز

شبی چو سال ببینم اگر نه بتوان گفت
حکایت شب هجر چو سال ما امروز

فراقنامه که دی دل به خون دیده نبشت
سپرده‌ایم به باد شمال ما امروز

کجا خلاص شوند از وبال ما فردا
جماعتی که شکستند بال ما امروز

ازان لب و رخ حاضرجواب شرط آن است
که بوسه بیش نباشد سوال ما امروز

ز سیم اشکِ و زرِ چهره وجهِ آن بنهیم
گر التفات نماید به مال ما امروز

خیال را بفرستد دگر به شب جایی
گرش وقوف دهند از خیال ما امروز

به زلف او دهم این دیم جاں که من دارم
و گر نه دل ننهد بر وصال ما امروز

به خواب شب مگر آں روے را تواں دیدن
که پیش دوست نباشد مجال ما امروز

چو باد صبح کنوں قابلے نمی‌یابیم
که بشنود سخنے از مقال ما امروز

صبا برابر رخسار آں غزال بہشت
ادا کن ایں غزل از حسب حال ما امروز

اگر کند طلب اوحدی ز لطف بگوے
که بیش از ایں نکنی احتمال ما امروز

(۱۷۳)

در وفاداری نکردی آنچه می‌گفتی تو نیز
تا به نوک ناوک مژگاں دلم سفتی تو نیز

یاد می‌دار ایں که در خوبی چو دوران تو بود
همچو دوراں با من مسکیں برآشفتی تو نیز

چوں دل ما از دو گیتی روے در روے تو کرد
پشت بر کردی و از ما روے بنهفتی تو نیز

در چنیں وقتے که شد بیدار هر جا فتنهٔ
اعتمادم بر تو بود اے بخت چوں خفتی تو نیز

اے که می‌گوئی ز خوبان جهاں ظالم به مهر
ایں کجا گویم که با بدخواه ما جفتی تو نیز

می‌کنی دعوی که در باغ لطافت گل منم
راست می‌گوئی ولے بے خار نشگفتی تو نیز

چوں به کینِ اوحدی دیدی که دشمن خیره شد
خانهٔ دل را ز مهر او فرو رُفتی تو نیز

(۱۷۳)

من بدیں خواری و ایں غربت ازاں راہ دراز
بہ تمنّاے تو افتادہ‌ام اے شمع طراز

آمدم تا بہ در خانہ سلامت گویم
بہ ملامت ز سر کوچہ کجا گردم باز

گرچہ در شہر ترا ہمنفساں بسیار اند
نفسے نیز بہ احوال غریباں پرداز

آز بسیار بہ دیدار تو دارد دل ما
تا بر ما ننشینی ننشیند آں آز

نازنینا رخ خوبت بہ دعا خواستہ ام
می‌نماے آں رخ آراستہ و می‌کن باز

سر مپیچاں کہ بہ رخسار تو داریم امّید
رخ مپوشاں کہ بہ دیدار تو داریم نیاز

در نمازِ ہمہ گر زاں کہ حضوری شرط است
بہ حضور تو نشاید کہ گذارند نماز

مشکل این است کہ ہر موے تو در دست دل است
ورنہ چوں موے تو ایں کار ہمی گشت دراز

راز شبہات بہ کس چوں بتواں گفت کہ ما
روزہا شد کہ بخود نیز نگفتیم ایں راز

من خود از دام تو دل را برہانم لیکن
گر تو در دام من افتی برہانندت باز

مردماں گرچہ دریں شہر فراواں داری
اوحدی را بہ خداوندی خود ہم بنواز

(۱۷۵)

یار ار نمی‌کند به حدیث تو گوش باز
عیبی نباشد اے دل مسکین بکوش باز

چون پیش او ز جور نوانی و نشنود
درماندت آں بود که بر آری خروش باز

هر گه که پیش دوست مجال سخن بود
رمزے سبک در افگن و بنشیں خموش باز

اے باد صبح اگر برِ آں بت گذر کنی
گو آتشم منه که در آبم بجوش باز

حیرانِ آں جمال چنانم که بعد ازیں
گر زهر می‌دهی نشناسم ز نوش باز

گفتی به دل که، صبر کن، او بیقرار شد
دل را خوش است، با سخنانت بکوش باز

خواهم بر آستان تو یک شب نهاد سر
آں امشب است گر نشنیدی به دوش باز

چوں سعی ما به صومعه سودے نمی‌کند
زیں پس طوافِ ما و در میفروش باز

گر اوحدی به هوش نیاید شگفت نیست
مست غم تو دیرتر آید به هوش باز

(۱۷۶)

آں سُست‌عهد سخت‌کماں اوفتاد باز
گفتم که عاشقم به گماں اوفتاد باز

گفتم ز پرده روے نماید، نمود، لیک
اندر درون پردۀ جاں اوفتاد باز

(۱۷۵)

چون بوسه خواهمش به زبان، قصد سرکند
سر در بلا ز دستِ زبان اوفتاد باز

خالی نمی‌شود دلم از درد ساعتی
دل در غمش ببین به چسان اوفتاد باز

نشگفت سرِّ عشق من ار آشکار شد
کان صورتم ز دیده نهان اوفتاد باز

چشمش بسوخت جان و رخ او ببرد دل
غارت ببین که در دل و جان اوفتاد باز

از شوقِ زلف و قامت و رویش زبانِ من
در ناله و نفیر و فغان اوفتاد باز

او می‌رود سوار و سراسیمه در پیَش
دل می‌رود به باد ازان اوفتاد باز

گویند کاوحدی ز غم او چنین مسوز
بیچاره اوحدی نه چنان اوفتاد باز

(۱۷۷)

گلت بنده گردید و شمشاد نیز
غلام تو شد سرو آزاد نیز

که صد رحمت ایزدی بر رخت
هزار آفرین بر لبت باد نیز

ز مهرِ تو بگریست چشمم به خون
ز عشقت بنالم به فریاد نیز

چو دیدی که چشم تو آبم ببرد
کنون می‌دهی زلف را باد نیز

نباشد ترا بعد ازین برگ من
که بیخم بکندی و بنیاد نیز

به لطف و نوازش بده دادِ ما
که جور تو دیدیم و بیداد نیز

(۱۷۶)

نه مثل تو آمد ز پشت پدر　　نه مانندت از مادرے زاد نیز

پریر از لبت بوسهٔ خواستم　　نداد آن و دشنامها داد نیز

نبود اوحدی را توقّع ز تو
که او را کنی در جهاں شاد نیز

(۱۷۸)

ما در به روے خلق فروبسته‌ایم باز
در شاهدِ خیالِ تو پیوسته‌ایم باز

دل جوش می زند به تمنّاے وصلِ تو
مارا مبین که ساکن و وابسته‌ایم باز

با هجر و درد و محنت و اندوهِ عشقِ تو
یک اتّفاق کرده و یک دسته‌ایم باز

رنگِ ریا و رنگِ نفاق و نشانِ کین
از خود به خونِ دیده فروشسته‌ایم باز

اے سنگدل که تیغِ جفا برکشیدهٔ
رو مرهمے بساز که دلخسته‌ایم باز

گفتی به راستی دلت از ما شکسته شد
خود کے درست بود که بشکسته‌ایم باز

ما را توئی ز هر دو جهان و به یاد تو
چوں اوحدی ز هر دو جهاں رسته ایم باز

(۱۷۹)

صاحبِ روے خوب و زلف دراز　　چه عجب گر به شیوه کوشد و ناز

آں که زلفش ببردنِ دلِ خلق　　دام سازد کجا شود دمساز

خفته در خواب خوش کجا داند　　که شب ما چه تیره بود و دراز

(۱۷۷)

آتشِ دل که من بپوشیدم   فاش کرد آب دیدهٔ غمّاز

دلِ سوزانؔ اگر چه صبر کند   اشک ریزان به خلق گوید راز

هرکه او گفت دل به خوبان ده   گفته باشد که دل به چاه انداز

چه دل نازنین بدین ره رفت   که از ایشان یکے نیامد باز

اے که جمعی ترا چه سوز سود   شمع داند حدیث گرمگداز

صنما قبلهٔ منی به درست   دلبرا عاشق تو ام به نیاز

زان ما شو که درد دل باشد   هجر تنها و وصل با انباز

زاغ تا در چمن شود مشغو   که برآید ز بلبلے آواز

نیست جز آتشِ دل محمود   گذرِ باد بر وجودِ ایاز

گر تو محراب هر کسی باشی   ما به جایی دگر بریم نماز

ناتوانِ تو ایم و میدانی   ساعتے گر توان به ما پرداز

دولت چند روزه باشد حسن   تو بدین حسنِ چند روزه مناز

دل ما را به وصل خود خوش کن
اوحدی را به لطف خود بنواز

(۱۸۰)

اگر نوبهارے ببینیم باز   که بر سبزهزارے نشینیم باز

به شادی بسے مے بنوشیم خوش   به مستی بسے گل بچینیم باز

سر از پوست چون گل برون آوریم   که چون غنچه در پوستینیم باز

زمستان هجران به پایان بریم   بهار وصالے ببینیم باز

چو دیوانگان رخ به عشق آوریم   پری چهرهٔ برگزینیم باز

بگو محتسب را که بر نام ما   قلم کش که بے عقل و دینیم باز

نبود است ما را ز عشقے گزیر برین بوده ایم و برینیم باز
که آں بے‌قریں را خبر می‌برد که با درد عشقش قرینیم باز

بسے آفریں بر من و اوحدی
که نیکو حدیث آفرینیم باز

(۱۸۱)

منم غریب دیار و توئی غریب‌نواز
دمے به حال غریب دیار خود پرداز

به هر کمند که خواهی بگیر و بازم بند
به شرط آں که ز کارم نظر نگیری باز

بر آستینِ خیال تو می‌دهم بوسه
بر آستانِ وصالت چو نیز دستِ نیاز

گرم چو خاک زمیں خوار می‌کنی سهل است
چو خاک می‌کن و بر خاک سایه می‌انداز

درونِ سینه دلم چوں کبوتراں بطپد
چه آتش است که بر جانِ ما نهادی باز

خیالِ قدِّ بلندِ تو می‌کند دلِ من
تو دستِ کوتهِ من بیں و آستینِ دراز

هزار دیده به روے تو ناظر اند و تو خود
نظر به روے کسے بر نمی‌کنی از ناز

اگر بسوزدت اے دل ز درد ناله مکن
دم از محبتِ او می‌زنی بسوز و بساز

حدیثِ دردِ من اے مدّعی نه امروز است
که اوحدی ز ازل رند بود و شاهد باز

---

* یہ غزل حافظ شیراز کے دیوان میں بھی موجود ہے اور مقطع میں کسیقدر تبدیلی کے ساتھ بجائے اوحدی کے حافظ آیا ہے ۔

(۱۸۲)

کام دلم نشد ز دهانش روا هنوز
وان درد را که بود نکردم دوا هنو

بیگانه گشتم از همه خوبان به مهر او
وان ماه شوخ‌دیده نگشت آشنا هنوز

عالم ز ماجرای دل ریش ما پُر است
با هیچ کس نگفته‌ام این ماجرا هنوز

ای دل منال در قدمِ اوّل از گزند
از راه عشق او تو چه دیدی بپا هنوز

ما را خدای در ازل از مهر او سرشت
نا کرده هیچ نسبت هستی به ما هنوز

هر شب وصال او به دعا خواهم از خدا
دردا که مستجاب نگشت این دعا هنوز

او گر قفازنان ز در خود براندم
رویم به راه باشد و چشم از قفا هنوز

روزی نسیم بر سر زلفش گذار کرد
زان روز بوی غالیه دارد صبا هنوز

یک ذرّه مهر او به دلِ آسمان رسید
چون ذرّه رقص می‌کند اندر هوا هنوز

چشمم بر آستانِ درِ او شبی گریست
خون می‌دمد ز خاکِ درِ آن سرا هنوز

ای اوحدی حدیث دل من ز من مپرس
کان دل برفت و باز نیامد به جا هنوز

(۱۸۳)

بہ رخ شمع شبستانم توئی بس	بہ قامت سرو بستانم توئی بس
نہاں بودی ز من پیدا شدی باز	کنوں پیدا و پنہانم توئی بس
من و ما و دل و جان و سر و مال	ہمہ کفر است ایمانم توئی بس
اگر در دل کسے بود آں ندانم	میانِ نقطۂ جانم توئی بس
گر از خود دیگرے گوید من از تو	ہمی‌گویم کہ برہانم توئی بس
مرا پرسند کز دانش چہ دانی	چہ دانم ہرچہ می‌دانم توئی بس
ز گل رویانِ ایں عالم کہ ہستند	من آں می‌جویم و آنم توئی بس
نمی‌دانم کہ دردم را سبب چیست	ہمی‌دانم کہ درمانم توئی بس

دریں رہ اوحدی را رہبرے نیست
دلیلِ آں بیابانم توئی بس

(۱۸۴)

اے صبا از من آشفتہ فلاں را می‌پرس
می‌ستاں جان و دلم آں دل و جاں را می‌پرس

در جہاں ہمنفسے جز تو ندارد جانم
ہر نفس می‌رو و آں جانِ جہاں را می‌پرس

زلف او را ز رخ او بہ کنارے می‌کش
غافلش می‌کن و آں چشم و دہاں را می‌پرس

در چمن می‌شو و بر یاد رخش گل می‌بوس
وز چمن می‌رو و آں سرو رواں را می‌پرس

گر چه او را سر موے خبر از عالم نیست
هردم آں بیخبر موے میاں را می‌پرس

ورچه من پیر شدم در هوس دیدن او
تو گذر می‌کن و آں بخت جواں را می‌پرس

اوحدی عاشق آں عارض و زلف است تو نیز
از سر لطف همیں را و هماں را می‌پرس

(۱۸۵)

بیا که صفّهٔ ما بوریاے میکده بس
بخور خانه نسیم هواے میکده بس

ز میر و خواجه ملولیم بعد ازیں همه عمر
حضور صحبت رند و گداے میکده بس

به منعماں بهل آواز چنگ و رنداں را
ترانهٔ سبک از چارتاے میکده بس

ز قُلّه‌هاے بزرگاں سرکه پیشانی
مرا سه جرعه بر ناشتاے میکده بس

گرم به صُفّهٔ صفدر ملک نباشد راه
نشستنم به میان سراے میکده بس

مرا به صومعه گو شیخ شهر بار مده
سر مرا به جهاں خشتهاے میکده بس

گر اوحدی دگرے را دعا کند گو کن
مرا دعاے مغاں و ثناے میکده بس

(۱۸۶) *

در ضمیر ما نمی‌گنجد بغیر از دوست کس
هر دو عالم را به دشمن ده که ما را دوست بس

---

* یه غزل دیوان حافظ شیراز میں بهی موجود هے -

یار گندم گوں بہ ما گر میل کردے نیم جو
هر دو عالم پیش چشم ما نمودے یک عدس

یاد می‌دار آں کہ هستی هر نفس با دیگراں
اے کہ بے یادِ تو هرگز بر نیاوردم نفس

می‌روی چوں شمع و خلقے از پس و پیشت رواں
نے غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس

غافل است آں کو بہ شمشیر از تو می‌پیچد عناں
قند را لذّت مگر نیکو نمی‌داند مگس

خاطرم وقتے هوس کردے کہ بینم چیزها
تا ترا دیدم نکردم جز بہ دیدارت هوس

کویت از اشکم چو دریا گشت و می‌ترسم کہ باز
بر سر آیند آں رقیبانِ سبکسارت چو خس

اوحدی راهش بہ پاے لاشۂ لنگِ تو نیست
بعد ازیں بنشیں کہ گردے بر نخیزد از فرس

(۱۸۷)

اے صبا یار مرا از من بیمار بپرس
راز او را ز من شیفتۂ زار بپرس

پرسشِ دل چو بہ زلفش برسانی پس ازاں
پیش آں نرگس جادو رو و بیمار بپرس

چوں بداں قامت نازک رسی آهستہ ز دور
خدمتے کن ، سخن وصل بہ هنجار بپرس

درمیانِ سخن ار حال دل من پرسد
عرضہ کنِ حال دلم اندک و بسیار بپرس

(۱۸۷)

و گرش قصّهٔ سرمستی من باور نیست
گو بیا و خبر از مردم هشیار بپرس

اوحدی گمشده گر منزل او می‌طلبی
به خرابات رو و خانهٔ خمّار بپرس

(۱۸۸)

گر دستها چو زلف در آرم به گردنش
کس را بدیں قدر نتواں کرد سر زَنَش

دیگر بر آتش غم او گرم شِد تنم
آں کاو خبر ندارد ازیں غم خنک تنش

دستم نمی‌رسد که کنم دست‌بوس او
اے باد صبحدم برساں خدمتِ منش

آں کاو دلیل بود دلم را به عشق او
خون من شکستهٔ بیدل بگردنش

گر خون دیدگاں به گریباں رسد مرا
آں نیستم که دست بدارم ز دامنش

دانم که باد را بر او خود گذار نیست
ترسم که آفتاب ببیند ز روزنش

گر جز به دوست باز کند دیده اوحدی
چون دیده هاے باز بدوزم به سوزنش

(۱۸۹)

چنیں که پاے دلم بسته شد به زلف چو بندش
خلاص من متصوّر کجا شود ز کمندش

(۱۸۹)

به رنگ چهرهٔ او گر نگه کند گل سوری
ز شرم لابه کند تا به باغ باز برندش

چو آب در دهن آید نبات را ز لب او
اگر به کام رسد ذوق آں دهان چو قندش

ز بهر چشمِ بَدَاندَیشْ به نیک خواه بگویم
که بامداد بخورے مکن ز عود و سپندش

ستمگرا دل سرکش که مبتلاےِ تو گردید
به عقل باز نیارد بسے نصیحت و پندش

فگنده ام رخ خود را چو خاک برسر راهت
که بگذری و مشرّف کنی به نعل سمندش

ز دور می‌نگر اے اوحدی که دیرتر افتد
به دست کوته ما میوهٔ درخت بلندش

(۱۹۰)

گر بنگری در آیینه روزے صفاےِ خویش
اے بس که بیخبر بدَوِی در قفاےِ خویش

ما را زباں ز وصف جمال تو کُنْد شد
دم در کشیم تا تو بگوئی ثناےِ خویش

منگر در آب و آیینه زنهار بعد ازیں
تا نازنیں دلت نشود مبتلاےِ خویش

معذور دار اگر قهرت گفته ام که من
مستم حدیث مست نباشد به جاےِ خویش

ما را توئی ز هر دو جهاں خویش و آشنا
بیگانگی چنیں مکن اے آشناےِ خویش

یک روز پیرهن ز فراقت قبا کنم
واں گه به قاصدان تو بخشم قباےِ خویش

(۱۸۰)

چوں گشت اوحدی ز دل و جاں گدامے تو
اے محتشم نگاہ کن اندر گدامے خویش

(۱۹۱)

مردے بہ ہوش بودم و خاطر بہ جامے خویش
ناگاہ در کمند تو رفتم بہ پامے خویش

صد بارہ گفتہ ام دل خود را دریں ہوس
کامے دل بہ قتل خویشتنی رہنمامے خویش

وقتے علاج مردم بیمار کردمے
اکنوں چناں شدم کہ ندانم دوامے خویش

باشد بہ جامے خویش گرم سرزدش کنی
تا بیش ازیں چرا ننشستم بہ جامے خویش

پیش تو نیست روے سخن‌گفتنم مگر
بر دست قاصدے بفرستم دعامے خویش

گو بوسۂ بدہ، لبت ار می‌کُشد مرا
بارے گرفتہ باشم ازو خونبہامے خویش

اے اوحدی چو ہمّت او بر ہلاک تست
شرط آں بود کہ سعی کنی در فنامے خویش

(۱۹۲)

با یار بےوفا نتواں گفت حال خویش
آں بہ کہ دم فروکشم از قیل و قال خویش

من شرح حال خویش ندانم کہ چیست خود
زیرا کہ یک دمم نگذارد بہ حال خویش

آں را کہ ہست طالع ایں کار گو بکوش
ما را نبود بخت، گرفتیم فال خویش

(۱۸۹)

اے دل بگفتمت کہ مجوے از لبش مراد
دیدی کہ چوں شکستہ شدی از سوال خویش

اے بیوفا ز میل منت گر خبر شود
دانم کہ شرمسار شوی از ملال خویش

چنداں مرو کہ من بہ تامّل ز راہِ فکر
نقش تو استوار کنم در خیال خویش

جدّ ترا اگر ز جہالت خبر شود
اے بس درودہا کہ فرستد بہ آلِ خویش

ما را بہ خویش خواں و بر خویش راہ دہ
باشد کہ بعد ازیں برہیم از ضلال خویش

اے اوحدی مقیم سر کوے دوست باش
گر در سرائے وصل ببینی مجال خویش

(۱۹۳)

دشمن بیحاصلم را شرم باد از کار خویش
تا چرا ایں خستہ دل را دور کرد از یار خویش

حیف می‌داند کہ بعد از چند محنت بیدلے
شاد گردد یک زماں از دیدن دلدار خویش

ہر کسے را میل با چیزے و خاطر با کسے است
مومن و سجّادۂ خود کار ما زنّار خویش

آں کہ ہر ساعت بہ نوعے صاع در بارم نہد
شرمسارش کردمے گر باز کردے بار خویش

گفت‌وگوے عیب‌جویانم بہ نوعے سود داشت
کاں طبیب آگاہ گشت از محنت بیمار خویش

حاجتِ اینہا نبود ار حال می‌پرسد رقیب
گو بیا تا من بخوانم پیش او طومار خویش

(۱۸۷)

کیسهٔ خویش ار به طرّاری کسے دیگر نهفت
من نمی دانم نهفتن کیسه از طرّار خویش

من که بر اقرار عشق خود گرفتم صد گواه
باز منکر چوں توانم گشت بر اقرار خویش

ماجرائے عشق را روزے بگویم پیش خلق
ور نگویم ، عاشقی خود می‌کند اظهار خویش

اے که من ار کار خود را چاره می‌جستم که چیست
ایں مجوے از من که من خود عاجزم در کار خویش

دشمناں را گرخوش آید ورنه می‌دانم که دوست
عاقبت رحمت کند بر عاشقانِ زار خویش

هرچه گوئی اوحدی در عشق می‌گو بعد ازیں
تا پشیمانی نباید خوردن از گفتار خویش

(۱۹۳)

دلا قدم از کوےِ دوست باز مکش
کنوں که قبله گرفتی سر از نماز مکش

بر آستانهٔ معشوق اگر دهندت بار
طواف خانه کن و زحمت حجاز مکش

ز ناز کردن او باک چیست شرمت باد
ترا که گفت کزو کام جوے و ناز مکش

نسیم باد بده بوےِ آں نگار و دگر
مرا به آتش اندوه در گداز مکش

ز من به خدمت آں قبلهٔ طراز بگوے
که بیش بر رخم از خون دل طراز مکش

چو بوسه می‌ندهی رخ به عاشقاں منماے
چو دانه نیست دریں عرصه دام باز مکش

ازیں سپس کہ ببینم بخواهمش گفتن
کہ پردہ بر رخت اے ماہ دلنواز مکش

کشیدم آں سر زلف دراز را روزے
بہ طیرہ گفت کہ اے اوحدی دراز مکش

گرت خزینۂ محمود نیست ؛ دست طمع
دلیر در شکن طرۂ ایاز مکش

(۱۹۵)

سخت زیبا دلبر است آں ؛ چشم بد دور از رخش
ماہ را ماند کہ می تابد همیں نور از رخش

ایں پری‌وش را اگر فردا بہ فردوس آورند
رخ چو بنماید خجل گردد بسے حور از رخش

ور بہ بستاں آید آں گلچہرہ باآں غنج و ناز
گل بماند در خجالت غنچہ مستور از رخش

آیت نصرت شبے خواندم کہ از راہ وصال
باز گردد لشکر امید منصور از رخش

همچو من در هجر جاناں دور باد از کام دل
آں کہ می‌دارد مرا بے‌موجبے دور از رخش

آنچہ مقدور من آشفتہ بود از جاہ و مال
رفت برباد و نشد یک بوسہ مقدور از رخش

دست گیرد اوحدی را بیشک از دستان او
داستانی گر بگوید پیش دستور از رخش

(۱۹۶)

اے رخت خرم و دهانت خوش وان نظر کردن نهانت خوش
ورش د قد ازیننت شیوۂ چشم ناتوانت خوش

یارب آں پردہ کے بر اندازی ما ببینیم تا توانت خوش
صل آں رخ بہ جاں همی‌طلبم بر رخم در نگر کہ جانت خوش
بہ دهن میوۂ بهشتی تو میوہ شیریں و استخوانت خوش
چند گوئی زیاں کنی از من سود کے کردم اے زیانت خوش
زود بینی مرا شبے بہ نیاز مردہ بر خاک آستانت خوش
کے ببینیم تنگ در کمرت دست خود کردہ در میانت خوش

اوحدی را دلے است آشفتہ
با سر زلف دلستانت خوش

(۱۹۷)

پستۂ آں لعل مروارید گوش
چوں بخندد بشکند بازار خوش

صورت او مایۂ لطف است و ناز
پیکر او سایۂ عقل است و هوش

نرگس جادوفریبش سحرپاش
سنبل هاروت بندش لالہ‌پوش

چوں مگس بر سر زند هر لحظہ دست
از لب چوں لعل او شکّرفروش

در غمِ او باز دیگ سینہ را
آتشے کردم کہ ننشیند ز جوش

خاطر ما کے خراشیدے چنیں
گر بہ گوشِ او رسیدے ایں خروش

دوشم آب دیدہ از سر می‌گذشت
در غم آں زلفهاے تا بدوش

(۱۹۰)

اوحدی تا کے کشی بار غمش
زیں کشش چوں نیستنت سودی مکوش
گر به قبولت گوش میدارد بنال
ور سخن در وے نمیگیرد خموش

(۱۹۸)

که میبرد خبر عاشقان شیفته حالش
ز سجدهگاه عبادت به پیش خیر جلالش
هزار دیده بر آں چهره ناظر اند ولیکن
نمی رسد نظر هیچ کس به کُنه کمالش
مرا دلے است به حال از فراق صورت آں بت
که هیچ چاره ندانم بجز نهفتن حالش
سیاه شد چو شب تیره روزِ روشنِ بختم
ز صحبت شبِ هجرانِ دیرباشِ چو سالش
چه جاے وصل که بر آسماں رسم ز تفاخر
گرم به خواب میسّر شود حضور خیالش
هزار فال گرفتیم از صحیفهٔ نام
چو نام دوست نیامد نداشتیم به فالش
به یاد دوست قناعت کن اوحدی که دل تو
بروز وصل بدیدیم و نیست مرد وصالش

(۱۹۹)

چو نامِ او همیگوئی به نام خود قلم درکش
ورش دانستهٔ زنهار خامُش باش و دم درکش
از آں بےچون و چند ار تو نشانے یافتی اینجا
ز کوے چند و چوں بگذر باں از بیش و کزم درکش

فراغے گر همی‌خواهی چراغے از وفا بر کن
به باغ آن پری نه روے و داغ آن صنم درکش

چو بار یار عشق او صبوحی گرد روح تو
دلت را خاجه‌ها بر رخ ز نیل درد و غم درکش

ز دست عشق شهرآشوب اگر دادے همی‌خواهی
سر آشفتهٔ خود را به پاے آن علم درکش

چو دُرِّ وصل می‌جوئی در حجّت ببند اوّل
پس آن گه کشتی حاجت به دریاے کرم درکش

ترا وقتے که او خواند به راهے رو که او داند
چو رفتی ، دامنِ اخفا به آثار قدم درکش

ازآن و این چه می‌لافی طلب کن شربت شافی
ز کفر و دیں مے صافی بیامیز و بهم درکش

به بوے جام یکرنگی چو شد دور از تو دلتنگی
ازل را با ابد ضم کن حدوثے با قدم درکش

ز تلخِ یار شیریں‌لب نشاید رو ترش کردن
گرت جام شفا بخشد و گر زهر الم ، درکش

اگر گوش تو می‌خواهد نواے خسروانیها
به بزم اوحدی آے و شراب از جام جم درکش

(۲۰۰)

جفت شادی است به عید آن که تو داری یادش
مقبل آن است که آئی به مبارکبادش

دلم از شوق تو شب تا به سحر نعره زنان
نو چنان خفته که واقف نهٔ از فریادش

از منِ خسته لبِ لعلِ تو دل خواسته بود
کام دل تا ندهد ، دل نتوانم دادش

آدمی باید و خواهی کہ دگر دوراں را *
تا دگر مثل تو فرزند بباید زادش

تن من شد ز تمنّای سر کوت چو خاک
وقت آں است کہ همراه کنم با بادش

دوستی را کہ مہ و سال بہ اندیشۂ تست
کے تواں گفت کہ یک روز میاور یادش

در دل آں خانہ کہ کردم بہ وفاے تو بنا
موج طوفانِ قیامت نکَند بنیادش

اوحدی با غم شیریں‌دهناں زور مکن
کایں نہ کوهے است کہ سوراخ کند فرهادش

آهنیں پنجہ اگر کوزه ز جا بر گیرد
نکند فائدہ با سنگدلاں فولادش

(۲۰۱)

دمشقِ فتنہ شد بغداد و طوفانِ بلا آبش
ز چشم من بہ هجر آنکہ پیهم می‌برد خوابش

مگر باد صبا گوید نشاں آتشیں‌روے
کہ گہ در خاک می‌جویم نشان و گاه در آبش

کسے را گر بہ اسبابے و ملکے دسترس باشد
چو دور از دوستاں باشد نہ ملک است آں نہ اسبابش

نہ می‌گفتی کہ پایانے است هر موج بلایے را
چہ طوفان بلا بود ایں کہ پیدا نیست پایابش

شبے بوسیدم آں لبها نخفتم بعد ازاں شبها
بگویم تا نپنداری کہ بے زهر است جُلّابش

گر ایں شبهاے تاریکم دعایے مستجاب افتد
شبے بنشانم آں مہ را دمے بینم بہ مهتابش

* اس مصراع میں غالباً سہو کتابت ہے ۔ اس طرح ہوتا تو مناسب ہوتا :

مدتے باید و عمرے کہ دگر دوراں را ۔

(۱۹۳)

گذشت آں کز شبستانش نمی‌بودم شبے خالی
کہ نتوانم گذشت اکنوں بہ روز از شہر بوّابش

تنم عزمِ سفر دارد ولے از خاکِ کوے او
دلم بیروں نخواہد شد کہ در جان است قلّابش

اگر مہدی بعہد او فرود آید نپندارم
کہ ما را رخ بگرداند ز ابروے چو محرابش

بہ محروران آتش‌دل نبایست آں شکر دادن
طبیبے را کہ خونِ ما ہمی‌جوشد ز عنّابش

نباید پندگویاں را بریں دل رنج پُر بردن
کہ نزدیکاں بہ خلوتہا بسے گفتند ازیں بابش

خلاص از صحبت ایں درد پنہانم کجا باشد
چو حسن عہد نگذارد کہ بنمایم بہ اصحابش

صبا گر بگذری روزے بداں ترک خطا ناگہ
بیاور نامۂ ما را ز چین زلف پُرتابش

ور آں دلدار سنگیں‌دل ز حال اوحدی پرسد
بگوے ار دست می‌گیری کنوں وقت است دریابش

(۲۰۲)

عشرت بہ یار کن کہ بود روزگار خَوش
مے در بہار خور کہ بود بے غبار و غش

گفتی بہ روزِ شش ہمہ گیتی تمام شد
مے دہ کہ آں تمام نشد جز بہ ماہ شش

بر خیز و زیں قیاس دو شش سالۂ ببیں
کز حسن او کند دل ماہ دو ہفتہ غش

دست ار بہ وصل موے میانے رسد بہ روز
اندر میانش آر و شب اندر کنار کش

زاں پیش کت کشد لحد گور در کنار
حالی بباید از تن خوباں کنارہ کش

اینجا کہ نقل بوسہ بود زاں دہان و لب
دنداں کسے بہ میوہ نیالاید و نمش

چوں دستگاہ و مکنتِ آں ہست مے بنوش
با مطرباں فاخر و با شاہداں کش

کز روے ہمچو ماہ و جبیں چو مشتری
جام آفتاب‌رُخ شود و بادہ زہرہ‌وش

گر نیست دسترس سر دستار پارہ کن
دستار رند میکدہ را گو مدار فش

ریزند گر ز جنبشِ بادِ مسیح دم
برگِ گل از درخت چو موسیٰ بہ چوب ہش

وقت سحر ز شاخِ چمن گل چو بشگفد
گوئی بہ سحر ماہ بر آید ز چاہ کش

مانند آں کہ بر رخ زیبا عرق چکد
بر روے سرخ لالہ ز شبنم فتادہ رش

آشفتہ ایم و دلشدہ یا مطرب السّماع
آتش‌دلیم و غمزدہ یا ساقی العطش

مے صیقل است در کف رنداں کہ می‌برد
از سینہ‌ہا کدورت و از دیدہ‌ہا غمش

صوفی بیا و در مے صافی نگاہ کن
ور جام اوحدی نخوری قطرۂ بچش

بر طور بزم ما دل و جانہا ببیں بلاش
وز برق نور بادہ بہم در فتادہ پش

(۲۰۳)

دیده گر لائق آں نیست که منزل کنمش
چارهٔ نیست بجز جاے که در دل کنمش

سارپانا شتر دوست کدام است بدار
تا زمیں‌بوس رخ و سجدهٔ محمل کنمش

آفتاب ارچه به رخسار جهانگیرے شد
نتوانم که بداں چهره مقابل کنمش

می زنم بر سر خود دست به خوں‌آلوده
چوں مدد نیست که در گردن قاتل کنمش

مشکلاتے که ز زلف تو مرا پیش آمد
تو مپندار که تا حل نکنی حل کنمش

دست خود می گزم از حیف و ببوسم بسیار
گر شبے در بر و دوش تو حمائل کنمش

دل که دیوانهٔ ز نجیر سر زلف تو شد
اے پری چهره نگوئی به چه عاقل کنمش

اوحدی گر ز تو رنجے بکشد باکے نیست
تا ریاضت نکند چوں به تو واصل کنمش

(۲۰۴)

دریں همسایه شمعے هست و جمعے عاشق از دورش
که ما صد بار گم گشتیم همچوں سایه در نورش

وجودِ بیدلاں پست از سوادِ چین زلفِ او
روانِ عاشقاں مست از فریبِ چشمِ مخمورش

به ایّامے نمی‌شاید ز بامے روے او دیدن
خنک چشمے که می‌بینند پیاپے روے منظورش

بہشتی را کہ می‌گویند باور می‌کنم لیکن
دلم باور نمی‌دارد کزو بہتر بود حورش

سرایے کایں چنیں ماہے درو یابند صد جنت
غلام سقف مرفوع است و خاک بہتِ معمورش

بہ جورِ حاسداں نتواں حذر کردن ز عشقِ او
کسے کاو انگبیں جوید چہ باک از نیشِ زنبورش

بہ عشقِ آں پری بر من چہ زحمت می‌بری زیں پس
گرت حلوہ بہ دست افتد بیاور پیشِ محرورش

کلام اوحدی سرّے است روحانی کہ در عالم
بخواہد ماند جاویداں سوادِ رقِّ منشورش

ز رازِ عاشقی دور اند و ز امرِ عاقلی غافل
گروہے کاندریں معنی نمی‌دارند معذورش

(۲۰۵)

نسپردم از خرابی دلِ خود بہ چشم مستش
ور ازاں کہ می‌سپردم در حال می‌شکستش

نقاش دوربیں را از دست بر نیاید
نقشے دگر نہادن پیش نگارِ دستش

کے در کنارم آید چوں زاں میاں لاغر
در چشم من نیاید غیر از کمر کہ بستش

ہر کس کہ دید روزے از دور صورت او
نزدیک دوربیناں دور است باز رستش

در سالہا نیاید روزے بہ پرسش ما
ور ساعتے بیاید یک دم بود نشستش

(۱۹۵)

جز رنج او نباشد قندیل شب‌نشینان
جز کوی او نباشد محراب بت‌پرستش

نی پای بر نیاورد از دامش اوحدی کو
سر نیز بر نیاورد از نیستی که هستش

(۲۰۶)

به باد صبا گفتم از ذوق دوش — که در کارم ار می‌توانی بکوش
نشانی ازان نوشدارو بیار — که سودای او بردم از مغز هوش
نه زان گونه تلخ است کام دلم — که شیرین توان کردن از آبنوش
رفیقا مکن پر نصیحت که من — ندارم دماغ نصیحت نیوش
مرا آتش عشق در اندرون — ز خامی بود گر نیایم به جوش
مکن دورم از باده خوردن که باز — مرا تازه عهدیست با میفروش
دو چشم من از عشق او چون تر است — لبم گر بجوشد ز غم گو بجوش
چو آگه شوی از شب بیدلی — به روزش مرنجان درازش بپوش
بهل تا روم بر سر عشق من — چو من رفتم آن که ز پی می‌خروش

به کام بداندیش گشت اوحدی
که بر نیک‌خواهان نمی کرد گوش

(۲۰۷)

امروز گم شدم که به راهم مدار گوش
فردا مرا طلب به سر کوی میفروش

دوش آن صنم به ساغر و رطلم خراب کرد
و امشب نگاه کن که دگر می‌روم به کوش

رندم تو بر غرامت رندی چو من مکش
مستم تو بر سلامت مستی چو من مکوش

اے هوشیار پند مده پُر مرا که من
زاں باده خورده ام که نیایم دگر به هوش

ما عاشقیم و زار ز ما پرده بر مدار
بر زار و عاشق ار بتواں پرده بپوش

زاهد چراست خشک و چنیں آبها رواں
صوفی چراست سرد و چنیں بادهها بهجوش

ساقی میار جز قدح آں شراب صرف
مطرب مگوے جز سخن آں لب خموش

گویند پیش او سخن خویشتن بگوے
گفتن چه سود چونکه نباشد سخن نیوش

گوشے نمیکنی تو بدیں جانب اے نگار
تا بر کشم ز دل که خراشیدهٔ خروش

چوں اوحدی به روے تو مینوشم ایں شراب
نقلے ده از لب و به زبانم بگوے نوش

(۲۰۸)

دو هفتهٔ دگر از بوے بادِ مشک فروش
شود چو باغ بهشت ایں زمانه دیبا پوش

درخت غنچه کند غنچه پیرهن بدرد
به وقت صبح چو مرغاں بر آورند خروش

شود چو روے فلک پُر ستاره روے زمیں
ز سوسن و سمن و یاسمین و مرزنگوش

چمن ز شکل ریاحین و رنگ سبزهٔ تر
چناں شود که تو گوئی درآمده است به جوش

ز جویبار به گردوں رسد غریو طیور
ز کوهسار به صحرا رود فغان وحوش

ز بہر جلوهٔ عروس چمن در آویزد
ز ژالہ عقدِ جواهر بہ روے و گردن و گوش

روند بر سر گل در چمن پریرویاں
بداں صفت کہ رود بر سر ستارہ سروش

علم ز بند گل سرخ و زرد بر سبزی
چو بر صحیفۂ مینا بریختند نقوش

بہ بام شاخ بر آید گل از سراچۂ باغ
چنانکہ بر افق چرخ زهرہ و زاووش

بہ سر کشند سبوے شراب مردم مست
چناں کہ مردم هشیار سر کشند بہ دوش

میان باغ ز هر گوشہ عاشقے سرمست
بر آورد بہ صبوحی فغاں نوشانوش

طمع مدار خموشی ز اوحدی پس ازیں
کہ در بہار نباشند بلبلاں خاموش

تو نیز عمر خود اے مستمند خوش گذراں
کہ عمر خوش گذراند همیشہ صاحب هوش

بہار تازہ بر آمد غم کہن بگذار
ز باغ سبزہ بر آمد شراب سرخ بنوش

درخت و چوب چو دیدی کہ بر شود بہ بہار
نہ کم ز چوبِ درختی تو در بہار بجوش

گرت هواست کہ عشرت کنی بہ دانش کن
ورت رضاست کہ سنگے خوری بہ نیکی کوش

مگرد جز پے آزرم قول من بشنو
مباش بر سر آزار پند من بنیوش

(۲۰۹)

باشد آں روز کہ گویم بہ تو رازِ دلِ خویش
یا کنم بر تو بیاں شرح نیازِ دل خویش

دوستی کو و مجالے کہ برو عرضہ کنم
قصّۂ درد و غم دور و دراز دل خویش

چشم بر بستم و از دیدۂ دل دور نۂ
چوں بہندم ہیل دیدۂ بازِ دل خویش

گر شبے پیش خودم بار دہی بے اغیار
بر تو خوانم ہمہ تحقیق و مجاز دل خویش

از سر عربدہ برخیز و بر من بنشیں
تا زمانے بنشانم بہ تو آز دل خویش

کس چہ داند کہ چہ بر سینۂ من می گذرد
من شناسم اثر گرم اِگداز دل خویش

اوحدی تا رَوِشِ قامت زیبائے تو دید
جز بہ سوے تو ندیدہ است نیاز دل خویش

(۲۱۰)

نیست عیب ار دوست می دارم مَنَش — با چناں روئے کہ دارد دشمنش
دشمن از دستم گریباں گو بدر — من نخواہم داشت دست از دامنش
از درم کاندر شود ماہے چنیں — مہر گو ہرگز متاب از روزنش
کس نمی‌خواہم کہ گردد گِرد او — یا بگذرد باد بر پیرامنش
آہ من گر خود بسوزد سنگ را — باد باشد با دل چوں آہنش
عشق را با عقل اگر جمع آورند — سالہا باہم بکوبند ہاونش

(۲۰۱)

آں کہ جز گردن کشی با من نکرد گر بمیرم خون من در گردنش
گر نسوزد بر منش دل طرفہ نیست مردۂ ما خود نیرزد شیونش
اوحدی با یار گندم گوں اگر
میل داری خوشہ چیں از خرمنش

(۲۱۱)

دلم خرقۂ دارد از پیر عشق کہ گردن نپیچد ز زنجیر عشق
حلال است مالم بہ فتواے شوق مباح اسُت خونم بہ تقریر عشق
هزیمت هماں روز شد شاہ عقل کہ در شہر تن خیمہ زد میر عشق
اگر عاشقی ترک ایماں بگوے کہ جز کافری نیست توفیر عشق
دریں باغ اگر لالہ چینی و گل نخواهی شدن الحر* عشق
اگر نیستی چوں کماں بر کژی دل خود سپر کن بر تیر عشق
بہ معقول یک رو کہ ما را حدیث ز قرآن مہر است و تفسیر عشق
خرد راز رها کن کہ خواب خرد پراگندہ باشد بہ تعبیر عشق
من و اوحدی در ازل خوردہ ایم
ز بستاں قَالُوْا بَلٰی شیر عشق

(۲۱۲)

ز حسن تو پیدا شد آییں عشق خرد را لبت کرد تلقین عشق
بریں رقعہ ننهاد شاهے قدم کہ ماتش نکرد است فرزین عشق
ازیں بیشہ شیرے نیامد بروں کہ او را نکُشتی بہ ژوپین عشق
ز بہر شکار دل خستگاں بر اسب بلا بستۂ زین عشق
کسے با خیالت نخسپد دمے کہ بر وے نخوانند یاسین عشق

* ،، نخواهی شدن صید و نخچیر عشق ،، مناسب معلوم هوتا هے ۔

بیرون آستان دعوت هیچکس   نگردد روا جز بہ آیین عشق
من آں باد را خاک خواهم شدن   کہ بوے تو میآرد از چین عشق
تو اے عالمِ شهر اگر عاقلی   سکوت مجوے از مجانین عشق

گر ایں خلق هر کس بہ دینے روند
مباد اوحدی را بعجز دین عشق

(۲۱۳)

گفتم بہ چابکی ببرم جاں ز دست عشق
خود هیچ یادِ هوش نیاورد مست عشق

صد گونہ مرهم ار بنهی سودمند نیست
آں را کہ زخم بر جگر آمد ز شست عشق

گفتیم دل ز عشق بپرداختیم و خود
هر روز بیش میشود اینجا نشست عشق

سر میکشیدم از ستمش سالها ولے
سر زیر پاے کرد مرا زورِ دستِ عشق

ایزد مگر بہ لطف خلاصی دهد کہ راہ
بیروں نمیبریم ز دیوار پستِ عشق

اے نیکخواہ عافیت‌اندیشِ خیر گوے
زیں پس مکن نصیحت محنت پرست عشق

پرسیدۂ کہ بادہ خورد اوحدی ، بلے
خورد است بادہ لیک ز جام الست عشق

* (۲۱۴)

اے پیکرِ خجستہ چہ نامی فدیت لک
دیگر سیاہ چردہ ندیدم بدیں نمک

---

* یہ غزل بهی دیوان حافظ شیراز میں موجود ہے ۔

خوباں سزد کہ بر درت آیند سر بہ سر
واں‌گاہ خاکِ پاے تو بوسند یک بہ یک

هم ظاهر از دو چشم تو گردیدہ مردمی
هم روشن از دو لعل تو در دیدہ مردمک

آدم ز حسن تو نہ اگر بهرہ داشتے
از دیدنش بہ سجدہ نپرداختے ملک

صورتگرانِ چیں اگر آں چهرہ بنگرند
نقش نگار خانۂ چیں را کنند حک

از طرفِ بام روے چو ماہ تو هر شبے
مانند آفتاب همی‌تابد از فلک

در دوستی اگر بہ گمانی ز اوحدی
زر خالص است و باک نمی‌دارد از محک

(۲۱۵)

زاهداں را گذاشتیم بہ جنگ — ما و جام شراب و نغمۂ چنگ
نہ پے مال می‌رویم و نہ جاہ — نہ غم نام می‌خوریم و نہ ننگ
نہ بہ اقرار دوستاں شادیم — نہ بہ انکار دشمناں دل تنگ
نہ شناسیم طالع و نہ بہ میر — نہ ببویم غَرّہ و نہ بہ رنگ
سرِ مظلوم وار ماں در پیش — تیغ ظالم‌شکار ماں در چنگ
کردہ از ما کساں بہ کیسہ شکر — خوردہ از ما خساں بہ کاسہ شرنگ
آں کہ ما را نمی‌هلد در شهر — سر بهل تا همی‌زنند بر سنگ
ننیوشیم پند زاهد خشک — جاں دهیم از براے شاهد شنگ
نہ بہ مال کسے بریم آشوب — نہ بہ خون کسے کنیم آهنگ
نہ بہ آیین ما کسے را راہ — نہ بہ آیینۂ کس از ما زنگ

بر سریر سخن نشستہ بہ کام
اوحدیِ فر و اوحدی فرهنگ

(۲۱۶)

سودای عشق خوباں از سر بدر کن اے دل
بر کوے نیکنامی لختے گذر کن اے دل

دنیا و دین و دانش در کار عشق کردی
زیں کار غصّہ بینی کار دگر کن اے دل

زود ایں درست قلبت رسوا شود بہ عالم
چست ایں درست بشکن‌ویں قلب زر کن اے دل

مستی ز سر فرو نہ وز پاے کبر بنشیں
پس دست وصل با او خوش در کمر کن اے دل

در باز جان شیریں تر کن ز خوں دو دیدہ
یعنی کہ عشقبازی شیریں و بر کن اے دل

اینجا بہ دیدۂ جاں بینی جمال او را
گر مرد ایں حدیثی آں دیدہ تر کن اے دل

از خلق بے نظیرے گفتی بہ یار گیرم
گر بے نظیر جوئی زیں بہ نظر کن اے دل

بار طلب چو بستی منشیں چو خستہ گشتی
گر پاے خستہ گردد رفتن بسر کن اے دل

در خلوت وصالش روزے کہ بار یابی
بیچارہ اوحدی را زانجا خبر کن اے دل

(۲۱۷)

نگفتم کایں چنیں زودت بجاں اندر بکارم دل
کشی از خطِّ مہرم سر کنی از غم فگارم دل

دلم ار خواستی جانا بہ حجّت می‌دہم خطے
کز آں تست جان من گرت فردا نیارم دل

نهم جاں بر سر دل چوں دلم را یاد فرمودی
کہ تا در تحفہ آوردن نباشد شرمسارم دل

دلم تنگ است ازاں چندیں تہاون میکنم ورنہ
فدائے خاک پائے تست اگر باشد ہزارم دل

اگر چشم تو ایں معنی بہ زاری گوش می‌کردے
بریں صورت چرا بودے بہ زارم چشم و زارم دل

چو گفتم در میانِ تو بپیچم چوں کمر دستے
شدی در تاب و در بستی بہ زلف تابدارم دل

دلم را پار برد آں زلف و زاں امسال واقف شد
چو امسال آشنا می‌شد چرا می‌برد پارم دل

چو در سیب زنخدانت کشیدم دست بوسیدن
کشیدی از کفم سیب و کفانیدی چو مارم دل

اگر بر آسماں باشی بہ زیر آرم چو مہتابے
دمے کاندر دعائے شب براں بالا گمارم دل

نخواہی یاد فرمودن ز حال اوحدی لیکن
ز من یاد آوری دانم کہ پیشت می‌گذارم دل

بہ جاں پروردہ ام دل را بہر کار عشق تو
چو گشتی فارغ از کارش نمی‌آید بہ کارم دل

(۲۱۸)

دیوانہ می‌شد از غم او گاہ گاہ دل
زاں بستم اندر آں سر زلف سیاہ دل

دل را دریں حدیث ملامت نمی‌کنم
ایں جرم دیدہ بود ندارد گناہ دل

دل خستہ ام ولے نتواں رفت ہر نفس
پیش رخ چو آینۂ او کہ آہ دل

(۲۰۶)

بسیار می‌کشد به زنخدان او دلم
اے سینه همتے که نیفتد به چاه دل

اے دیده مردمی کن و چشمے به راه دار
آخر نه هم به قول تو گم کرد راه دل

جانا چو زلف با دل شوریده بد مشو
دانی که هست روے ترا نیکخواه دل

در جاں نهاد مهرِ ترا اوحدی مگر
ترسید ازاں که راز ندارد نگاه دل

(۲۱۹)

من نخواهم برد جاں از دست دل　　اے مسلماناں فغاں از دست دل

هرکه از دستانِ دل غافل شود　　زود گردد داستاں از دست دل

جاودانم دیدهٔ باید مرا　　تا بگریم جاوداں از دست دل

جانم اندر تاب و دل در تب فتاد　　ایں ز دست چشم و آں از دست دل

گفته بودم پاے در دامن کشم　　ویں حکایت کے تواں از دست دل

قوّت پایے ندارد اوحدی
تا نهد سر در جهاں از دست دل

(۲۲۰)

نه به اندازهٔ خود یار گزیدی اے دل
تا رسیدی به بلایے که شنیدی اے دل ؟

سپر ناوک آں غمزه چرا گشتی باز
که به زخمے چو کبوتر بطپیدی اے دل

صفت بار بلایے که کنوں بر دل ماست
بارها گفتم و از من نشنیدی اے دل

پے دل رفتی و خود را بشکستی اے تن
ترک سر کردی و پشتم بخمیدی اے دل

(۲۰۷)

پیرهن چند کنم پاره ز سودائے تو من
بس کن این پرده که بر من بدریدی اے دل

هر دم از غصّه جهانے بفروشی بر ما
سرِ خود گیر که ما را بخریدی اے دل

گرد این گرد مپوے و سخن ورد مگوے
که ازین باغ بجز درد نچیدی اے دل

گر ز قدش نتوان جست کنار از لب او
گوشهٔ گیر که بسیار دویدی اے دل

اوحدی در کشد از دست تو دامن روزے
کاین فضیحت به سر ما تو کشیدی اے دل

(۲۲۱)

اے به خار هجر یار آشفته دل رحمتے کن بر منِ آشفته دل
رنگ رویم سر بسر کرد آشکار هرچه اندر سالها بنهفته دل
قصّهٔ آتش که در جان من است بر زبان آب چشمم گفته دل
بر امیدِ آں که او را غم خوری ، پیش خار غم چو گل بشگفته دل
سینهٔ ما را که خلوتگاه تست از غبار هرچه خالی رفته دل
پیش ازینم سرکشی میداد پند لیکن از کس پند نایدُ رفته دل

شرح بیداری و شبهاے دراز
اوحدی زین پس مگو با خفته دل

(۲۲۲)

نازنین عیب نباشد که کند ناز اے دل
او همی سوزدت از عشق و تو میساز اے دل

(۲۰۸)

اگرت میل بہ خورشید رخش خواهد بود
بر حدیث دگراں سایہ نیندازا ے دل

چونکہ پیوستہ دل سوختہ می‌خواهد دوست
گرنہ قلبی تو در آتش رو و بگداز اے دل

شمع را بنگر و پروانہ کہ باهم چونند
عشق با آتش آں چہرہ چناں باز اے دل

با درون تو غمش چوں سر خویشی دارد
خانہ از مردم بیگانہ بپرداز اے دل

چشم آں ترک عجب تیر و کمانے دارد
پیش آں تیر سپر زود بینداز اے دل

او بہ آواز تو چوں گوش نخواهد کردن
هیچ سودت نکند نالہ بہ آواز اے دل

اوحدی بشنو اگر عافیتے می‌خواهی
بہ چنیں روے نکو دیدہ مکن باز اے دل

(۲۲۳)

ما بہ ابد می‌بریم عشق ترا از ازل
در همہ عالم کہ دید عشق ترا بے خلل

از سر ما شور تو هیچ نیاید بروں
گرچہ سرآید زماں ورچہ در آید اجل

هیچ کسم گر بَدَل بر تو گزینم بہ دل
هیچ کسے خود بہ دل بر تو گزیند بدل

شمع لبت را بدید مهر گرفت از عقیق
موم دهانت بدید مُهر گرفت از عسل

راهروِ عقل را زلف تو دارالاماں
کارکن روح را لطف تو بیت‌العمل

بودہ بہ جور تو ما در ہمہ وقتی زبوں
گشتہ بہ مہر تو ما در ہمہ گیتی مثل

بادِ شبستان تو مورچہ و تخت جم
وصل تو و جان ما یوسف و سیم دغل

زلف تو تن را نوشت صورت نوں بر ورق
قدّ تو دل را نہاد لوح الف در بغل

چشم مرا از لبت نیست گزیرے کہ ہست
لعل لبت را شکر چشم سرم را سَبَل

فوت نشد نکتۂ از کشش و از خشش
با لب و زلف تراست مرتبۂ عقد و حل

اوحدی از دیرباز فتنۂ تست اے غزال
تا نشود ناامید زو بنیوش ایں غزل

(۲۲۴)

اے سحری دعاے من در دلش آں جفا مہل
یار خطاپرست را بر سر آں خطا مہل

خستۂ ہر ستم شدم اے قد بالا برو
سخرۂ ہر دغل شدم اے فلکِ دغا مہل

خاک زمین او شدم آتش ما فرونشاں
آب ز کار من بشد باد دراں سرا مہل

اے کہ نہادۂ مرا بر سر دل کلاہ غم
لطف کن و بہ دست خود پیرہنم قبا مہل

یا من مستمند را در صدد وصال کُش
یا دل دردمند را بے مدد دوا مہل

چند کنی به جنگ من روی جفا که رای زد
این که تو جای آشتی در دل ما بجا مهل

با همه خلق سرخوشی وز من خسته سرکشی
با تو که گفت کز جهان هیچ خوشی به ما مهل

اوحدی از گناه تو دور شد و دیار تو
مدت انتظار تو دور شد ای خدا مهل

(۲۲۵)

مستم از بادهٔ مهر تو مرا مست مهل
رفتم از دست ، دهی دست من از دست مهل

دل ز شوق می لعل تو چو خون شد مپسند
پشتم از بار غم هجر تو بشکست مهل

باز می‌بینم و همدست رقیبان شده
گر ازان دست نه کارم ازین دست مهل

چون ندادی گل وصلی به کفم خار جفا
کز غم هجر تو اندر جگرم خست مهل

گر خدنگی زنده آن غمزهٔ جادو مگذار
ور خطایی کند آن نرگس سر مست مهل

دل به نزد تو فرستادم و گفتی بس نیست
خود بیا و بطلب گر دگری هست مهل

* (۲۲۶)

گفتم دلم به وصل تو تعجیل می‌کند
گفتا ز من به صبر توان یافتن وصال

گفتم به شام روی تو دیدن مبارک است
گفتا که بامداد مبارک ترم به فال

---

* اس غزل کا مطلع نسخہ میں نہیں ہے —

(۲۲۶)

گفتم که هیچ گوش نکردی به قول من
گفتا که هیچ کار نیاید ز قیل و قال

گفتم که ابروِ تو نشان می‌دهد به عید
گفتا نشان عید بود دیدن هلال

گفتم چه دامها که تو داری ز بهر من
گفتا که دام من سر زلف است و دانه خال

گفتم که بوسهٔ دو سه بر من حلال کن
گفتا که بے بها نتواند شدن حلال

گفتم ز مویه شد تنِ مسکین من چو موے
گفتا ز ناله نیز بخواهی شدن چو نال

گفتم که پایمالِ فراقِ تو ام چرا
گفتا ازاں سبب که نداری به دست مال

گفتم ترا نیافت به شوخی کسے نظیر
گفتا مرا ندید به خوبی کسے مثال

گفتم سوال من ز جہاں وصل روے تست
گفتا که نیست ممکن ازیں خوبتر سوال

گفتم که چارہ نیست مرا از فراقِ تو
گفتا که چارۂ تو شکیب است و احتمال

گفتم شبے خیال تو نزدیک من رسید
گفت اوحدی به خواب تواں دیدن ایں خیال

(۲۲۷)

بنماے روے خویش که غیر از تو هرچه هست
دیدیم و بے غروب نبودند و بے اُفول

یا یک زماں به جانب ما نیز میل کن
یا خود جوابِ ما بده ار گشتهٔ ملول

ترسم رسول دین تو گیرد بدان سبب
تقصیر میکنم ز فرستادن رسول

تا شد به عشقِ روے تو مشهور نام من
اندر زمانه فارغم از شهرت و خمول

گر عدل بینم از تو وگرنه نمیتوان
از بندگی تجاوز و از چاکری عدول

هر جانم آتش است ز هجر تو ورنه چیست
این آه سرد و سوز دل و ناله و نحول

در وصف قدّ و زلف تو هر چند سالهاست
کاهلِ حدیث عرض سخن میدهند و طول

از آسمان عشق تو قرآن فارسی
امروز میکند به دل اوحدی نزول

(۲۲۸)

که رساند به من شیفتهٔ مسکین حال
خبرے زان صنم ماهرخ مشکین خال

هر سحر زلف چو شامش که دلم در کف اوست
در کف باد شمال است خنک باد شمال

نیست مَیلے به من آن را که ز مَیل رخ اوست
مِیل در مِیل ز خونِ دل من مالامال

دل آشفته به جایے و کسے در بستم
که نه اندیشهٔ قرب است و نه امّید وصال

شوق بوسیدن دستت اگرم پیش برد
به غلط پاے برون مینهم از صفِ نعال

پیش ازیں دیده به امّید وصالے می‌خفت
باز چندے است که در خواب برفتم ز خیال

بے رخ دوست نگوییم که ماهے سالے است
کانچه بے دوست گذارند نه ماه است و نه سال

حالتے هست دلم را که نمی‌یارم گفت
به ازیں کشف نشاید که کنم صورت حال

صبر فرمودی و فرمان تو مقدورم نیست
مطلب صبر جمیل از من مشتاق جمال

اوحدی نالهٔ بے‌فائده سودے نکند
دوست چوں گوش به احوال تو کرده است بنال

(۲۲۹)

به مسجد ره نمی‌دانم گرفتار خراباتم
جز ایں کارے نمی‌دانم که در کار خراباتم

خراب افتاده کار من خرابات اختیار من
خراباتی است یار من ازاں یار خراباتم

ز دام زاهدی رستم به قلّاشی کمر بستم
ز بهر آں چنیں مستم که هشیار خراباتم

بگرداں باده اے ساقی چو اندر خیل عشاقی
بمن ده شربت باقی که بیمار خراباتم

خرد می‌داشت در بندم پدر می داد سوگندم
چو بار از خر بیفگندم سبکبار خراباتم

تو گر جویاے مسکینی سزد با من که بنشینی
که گر در مسجدم بینی طلبگار خراباتم

به گرد کویش از زاری چو مستاں در شب تاری
بسر می‌کردم از خواری که در کار خراباتم

دلم را زین گرانان چه وزین بیهوده جویان چه
مرا از پاسبانان چه که بیدار خراباتم

چو جام بیخودی نوشم به سان اوحدی جوشم
کنون چون مست و بیهوشم سزاوار خراباتم

(۲۳۰)

می بادهٔ عشق نوش کردم چون مست شدم خروش کردم

هر عربدهٔ که باده انگیخت با زاهد خرقه پوش کردم

هر کس که ز ما سخن همی گفت او را به دمے خموش کردم

چون هوش برفت از حریفاں ایں بار حدیث هوش کردم

پندم مده اے رفیق بسیار انگار که پند گوش کردم

بگذار که من نماز خود را در خانهٔ میفروش کردم

بر آتش عشق اوحدی را
امروز تمام جوش کردم

(۲۳۱)

درد تو برآورد ز دنیا و ز دینم
با مایهٔ مهر تو نه آں باد نه اینم

چشم همه آفاق به دیدار تو بینند
تا پرده ز رخ برنکنی هیچ نبینم

تحصیل تو مقدور و من آسوده روا نیست
از خرمن اقبال چرا خوشه نچینم

اندیشهٔ مستوری و دیں داشتنم بود
سودائے تو نگذاشت که مستور نشینم

ار گنج وصالت بسپاری برسم زود
کز خاتم لعل تو شود ملک نگینم

گر نورِ تو در خلق ببینم ز دو گیتی
هم چشم فروبندم و هم گوشه نشینم
چوں اوحدی آں روز شوم شاد که باشد
در خاتم امّید ز لعلِ تو نگینم

(۲۳۲)

نبضِ دلِ شوریدهٔ مهجور گرفتیم — دامن ز هوا و هوسش دور گرفتیم

زیں حجرهٔ ویرانه چوشد سیر دلِ ما — راه درِ آں خانهٔ معمور گرفتیم

گر راه دراز است چه اندیشه که پنهاں — ره توشه ازاں منظر منظور گرفتیم

در صورتِ حور ار صفتے نیست زحسنش] — ما دیده ز دیدار چناں حور گرفتیم

تا مرده‌دلاں را ز کفِ غم برهانیم — چوں روح نَفَس در نَفَسِ صور گرفتیم

در حضرتِ سلطانِ معانی به حقیقت — بردیم مثالِ خود و منشور گرفتیم

اے اوحدی آں نور که پروانهٔ او را
چوں رفت که ایں تابش ازاں نور گرفتیم

(۲۳۳)

عقلِ صوفی را مهار اندر کشیم — عشقِ صافی را به کار اندر کشیم

نفسِ منصب‌خواه و جاه‌اندوز را — از سمندِ فخر و عار اندر کشیم

بادهٔ رند آسا خوریم اندر صبوح — ذیلِ رندِ باده‌خوار اندر کشیم

یار پُر دستانِ دوری‌دوست را — دست گیریم از کنار اندر کشیم

گوش چوں پر گردد از آوازِ چنگ — مے به یادِ لعلِ یار اندر کشیم

دشمناں از پے فراوانند لیک — ما حبیبِ خود به غار اندر کشیم

اوحدی را از برائے بندگی
داغِ عشقِ آں نگار اندر کشیم

(۲۳۳)

آں پردہ بر انداز کہ ما نور پرستیم
مستور چہ باشی چو نہ مستور پرستیم

غیرے اگر آں روے بہ دوری بپرستید
ما صبر نداریم کہ از دور پرستیم

خلق از ہوس حور طلبگار بہشت اند
واں‌گاہ بہشتی تو کہ ما حور پرستیم

ما را غرض از دیدن خوباں صفت تست
کز بہر تجلّی بود ار طور پرستیم

روغن بہ چراغے شدہ ہر خانہ کہ بینی
ما نور تو بینیم و ہمیں نور پرستیم

زیں نرگساں دور کہ ما نوش لبت را
زنّار فروبستہ چو زنبور پرستیم

کوتہ نظراں روے بہ گلزار نہادند
ماییم کہ آں نرگس مخمور پرستیم

با ہجر تو ممکن نشد اندیشۂ شادی
کایں ماتم ازاں نیست کہ ما سور پرستیم

اصحاب ضلال از بت و از خشت چہ بینند
در صدرنشیں ما بت مشہور پرستیم

گر کفر بود کُشتنِ نفسے بہ حقیقت
ما نفس‌کشاں کافر و کافور پرستیم

امروز کہ گشت اوحدی از ہجر تو رنجور
بیروں نتواں رفت کہ رنجور پرستیم

(۲۳۵)

روزے بر آں شمع چو پروانہ بسوزم
در خویش زنم آتش و مردانہ بسوزم

(۲۱۷)

چون با من بیگانه غمش را سر خویشی است
با خویش در آمیزم و بیگانه بسوزم

دیوانه شوم سر به خرابات برآرم
بر خویش دل عاقل و دیوانه بسوزم

گر آتش اندوه بریں آب بماند
هم رخت بر اندازم و هم خانه بسوزم

در وصل دلم را نه به پیمانه دهی مے
در مے فگنم آتش و پیمانه بسوزم

یاران همه در گلشن وصل اند به شادی
من چند دریں گلخن ویرانه بسوزم

گر بگذرم و دام نهد اوحدی ایں بار
هم دام بدرّانم و هم دانه بسوزم

(۲۳۶)

باز قلندر شدیم خانه بر انداختیم
عشق نوایے بزد خرقه در انداختیم

شعله که در سینه بود سوز به دل باز داد
مهر که با زهره بود با قمر انداختیم

عقل ریا پیشه را خوار بهشتیم دور
نفس بداندیشه را در سفر انداختیم

گرگ هوس را به عُنف دست ببستیم و دم
مرغ هوا را به زجر بال و پر انداختیم

معنی بےاصل را نقش بشستیم پاک
صورتِ ناجنس را از نظر انداختیم

در دل ما هرچه بود جز هوس و یادِ حق
ایں بستردیم پاک واں بدر انداختیم

زود بہ خسرو بر ایں قصۂ شیریں ما
زحمتِ فرہاد را از کمر انداختیم

از گل بستاں وصل یک دو سہ دامن بیار
کاں علف تلخ را پیش خر انداختیم

زُقّۂ یک مرغ بود طعمۂ یک مور گشت
ہرچہ بہ ایّام بر یکدگر اندختیم

اے کہ بہ تشویش ما دست بر آوردۂ
تیغ چرا می‌کشی چوں سپر انداختیم

یاد سپاہاں میار ہیچ کہ ما سرمہ وار
خاکِ درش اوحدی در بصر انداختیم

(۲۳۷)

چو تیغ بر کشد آں بیوفا بہ قصد برم
دلم چو تیر برابر رود کہ من سپرم

بہ کوے او خبر من کہ می‌برد کہ دگر
غم تو کوے بہ کویم ببرد و در بہ درم

بہ یاد روے تو مشغولم آں چناں کہ نماند
مجال آں کہ بہ خود یا بہ دیگرے نگرم

فراق آں رخم آبے بہ کار باز آرد
کہ ہم نشان وجودم ببرد و ہم اثرم

ہزار دوزخ و دریا بروں تواں آورد
از آتش دل سوزان و آب چشم ترم

بہ ہر طرف خبر درد من رسید ولے
تو آں دماغ نداری کہ بشنوی خبرم

غم تو کرد پراگندہ کار ما آخر
نگفتۂ کہ غم کار اوحدی بخورم

(۲۳۸)

پیشتر از عاشقی عافیتے داشتم
بر تو چو عاشق شدم آں همه بگذاشتم

نقش بسے دیدم از دفتر خوبی ولے
بر ورق سینه جز نقش تو ننگاشتم

تا به تو پرداختم خلوت دل را تمام
وسایۂ خود نیز را مشغله پنداشتم

شد ز جفاے تو دل پرخلل و خوار لیک
من ز وفا هرچه شد ناشده انگاشتم

چاه که می‌ساختند در ره من دلبراں
پیش زنخداں تو جمله بِینپاشتم

تشنۂ لعل تو ام دیگر ازاں می‌دهد
زلفِ چو شام تو از خون جگر چاشتم

من به تو امّیدوار تا بر شادی خورم
خود همه اندوه بود تخم که می‌کاشتم

گرچه بر افراشتم سر به همیں در جهاں
در قدمت می‌نهم سر که بر افراشتم

گوش دلم تا شنید نام ترا کافرم
از سخن اوحدی گر خبرے داشتم

(۲۳۹)

گر شبے چارۂ ایں روز جدائی بکنم
از شب طرّۂ او روز نمائی بکنم

ور به دست آرم ازاں زلفِ چو شامش گردے
تا سحر بر رخ او غالیه‌سائی بکنم

سرزنش می‌کندم عقل کہ در عشق مپیچ
بروم چارہ ازیں عقل جدائی بکنم

از براے سخن خلق خطایے باشد
کہ بہ ترک رخ آں ترک خطائی بکنم

گر مسخر شود آں روے چو خورشید مرا
پادشاهی نہ کہ دعواے خدائی بکنم

هرچہ دارم ز دل و دادش و دیں گر خواهد
بدهم وانچہ مرا نیست گدائی بکنم

از جدائی شدم آشفتہ و اندر همہ شهر
مددے نیست کہ تدبیر جدائی بکنم

صبر گویند بکن صبر بہ دل شاید کرد
چوں دلے نیست مرا صبر کجائی بکنم

اوحدی وار اگر زلف دوتا بگذارم
زود یکتا شوم و ترک دو تائی بکنم

(۲۳۰)

وہ کہ امروز چہ آشفتہ و بے خویشتنم
دشمنم باد بدیں شیوہ کہ امروز منم

شد چو موے تنم از غصۂ نا دیدن تو
رحمتے کن کہ ز هجر تو چو مویے است تنم

اثرے نیست دریں پیرهن از هستی من
ویں تو باور نکنی تا نکنی پیرهنم

دهنت دیدم و تنگ شکرم یاد آمد
سخنے گفتی و از یاد برفت آں سخنم

(۲۲۱)

از دهان تو چو خواهم که حدیثی گویم
یاوه گردد سخن از نازکی اندر دهنم

گر بمیرم من و آئی به نمازم بیرون
تا لب گور به ده جای بسوزد کفنم

آتش عشق تو از سینهٔ من ننشیند
مگر آن روز که در خاک نشانی بدنم

خلق گویند برو تَوبه کن از شیوهٔ عشق
می‌کنم تَوبه ولے بارِ دگر می‌شکنم

اگرم تیغ زنی بر سر و رخ بنمائی
اوحدی نیستم ار پیش رخت دم بزنم

(۲۳۱)

گمان مبر که ز مهر تو دست وا دارم
که گر چو خاکِ زمینم کنی هوا دارم

اگر جهان همه دشمن شوند باکے نیست
مرا ز غیر چه اندیشه چون ترا دارم

مرا که روز و شب اندیشهٔ تو باید کرد
نظر به مصلحتِ کار خود کجا دارم

به وصل روے تو ایمن کجا تواند بود
که دشمنے چو فراق تو در قفا دارم

دلم شکستی و مهرت رها نکرد که من
به خُردهاے چنان با تو ماجرا دارم

ز آشنا دل مردم درست گردد و من
شکست دل همه از یار آشنا دارم

قبول کن ز من اے اوحدی و قصّهٔ عقل
به من مگوے که من درد بیهوا دارم

(۲۴۲)

تو دامن از کفِ من در کشیدی و گفتم
که آستین تو گیرم بر آستانِ تو افتم

دلم چو غنچه سحرگاه تنگ بود و به مهرت
ز دیده اشک بباریـد و من چو گل بشکفتم

ز طیره بر نظرم راه خواب را تو ببستی
چو یک دو روز بدیدی که با خیال تو خفتم

هزار تلخ بگوئی مرا و چون برِ مردم
فغان کنم ز تو، منکر شوی که هیچ نگفتم

ز رنگِ گونهٔ زردم چو روز گشت هویدا
اگر چه رازِ دلِ خود ز چند گونه نهفتم

دریں فراق چه شبها که مردمانِ محلّت
ز نالهٔ من مسکین نخفته‌اند و نخفتم

چه غصّه‌ها که گذشت از فراق روے تو برمن
عجب که این همه بگذشت و عبرتے نگرفتم

دلِ مرا به سر زلف تابدار مسوزان
که چوں ز پاے درآیم دگر به دست نیفتم

ز اوحدی گل رخسار خود نهفته چه داری
بیا که مهرهٔ دل را به خار هجر تو سفتم

(۲۴۳) *

از غم خویش چنان شیفته کردی بازم
کز خیالِ تو به خود نیز نمی‌پردازم

هرکه از نالهٔ شبگیرِ من آگاه شود
هیچ شک نیست که چوں روز بداند رازم

* یہ غزل دیوان حافظ شیرازی میں بھی موجود ہے ۔

گفته بودی همدمِ دهکه ز هجرم چون دی
آن چنانم که ببینی و ندانی بازم

بعد ازین با رخِ خوب تو نظر خواهم باخت
گو همه شهر بدانند که شاهدبازم

عهد کردی که بسوزی به غمِ خویش مرا
هیچ غم نیست تو می‌سوز که من می‌سازم

آن چنان بر دلِ من ناز تو خوش می آید
که حلالت بکنم گر بکُشی از نازم

اگر از دام خودم نیز خلاصی بخشی
هم به خاکِ سرِ کوے تو بود پروازم

اوحدی گر نه چو پروانه بمیرد روزے
پیشِ روے تو چو شمعش نفسے بگدازم

(۲۲۳)

ماهرویا عاشق آن صورت پاکِ تو ام
بندۂ قدِّ خوش و رفتار چالاکِ تو ام

قُرص خورشیدی که چون بر رویت اندازم نظر
روشنائی باز می‌دارد ز ادراکِ تو ام

فارغ از حالِ دلِ آشفتۂ زار منی
فتنۂ خالِ رخِ خوبِ طربناکِ تو ام

بر سرِ کوے تمنائے تو از نزدیک و دور
هر کسے را آب رویے هست و من خاکِ تو ام

مارِ زلفت بر دلم هر لحظه نیشے می زند
شربتے بفرست ازان لعل چو تریاکِ تو ام

(۲۲۴)

سرمه سازم دیدهای پاک‌بینِ خویش را
گر به دست آید غبارِ دامنِ پاکِ تو ام

اوحدی را در کمند آور چو صیدے می‌کنی
ورنه من خود روز وشب در قید فتراک تو ام

(۲۴۵)

صنما به دلنوازی نفسے بگیر دستم
که ز دیدنِ تو بیهوش و زگفتنِ تو مستم

دلِ من به دامِ عشقِ تو کنوں فتاد و آں که
تو دراں گماں که من خود ز کمندِ عشق رستم

بنمودن محلّت خبرے فرستم امشب
که به مسجدم نخواهد چو ترا همی پرستم

چه سلامها نوشتم به تو از نیازمندی
مگرت نمی‌رسانند چنانکه می‌فرستم

به دو دیده خاکِ پاے تو اگر کسے بروبد
به نیازِ من نباشد که برت چو خاک پستم

تو به دیگراں کنی میل و بمن چگونه باشی
که ز دیگراں بریدم دل خویش و در تو بستم

دلم از شکست خویشم خبرے چو داد گفتی
دل اوحدی چه باشد که هزار ازیں شکستم

(۲۴۶)

گرچه در پاے هوا و هوَسَت می‌میریم
دسترس نیست که روزے سر زلفت گیریم

گر تو پاے دل دیوانهٔ ما خواهی بست
هم به زلف تو که دیوانهٔ آں زنجیریم

کشتنِ ما چو بہ تیغِ ہوسے خواہد بود
ہم بہ شمشیرِ تو بارے بہ شہادت میریم

صد گریباں بدریدیم ز شوقِ تو و نیست
قوّت آں کہ گریبانِ مرادے گیریم

صوفیاں را خبر از عشق جوانے چوں نیست
در گمانند کہ ما نیز مرید پیریم

گر سرے در سرِ او رفت چہ چیز است ہنوز
بہ سرِ دوست کہ مستوجبِ صد تشویریم

اوحدی پند لطیف است و نصیحت لیکن
ما حریفاں عجب ار پند کسے بپذیریم

(۲۴۷)

منِ دلدادہ ازاں روز کہ دیدار تو دیدم
در تو پیوستم و از ہرچہ مرا بود بریدم

تا توئی زارتر از حالِ دلم حال ندیدی
تا منم صعب‌تر از دردِ تو دردے نکشیدم

گر بہ بازار درآیم ز ضعیفی و چو پرسی
کہ کجا رفت، خلائق ہمہ گویند ندیدم

بیخبر بودم و از دور کماں مہرۂ ابرویت
ناگہاں بر دلم افتاد و چو مرغاں بطپیدم

سرِ انگشت نگارینِ تو آسودہ دلم را
آں چناں برد کہ انگشت تحیّر بگزیدم

می رَوِی، بودم با خود، کہ خیالِ تو دلم را
در ضمیر آمد و بیخود بہ سر کوچہ دویدم

اوحدی را نکند عیب ز دیوانه شدن کس
گر تو گوئی که من این بنده بدین عیب خریدم

(۲۳۸)

چو دل در دیگرے بستی نگاهش دار من رفتم
چو رفتی در پے دشمن مرا بگذار من رفتم

پس از صد بار جانم را که سوزانیدۂ از غم
چو با من درنمی‌سازی مساز ، این بار من رفتم

کشیدم جور و می‌گفتم ز وصلت برخورم روزے
چو از وصل تو دشمن بود برخوردار من رفتم

ز پیش دوستاں رفتن نباشد اختیار دل
بنالم تا بداند خصم کز ناچار من رفتم

چو دل پیش تو می‌ماند گواهے چند برگیرم
کزیں پس با دل گمره ندارم کار من رفتم

ترا چنداں که بامن بود یاری بندگی کردم
چو دانستم که غیر ازمن گرفتی یار من رفتم

بخواهم وِفق از جور تو من امسال می‌دانم
که از شوخی چناں دانی که هم بیزار من رفتم

مرا گفتی که غمخوار تو خواهم شد به دلداری
نگارا بعد ازینم گر توئی غمخوار من رفتم

ندارد اوحدی با من سر رفتن ز کوے تو
تو او را یادگار من نگه می‌دار من رفتم

(۲۳۹)

چو بر صحیفۂ دل نقش صورت تو نوشتم
حکایتِ دگراں سر بہ سر ز یاد بهشتم

(۲۴۹)

اگرچه نام مرا دور کردهٔ تو ز دفتر
به نامِ روے تو صد دفترِ نیاز نوشتم

ز شاخ وصل تو دستم نداد میوهٔ شیریں
مگر که دانهٔ ایں میوه تلخ بود که کشتم

اگرچه موےشگافی همی‌کنم ز معانی
به اعتقاد تو یک سر پلاس بود که رشتم

به خاک پاے تو کز دامن تو دست ندارم
اگر ز قالب پوسیده کوزه سازی و خشتم

اگر تو روے نخواهی نمود روز قیامت
به دوزخم بر ازیں ره که من نه مردِ بهشتم

سر شک دیده چناں ریخت اوحدی ز فراقت
کز آب دیدهٔ او خاک ره به خوں بسرشتم

(۲۵۰)

اگر به مجلس قاضی نموده اند که مستم
مرا ازاں چه تفاوت که رند بودم و هستم

مرا چه سود ملامت، بیار بادهٔ روشن
که پندِ کس ننیوشم کنونکه توبه شکستم

اگرچه گوشه گرفتم ز خلق و روے نهفتم
گماں مبر که ز دام تو شوخ‌دیده برستم

گماں مبر که بدوزم نظر ز روے تو هرگز
که من چو صنع ببینم خداے را بپرستم

دلم تعلّق اگر با دهان تنگ تو دارد
روا بود که بگویم که دل به هیچ نبستم

هزار بار دلم ریش کردهٔ به جفاها
که هیچ بار نگفتی دلِ کهِ بود که خستم

شکایت تو به دیوار می‌کنم به ضرورت
چو اعتماد ندارم که قاصدی بفرستم

دلم ببردی و جانم در اوفتاد به آتش
کناره کردی و من در میانه بنشستم

چو محتسب پی رندان همی‌رود به ملامت
مکن حکایت من پیش او که صوفی مستم

ستمگرا چه برآید ز دست من که ببردی
قرار و صبر و دل و دین و هرچه بود به دستم

به اوحدی دل من پای‌بند بود همیشه
ترا بدیدم و از بند او تمام برستم

(۲۵۱)

عیب من نیست که در عشق تو بیمار کشم
بار بر گردن من چون نهی ای یار کشم

بر سر خاکِ درت گر بُوَدَم راه شبی
سرمه‌وارش همه در دیدهٔ بیدار کشم

دلم آن نیست که من بعد به کاری آید
مگرش من به تمنّای تو در کار کشم

به دهانِ تو که از وی شکر اندر تنگ است
اگرم دست دهد قند به خروار کشم

هرکه گل بیندش از خار نباید نالید
من که دل بر تو نهم جور به ناچار کشم

با سر زلف تو خود دست‌درازی نه رواست
به ازین نیست که من پای ز مقدار کشم

اوحدی قصّهٔ بیگانه بر یارِ برند
من به پیش که برِم جور که از یار کشم

(۲۵۲)

نظر چو بر لب و دندان یارِ خویش کنم
طویلهٔ گہر اندر کنار خویش کنم

مرا از خاک درش شرمسار باید بود
اگر نظر بہ تن خاکسار خویش کنم

حساب من چہ کند دشمن آں چناں بہتر
کہ او شمار خود و من شمار خویش کنم

رقیب اگرچہ برآں در مقرّب است ولے
سگ استخواں خورد و من شکار خویش کنم

چو چارہ نیست، ملامت بہل کہ مدّعیاں
فغاں کنند و من آہستہ کار خویش کنم

گرم نہی چو کُلہ تیغ تیز بر تارک
گماں مبر تو کہ من ترک یار خویش کنم

چو اوحدی سخن از لعل آں صنم راند
ہزار دامن گوہر نثار خویش کنم

(۲۵۳)

بیار آں بادہ تا دل را بہ نور او بر افروزم
کہ بوے دوست می‌آرد نسیم باد نوروزم

بہ عشقم سرزنش کردی ببیں آں روے را امشب
کہ عذرم خود ترا گوید کہ من روشن‌تر از روزم

مگوے احوال درد من بہ پیش ہر ہوس‌بازے
کہ جز عاشق نمی داند حکایتہاے مرسوزم

رقیب از چشم من برخود بدر، گو ہر دمے جامہ
کہ من چشم از جمال او نمی دانم کہ بردوزم

من مفلس نمی‌خواہم جلوس بخت فیروزی
کہ از رخسار او حالی قرین بخت فیروزم

نگارینا چه بد کردم که نیک از من شدی غافل
نه نیک است این که از رویت به گفتار بدآموزم

من از حیرت نمی‌دانم حدیث خویشتن گفتن
ز قول اوحدی بشنو سخنهای جگر سوزم

(۲۰۴)

من درین شهر پای‌بند تو ام　　عاشق قامت بلند تو ام

مردهٔ آن دهانِ چون پسته　　کشتهٔ آن لبِ چو قندِ تو ام

می‌دوانی و می‌کُشی زارم　　چون بدیدی که در کمند تو ام

ای هلاکِ دلم پسندیده　　دولتی باشد ار پسند تو ام

گو رفیقان سفر کنید که من　　نتوانم که پای بندِ تو ام

گذری می‌کن ار طبیب منی　　آتشی می‌نه ار سپند تو ام

ز اوحدی باز پرس حال که من
تا چه غایت نیازمند تو ام

(۲۰۵)

جای آن داری که من بر دیده‌ها جایت کنم
رایگاں باشد اگر جاں در کف پایت کنم

پسته حیراں گردد و شکّر به تنگ آید ز شرم
چون حدیث پستهٔ تنگ شکرخایت کنم

گرچه شد فرسوده عقل من ز دست زلف تو
آفرین بر دست زلف عقل فرسایت کنم

خویش را دیوانه سازم تا بدین محنت مگر
خلق را در حلقهٔ زلفِ سمن سایت کنم

بر دل و بر دیدهٔ من گر کنی حکم ای پسر
دیده را مزدور، دل را کارفرمایت کنم

رای رای تست هر حکمی که می‌خواهی بکن
چون مرا روی تو باید خدمتِ رایت کنم

اوحدی گر دل به دست زلف پستت داد، من
جان فدای حسن روی عالم‌آرایت کنم

(۲۰۶)

ای نرگست به شوخی صد بار خورده خونم
بر من ترحمی کن بنگر که بی تو چونم

غافل شدی ز حالم با آن‌که دوربینی
عاجز شدم ز دستت با این که ذوفنونم

تریاک زهر خوبان سمّ است و من ندارم
درمانِ درد عاشق صبر است و من زبونم

هرکس گرفت با خویش از ظاهرم قیاسی
بگذار تا ندانند احوال اندرونم

دل خواستی تو از من تشریف ده زمانی
گر جان دریغ بینی از عاشقان دونم

میم دهان خود را از من نهان چه کردی
باری نگاه می‌کن از قامت چو نونم

گر خون خود بریزم صدبار در غم تو
دانم که بارِ دیگر رخصت دهی به خونم

گر اوحدی سکونی دارد صبور باشد
من چون کنم صبوری آخر که بی سکونم

(۲۰۷)

من که باشم که به من نامه نویسند و سلام
گو به دشنام مرا یاد کن از لب به تمام

(۲۳۲)

از کجا می‌رسد این نامه فروبسته به مهر
کز نسیمش نَفَس مشک برآید به مشام

نامهٔ دوست همی‌خوانم و در تشویشم
که جوابش چه نویسم منِ آشفته پیام

می‌نویسم سخن مهر و قلم می‌گوید
عجب ار نامه نسوزد که به سوز است کلام

بنوشتم غرض امّا ننمودم به کسی
قصّهٔ فاش نشاید که نمایند به عام

دلبرا می‌کنم از دُور سلامت گرچه
دشمنانم نگذارند که آیم به سلام

به نصیحتگرِ خود گوش نکردم زان است
دلم امروز چنین سوخته و کارم خام

پادشاهی تو به درویش کجا دل بنهی
این قدر بس که نظر باز نگیری ز غلام

اوحدی با تو گر ایّام به کین است مترس
تو چنان کن که به مهرے گذرانی ایّام

(۲۵۸)

به پیشگاه قبول ارچه کم دهد راهم
هنوز دولتِ آن آستانه می‌خواهم

گرم کند ز جفا همچو ریسمان باریک
از آنچه هست سر سوزنے نمی‌کاهم

دلم ز مهر رخش نیم ذرّه کم نکند
اگر به طیره کند همچو سایه در چاهم

اگر بہ آبِ وصالش طمع کند غیرے
من آں طمع نپسندم کہ خاکِ در گاہم

ز آہم آیینۂ آسماں غبار گرفت
بہ گوشِ دوست ہمانا نمی‌رسد آہم

گر او بہ کارِ منِ خستہ التفات کند
چہ التفات بماند بہ دولت و جاہم

چو اوحدی ز پے این و آں نخواہم رفت
بس ایں قدر کہ دعاگوے دولتِ شاہم

(۲۵۹)

فاش گشت ایں ماجرا کز مرد و زن پوشیدہ‌ام
سر بہ سر گفتند آں کز تن بہ تن پوشیدہ‌ام

دوست تا احوال من بشنید رحمت کرد و لطف
خود حدیثے گفتنی بود ایں کہ من پوشیدہ ام

چوں مرا خاموش بینی از شکیبائی بداں
نالہ‌ہاے سر بہ مُہر اندر دہن پوشیدہ ام

یادِ او را با دل و دل را بہ جاں پیوستہ ام
مہرِ او در جان و جاں اندر بدن پوشیدہ ام

من چو از دشمن سخن گویم تامّل کن کہ چوں
ماجراے دوست در زیر سخن پوشیدہ ام

اوحدی گر دوست شمشیرت زند دستش مگیر
گو بزن کز بہر شمشیرش کفن پوشیدہ ام

(۲۶۰)

نہ پیش ازیں من بیگانہ آشناے تو بودم
چہ جرم رفت کہ مستوجب جفاے تو بودم

نهاں شدی ز من اے آفتاب چہرہ ہمانا
چو ذرّہ شیفتہ عمرے نہ در ہوائے تو بودم

غریبِ شہر تو ام بر غریبِ خود گذرے کن
چناں شناس کہ خاکِ درِ سرائے تو بودم

بہ شہرِ خویش چو بیگانگاں مرا بردار
مدار دور کہ دیرینہ آشنائے تو بودم

ز دیدنت ہمہ را کار بانوا و مردانہ
نہ سالہاست کہ من نیز بے نوائے تو بودم

مرا لبِ تو بہ دشنام یاد کرد ہمیشہ
جزائے آں کہ شب و روز در دعائے بودم

من از کجا و غریبی و عاشقی و غم دل
غریب و عاشق و غمخوارہ از برائے تو بودم

ہر آں کہ سیمِ سرِشکم بدید زود بداند
کہ ایں برائے تو باشد کہ من گدائے تو بودم

بہ قول اوحدی از دست دادہ ایم دل ارنہ
چہ مردِ چشمِ خوش و زلف دل‌ربائے تو بودم

(۲۶۱)

چشمِ جاں بر اثرت می‌دارم گوش دل بر خبرت می‌دارم

می‌کنم جائے تو در جاں گرچہ گفتی از دل بدرت می‌دارم

ہمچو خاکم بدر افگندی و من روے بر خاک درت می‌دارم

دوش گفتی کہ نداری سر من بہ سر تو کہ سرت می دارم

بہ جفا خونم ازیں بیش مریز کہ بخونِ جگرت می‌دارم

دل ترا دوست تر از جاں دارد من ازاں دوسترت می‌دارم

سپر شد این دلم از بسکه درو ناوکِ دل سپرت می‌دارم
در تو بستم چو کمر دل گفتی کز میان زود برت می‌دارم

اوحدی‌وار گر آیینهٔ دل
همچو نقشِ حجرت می‌دارم

(۲٦۲)

معراجِ ما به روح و روان بود صبحدم
دیدارِ ما به دیدهٔ جان بود صبحدم

آن دلفروز پردهٔ گر انداخت همچو روز
از چشمِ غیر اگرچه نهان بود صبحدم

چون فکرتم ز اَنفُس و آفاق در گذشت
پروازِ من برون ز جهان بود صبحدم

با جبرئیل پیک روانم که شاد باد
از رفرف دماغ روان بود صبحدم

جایی رسید فکرم و بگذشت کاندرو
روح‌القدس کشیده‌عنان بود صبحدم

طاوسِ جانم از هوسِ منتهای وصل
بر شاخِ سدره جلوه‌کنان بود صبحدم

دریافتم ز قرب مکانی و منزلی
کانجا نه منزل و نه مکان بود صبحدم

اندیشه‌ها که وهم هراسیده کرده‌ام بود
با شوق گفتم و نه چنان بود صبحدم

وان سودها که نفسِ هوس پیشه جمع داشت
در کوی عشق جمله زیان بود صبحدم

او خود ثنای خود به خودی گفت اوحدی
از وصفِ حال کُندزیاں بود صبحدم

(۲۶۳)

امروز عید ماست که قربانِ او شدیم
اکنوں شدیم شاه که دربانِ او شدیم

چنداں غریب نیست که باشد غریب وار
ایں سرو ماهچهره که مهمانِ او شدیم

اے باد صبح بگذر و از ما سلام کن
بر روضهٔ که عاشقِ رضوانِ او شدیم

فرخنده یوسفے است که زندان اوست دل
زیبا محمدے است که سلمانِ او شدیم

تا ما گدائے آں رخ و درویش آں دریم
ننشست خسروے که نه سلطانِ او شدیم

ایں خواجه از کجاست که طوعاً و رغبةً
بے کَرْه و جبر بندهٔ فرمانِ او شدیم

گفتم ز درد عشقِ تو گشت اوحدی هلاک
گفتا چه غم ز درد که درمانِ او شدیم

(۲۶۴)

به دکان میفروشاں گِرو است هرچه دارم
همه خُنبها تهی گشت و هنوز در خمارم

ز گریزپائی من چو خبر به خانه آمد
نتواں به خانه رفتن که ز خواجه شرم دارم

به جهانیاں برآمد خبرم به مے پرستی
کس ازیں خبر چه داند که چه رند و خاکسارم

سر بد پسندم آخر که چه فتنه کرد دیدی
دلِ کج گمان من بین که هنوز امید دارم

دل و دین و دانشے را که به عمر حاصل آمد
همه کارم اندریں کار و مداں که درچه کارم

مگرم دهند راهے به کلیسیاے گبراں
که به خانقاه رفتم شب و کس نداد بارم

خبرِ عنایتِ او ز کسے به شب شنیدم
به امید آں عنایت شب و روز می‌گذارم

به قیامت ار برآید تن من ز خاکِ محشر
دلِ من ز شرمساری نهلد که سر بر آرم

بر اوحدی مگویید دگر حکایتِ من
چو نماند رخت و بارے که بر اوحدی سپارم

(۲۶۵)

توبه کردم ز توبه کردنِ خام ببر ایں جامه و بیار آں جام

چوں بپوشیم راز کاوردیم طبل بر کوچه و علم بر بام

پیر ما را چگونه توبه دهد که جوانی نکرده‌ایم تمام

زاهد خام اگر زند طعنے بگذاریم تا بجوشد خام

نیست از یکدگر پدید هنوز صالح و فاسق و حلال و حرام

تا نجوشیم در نیاید عشق تا نکوشیم بر نیاید کام

گر ترا نیست آتشے در دل
از دل اوحدی بخواه به وام

(۲۶۶)

ما نور چشم مادرِ ایں خاکِ تیره ایم
آباے انجم فلکی را نبیره ایم

هر نقد را که از ازل آمد به کام گیر
هر فیض را که تا ابد آید پذیره ایم

در پنج رکنِ متّفق‌الاصل چارہ‌گر
بر چار سکن متّفق‌الفرع چیره ایم

مستوفیان مال بقا را خزینه‌دار
قانونیان طب شفا را ذخیره ایم

اے مدّعی مگر تو ندانسته طرح ما
کاکسیر واصلانِ قِدم را خمیره ایم

گر کردهٔ تجارت هندوستان عشق
دانی که ما متاع کدامیں جزیره ایم

از اتّفاقِ غیبت ده روزه باک نیست
کانجا ز حاضرانِ بزرگ خطیره ایم

آنجا مکرّمیم چو سقلاب و زنجبیل
هر چند در دیار تو کرمان و زیره ایم

لافِ بلٰی زدیم و ز روزِ الست باز
بر یک نهاد و یک صفت و یک وتیره ایم

ما را ز شهر تا که بروں برده‌اند رخت
گه خواجه ایم در ده و گاهے امیره ایم

دوری ز کوے دوست گناه کبیره بود
اکنوں به شست و شوے گناه کبیره ایم

روزے به چرخ جوش برآرد فقام جان
زیں خُمّ سرگرفته که در وے چو شیره ایم

با اوحدی معاشرت روح قدسیان
نشگفت ازاں که ما همه از یک عشیره ایم

(۲٦۷)

میخانه را بکشای در کامروز مخمور آمدم
نزدیک من نه جامِ مے کز منزلِ دور آمدم

شهر پدر بگذاشتم نقشے دگر بنگاشتم
خود را چو ماتم داشتم بیخود دریں سور آمدم

بودم قدیمی خویش تو از مذهب و از کیش تو
منزل به منزل پیش ازاں شادان و مسرور آمدم

در گاه و در بیگاه من دانم به دیدن راه من
کز حضرت آں شاه من با خطّ و دستور آمدم

بازم جفا چندیں مکن مسکیں بداں مسکیں مکن
ابرو ز من پرچیں مکن گر پیش فغفور آمدم

هر چند بینی جوشِ من فریاد نوشانوشِ من
یک سو منه سرپوشِ من کز خلق مستور آمدم

من بر جهودانِ دغل مشکل توانم کرد حل
زیرا که لوح اندر بغل ایں ساعت از طور آمدم

با آں که در ایں منزلم همصحبتِ آب و گلم
از نازکی ترسد دلم کز عالمِ نور آمدم

ره پیش آں خوانم مده آبم مبر نانم مده
دارو و درمانم مده زیرا نه رنجور آمدم

با او رَوَم در پیرهن بے او نیایم در کفن
تا تو نپنداری که من از دوست مهجور آمدم

خواهم ز روے ارتقا رفتن بریں بام بقا
می داں که میخواهم لقا چوں فارغ از حور آمدم

ببریدم از ماهے چناں با ناله و آهے چناں
واں گاه من راهے چناں شبهاے دیجور آمدم

چون اوحدی در کوے دل تا من شنیدم بوے دل
هر جا کہ کردم روے دل فیروز و منصور آمدم

(۲۶۸)

حال ایں پیکر ازاں بتگر دانا پرسیم
یا خود از پیش حکیمان توانا پرسیم

چہ طلسم است بریں گنج و چہ رسم است او را
یا چہ اسم است کسے نیست کزو وا پرسیم

راہ بسیار دریں خانہ و لیکن ما را
راہ آں نیست کہ گوییم سخن یا پرسیم

جاں مسیح است و صلیبش تن و ایں معنی را
زود دانیم اگر پیش مسیحا پرسیم

سر فرزند دریں خانہ نشد پیدا نیک
چوں بہ آنجا نہ درآییم و ز بابا پرسیم

روح را پیشتر از آدم و حوّا اصلے است
ما نہ طفلیم کہ از آدم و حوّا پرسیم

صد هزار اسم فزون است و مسمّاش یکے
اسم جوییم کنوں باز مسمّا پرسیم

حالِ امروز بپرسیم ز دانندہ بہ نقد
حالِ فردا بگذاریم کہ فردا پرسیم

قطرۂ بیش نباشد دو جہاں از دریاش
صفت قطرہ هماں بہ کہ ز دریا پرسیم

اوحدی رو تو سخن گوے کہ مقصودِ سخن
یک حدیث است و هم از مردم یکتا پرسیم

(۲۶۹)

ای زاهد مستور ز من دور که مستم
با توبهٔ خود باش که من توبه شکستم

زنّار ببندی تو و بس خرقه بپوشی
من خرقهٔ پوشیده به زنّار ببستم

همتای بتِ من به جهان هیچ بتی نیست
هر بُت که برین نقش بود من به پرستم

فردای قیامت که سر از خاک بر آرم
بر خاکِ درِ او نبود جای نشستم

دستِ من و دامان شما هرچه ببینید
جز حلقهٔ آن در بستانید ز دستم

بر گردِ من ار دانه و دامی است عجب نیست
روزی دو که مرغِ قفص و ماهی شستم

در سر هوس اوست به هر گوشه که باشم
در دل طلب اوست ز هر گونه که هستم

بارم نتوان برد که مسکین و غریبم
خوارم نتوان کرد که افتاده و پستم

باشد سخنم حلقهٔ گوش همه دلها
چون حلقه‌بگوش سخن روز الستم

پنهان شدم از خَلق وز خِلقِ خُلُق او
خامم چو بدیدند و بجُستند و بجَستم

دوش اوحدی از زهد سخن گفت و من از عشق
القصّه من از غصّهٔ او نیز برستم

(۲۷۰)

دلِ خود را به دیدار تو حاجتمند می‌دانم
غمِ هجر تو بنیادم نخواهد کند می‌دانم

مرا گوئی سر خود گیر و پایم بستهٔ محکم
عظیم آشفته ام لیکن خلاص از بند می‌دانم

لبت پوشیده برد از من دل گمراه و من هرگز
حدیث او نمی‌گویم به کس هرچند می‌دانم

شبم یک بوسه فرمودی که خواهم داد لیکن من
به بوسے زاں دهن مشکل شوم خرسند می‌دانم

مرا هردم ز پیش خود برانی چوں مگس لیکن
نخواهم رفت از پیشت که قدر قند می‌دانم

تو می‌گوئی که زیں پس من وفا ورزم ولے خوباں
بگویند ایں حکایتها و نتوانند می‌دانم

به هردم اوحدی زیں پس مده پند و ببیں او را
که چونش عاشقم با آں که خیلے پند می‌دانم

(۲۷۱)

گر او پیدا شود بر من به شیدائی کشد کارم
و گر من زو شوم پنهاں به پیدائی کشُد زارم

دورنگی از میانِ ما به یکبار آں چناں گم شد
که غیر از نقش یکرنگی نه او دارد نه من دارم

دلم گر چشم اقرارے بر اندازد بغیر او
دو چشم او بر انگیزد جهانے را به إنکارم

مرا از بس که او دم داد و دل غم دید از عشقش
غمش بگسیخت تسبیحم دمش در بست زنّارم

میانِ خواب و بیداری شبے دیدم خیال او
ازاں شب والہ و حیراں نہ در خوابم نہ بیدارم

تو از ہر چار دیوارے نشانِ من چہ می‌پرسی
کہ یار از شش جہت بیرون و من در صحبت یارم

کسے کو جان من باشد چو با او دوستی ورزم
نباشد دوستی با او کہ خود را دوست می‌دارم

ز داغ و درد او دوری نخواہم کرد تا ہستم
بہل تا داغ و درد او بسوزند اوحدی وارم

(۲۷۲)

آں اوست کہ می‌بینم ایں اوست کہ می‌دانم
تا آں کہ رخش دیدم او من شد و من آنم

در آیینہ جز رویے ننمود مرا زیں دو
اے کاش بدانم تا بر روے کہ حیرانم

ہرچند کہ میراں را از مورچہ عار آید
او گوید و من گویم چوں مور و سلیمانم

چوں شست بہ یکرنگی نقش سبک و سنگیم
حکمے من و حکمے او می‌راند و می‌رانم

جانانم اگر خواہد ہرگز نہ بمیرم من
تا زندہ بداں جاناں نہ زندہ بدیں جانم

دوری اگر او جوید شاید کہ تواں کردن
گر من کنم ایں دوری از دست کہ نتوانم

گفتا بہ تو می‌مانم در خود چو نظر کردم
جز دوست نمی‌ماند گوئی کہ نمی‌مانم

ایں زہرہ کرا باشد جز من کہ بہ گستاخی
پر خواندْ و ننیوشم بفروشد و نستانم

تا بر دگرے چو یمن درویشم و او سلطاں
چوں بر در او پویمی درویشم و سلطانم

گر زاں کہ کسے دیگر زیں قصّہ بہ مستوری
خاموش تواند شد من مستم و نتوانم

اے اوحدی او را گر یابی طلب آں گہ کن
کو را نہ بداند کس زیں گونہ کہ من دانم

آں صید کہ می جستم ہر چند بہ دام آمد
دیگر بدواند بر در کوہ و بیابانم

(۲۷۳)

ما چشم جہانیم کہ ایں راز بدیدیم
پوشیدہ رخ آں بت طنّاز بدیدیم

ہم صورت او از ہمہ نقشے بشنیدیم
ہم لہجۂ او در ہمہ آواز بدیدیم

آں قامت و بالا کہ بہ جز ناز ندانست
بے عشوہ خراماں شد و بے ناز بدیدیم

پیش از زحل و زہرہ و برجیس بگفتیم
ما طاعت خورشید یک انداز بدیدیم

چوں شمع بہ یک لمحہ کزاں نور نمودیم
صد بار زباں در دہن گاز بدیدیم

تا گشت وجود و عدم ما متساوی
او را ز وجود ہمہ ممتاز بدیدیم

زیں کہنہ قفص باز نگردیم و ز بندش
تا سوے فلک فرصت پرواز بدیدیم

(۲۷۵)

یاران قدیمی که ز ما روے نهفتند
چوں پردہ تنک شد همه را باز بدیدیم

سازے است بزرگ ایں تن و ما کوشش بسیار
کردیم که ماهیّتِ ایں ساز بدیدیم

از عجز بدیں در ننهاد است کسے پاے
ما سر بنهادیم چو اعجاز بدیدیم

دوش اوحدی از واقعه ما را خبرے داد
هم شکر که یک واقعه پرداز بدیدیم

(۲۷۳)

نبودم مرد ایں مَیْدان و آورد او به میدانم
چو گویم کرد سرگردان و می بازد به چوگانم

به نازم در بغل گیرد چو جان خویشتن لیکن
بیندازد دگر بار و کند در خاک غلطانم

ز دستش زاں نمی‌نالم که بر می‌گیرد از خاکم
به پایش زاں در افتادم که می‌آرد به پایانم

جهانے در تماشاے منِ وارفته و آں بُت
همی‌نازد به هر سوے و همی‌تازد به هر سانم

ازو پے گُم کنم هر دم ولے روزم رسد در پے
که راے او طلبگار است و روے او نگهبانم

وجودم آں نمی‌ارزد که آں بت بر سرم لرزد
دلم زاں عشق می‌ورزد که دلدار است جانانم

تن من زو رواں گردید و قالب جان و پیکر دل
به یک بازیچه زیں بهتر چه خواهم شد نمی‌دانم

(۲۷۴)

درین رفتن به همراهی مرا او دست می‌گیرد
وگرنه پای ره رفتن ندارم هیچ و نتوانم

بگفتم لیک دیگر پی بر افرازد به افسونم
براند لیک دیگر بار باز آرد به دستانم

ز هر کس می‌کشم صد طعنه وز عشقش نمی‌گردم
ز دستش می‌خورم صد زخم و از پایش نمی‌مانم

کشیدم پای در دامن مگر مجموع خواهم شد
کنون خود را همی‌بینم که مجموع پریشانم

شدم با این سبک روحی به غایت سخت‌جان ورنه
که دارد طاقت زخمے که من در موجب آنم

زمانے نیست بے دولت به دور روے او کارم
ازان رو صورت دولت چنین افتان و خیزانم

بجویم گرچه هر ساعت زند چون اوحدی زخمے
هم از من بر من است این زخم ازان ’هفتاد فرمانم

(۲۷۵)

من چو همین حرفِ الف دیده ام — حرف دگر زان نپسندیده ام

هرچه نه از پیشِ الف شد روان — همچو الف بر همه خندیده ام

هیچ ندارد الفِ عاشقان — هیچ ندارم که نپرسیده ام

چون ز الف شد همه حرفے پدید — من همه دیدم چو الف دیده ام

چون بهم آمد الفے راست شد — هر نُقَطے کز همگان چیده ام

پیش الف بس که فتادم چو ’ب‘ — ره شدم از بسکه بغلطیده ام

من چو شوم راست چو باشد الف — گفته شد این حرف که پوشیده ام

من الفِ وصلم و جز نام وصل — هرچه بگفتند نه بشنیده ام

(۲۴۵)

پر بنوشتند ولی یاد من هیچ نکردند و بزنجیده ام
زان خط و زان نقطه نشان کس نداد جز الف از هرکه بپرسیده ام
پای و سرم در حرکت گم که شد هر به سکونی است که ورزیده ام
گرنه غلام الفم همچو لام در الف از بهر چه پیچیده ام
چون الف از عشق بگشتم به سر وز سر این عشق نگردیده ام

همچو الف صدرنشین اوحدی است
من سخن او به چه ارزیده ام

(۲۷۶)

گر یار بلند آمد من پستم و من پستم
ور کار به بند آمد من جستم و من جستم

من حاکم این شهرم هم نوشم و هم زهرم
گر خصم بود پَنجه من شستم و من شستم

ای هر سخنت کامی در ده ز لبت جامی
کان توبه که دیدی تو بشکستم و بشکستم

هر چند به حالم من از دست که نالم من
زیرا که دلِ خود را من خستم و من خستم

ای مطرب درویشان کم گو سخن خویشان
که نیست شوند ایشان من هستم و من هستم

هرکس به گمانِ خود گوید سخنانِ خود
من یافتم آن خود وارستم و وارستم

ای اوحدی از یاری داری خبر یاری
در یار که میگفتم پیوستم و پیوستم

(۲۷۷)

شبِ دوشینه در سودای او خفتم | ازاں امروز با تیمار و غم جُفتم
ز من هرچند سر می‌پیچد آں دلبر | اگر دستم رسد در پٔے او افتم
چو چوبِ زلف او آشفته حالم | خطا کردم که با زلفش بر آشفتم
ازاں کرد آشکارا دیده راز من | که راز خویش را از دیده بنهفتم
به پند بدسگالاں اندر افتادم | که پند نیک خواه خویش نشنفتم
به بوے آں که چشم روے او بیند | به مژگانهاش خاک آستاں رفتم
دل او باد پندارد حکایتها | کز آب دیده با باد صبا گفتم
از آں روزے که دیدم زلف شبرنگش | حرام است ار شبے بے یاد او خفتم

چو چشم اوحدی زاں گوهر افشاں شد
زبان او که دُرِّ وصف او سفتمٔ

(۲۷۸)

تو چیزے دیگری ورنه بسے خوباں که من دیدم
کسے دیگر نبیند اندر آں رو آں که من دیدم

نه امکاں آنچه من دیدم که در تقریرِ کس گنجد
ستم چنداں که من بردم بلا چنداں که من دیدم

مگو از جنّت و رضواں حکایت بیش ازیں با من
که حیران است صد جنّت دراں رضواں که من دیدم

چو جویم میوۂ اصلی ز روے او خرد گوید
عجب گر میوه بتواں چید ازاں بُستاں که من دیدم

زهے در هجر آں جاناں عذابِ تن که من دارم
خهے در عشق آں دلبر بلاے جاں که من دیدم

به جاں می‌ماند از پاکی لب دلبر که من دارم
به مه می‌ماند از خوبی رخ جاناں که من دیدم

مبند اے اوحدی زنهار در پیمان آں دل را
که نقصاں زود خواهد یافت آں پیماں که من دیدم

(۲۷۹)

مرا مجال نباشد که یار او باشم
مگر همیں که به دل دوستدار او باشم

اگر به هر دو جهانش بها کنی یک موے
هنوز در دوجهاں شرمسار او باشم

مرا به زهد و نماز و ورع چه می‌خوانی
بهل که عاشقِ مسکینِ زار او باشم

چو خاک بر درش افتاده ام بداں امید
که او گذر کند و در گذار او باشم

گماں مبر که کنم رغبت بهشت مگر
به شرطِ آں که هم اندر جوار او باشم

ز خون دیده کنارم پُر است هردم و نیست
امید آں که دمے در کنار او باشم

دیارِ خویش رها کرده ام بداں سودا
که چوں اجل برسد در دیار او باشم

کفن سیاه کنم روز مرگ تا بارے
پس از وفات هماں سوگوارۂ او باشم

کجا به اوحدی امید در توانم بست
من شکسته که امیدوار او باشم

(۲۸۰)

بندهٔ عشقیم و سالهاست که هستیم ورزش عشق تو کار ماست که مستیم

پس بدویدیم در به در ز پی تو چونکه نشان تو یافتیم نشستیم

بار دلِ ما به زیر پی غمِ تو بام لگد کوب شد که خانهٔ پستیم

کار نداریم جز خیال تو گرچه مدّعیان را خیال بود که جستیم

در دل ما هر کس آمدے و نشستے دل به تو پرداختیم و از همه رستیم

طوقِ تو بر گردنیم و داغِ تو بر دل بند تو بر پاے و باد به دستیم

زهّر که در جام عشق بود چشیدیم شیشهٔ که درو بارِ عقل بود شکستیم

گاه به دستِ تو همچو مرغ گرفتار گاه به دام تو همچو ماهی شستیم

سرِّ نعم در دهان ز روز نخستین راز بلیٰ در زبان ز روز الستیم

گر ز کمر ماں بیفگنید چو فرهاد باز نخواهد شد آں کمر که ببستیم

اوحدی اینجا بتاں پر اند ولیکن
کفر بود گر بجز یکے بپرستیم

(۲۸۱)

دست عشقت قدحے داد و ببرد از هوشم
خمِ مے گو سر خود گیر که من در جوشم

بر رخِ من در میخانه ببندید امشب
که کسے نیست که هر روز برد بر دوشم

من که سجّاده به مے دادم و تسبیح به نقل
مطربم کے بهلد خرقه که من درپوشم

چوب خشک از طرب باده جواں گردد و تر
باده دارم چه ضرورت که به حسرت جوشم

(۲۸۱)

اندریں شهر دلم بستۀ گندمگونے است
ورنہ صد شهرِ چنیں را بہ جوے بفروشم

اے کہ بے زهر ندادی قدحے نوش بکش
بندۀ فرمانم اگر زهر دهی ور نوشم

در و دیوار چو از جور بہ فریاد آمد
حسن عهد تو نہ بگذاشت کہ من بخروشم

موے بر موے تنم بر تو دعا می‌گوید
تا نگوئی کہ ز اوراد و دعا خاموشم

بہ لبانِ شکرین خودم از دور بپرس
کہ نگنجد تن و اندامِ تو در آغوشم

چہ سخن کز لبِ لعل تو نیاید بیروں
نرود گر همہ گوهر بود اندر گوشم

دوش مزدور خودم خواندی و دل دادم و دیں
امشبم بندۀ خود خواں کہ ازیں بہ کوشم

اوحدی هرچہ مرا گفت شنیدم زیں پس
پس ازیں گر بہ سخن سحر کند نشنوشم

(۲۸۲)

بہ ذکرِ تو من شادمانی کنم بہ یاد لبت کامرانی کنم

منت عاشق و عاشقت را رقیب کہ هم گرگم و هم شبانی کنم

بہ شمشیرِ عشقم سبکتر بکش کہ گر زندہ مانم گرانی کنم

کسے کت بہ سالے ببیند دمے بہ عمر درازش ضمانی کنم

چو در خانہ آئی شوم خاکِ تو چو بیروں روی پاسبانی کنم

بہ امّید بوسیدنت هر شبے تنم گیرد و ناتوانی کنم

تو جانِ منی چون ز من بگسلی کجا بے تو چون زندگانی کنم

بہ پیرانہ سر گر ببوسم لبت دگر نوبت از تو جوانی کنم

ز لعلِ تو یک بوسہ در کارِ من
کہ چون اوحدی در فشانی کنم

(۲۸۳)

برآں سرم کہ سر خود ز مے چو مست کنم
گذر بہ کوچۂ آں تُرکِ مے‌پرست کنم

بہ خیرہ سوختنم دست یافت دوست مگر
بہ چارہ ساختن آں دوست را بہ دست کنم

بہ گردن دلم ار تو در افگنی بندے
ازاں کمند چو آہنگِ بازِ دست کنم

دلم بہ دام بلاہا در اوفتد چوں صید
چو یاد دوست کہ از دام من بجست کنم

ہوائے قدِ بلندش مرا چو پست کند
نوائے گفتۂ خود را بلند و پست کنم

دلم بہ تیرِ غمت خستہ گشت و می خواہم
کہ جانِ خود ہدفِ آں کمان و شست کنم

گرم طلب کنی اے اوحدی ازاں در جوے
کہ من بہ خاکِ سر کوے او نشست کنم

(۲۸۴)

تا برآں عارض زیبا نظر انداختہ ایم
خانۂ عقل بہ یکبار برانداختہ ایم

بر دل ما دگر آں یار کماں‌ابرو تیر
گو میانداز کہ ما خود سپر انداختہ ایم

هیچ شک نیست که روزے اثرے خواهد کرد
تیرِ آہے کہ بہ وقت سحر انداختہ ایم

اے کہ قصد سر ما داری اگر لائقِ تست
بپذیرش کہ بہ پاے تو برانداختہ ایم

قدرِ خاکِ درت اینہا چہ شناسند کہ آں
توتیایے است کہ ما در بصر انداختہ ایم

اوحدی رازِ خود از خلق نمی پوشاند
گو ببینید کہ ما پردہ برانداختہ ایم

(۲۸۵)

تیرِ تدبیرِ تو در کیش ندارم چہ کنم
سپرِ جورِ تو با خویش ندارم چہ کنم

خلق گویند کہ ترکش کن و عہدش بشکن
اے عزیزاں چو من ایں کیش ندارم چہ کنم

بزنی ناوک و دل شکر نگوید چہ کند
بکَشی خنجر و سر پیش ندارم چہ کنم

طبعم اندیشۂ سوداے تو کردہ است خطاست
چارۂ طبع بداندیش ندارم چہ کنم

طاقتِ ناوکِ چشمِ تو مرا نیست ولے
چوں زدی در جگر ریش ندارم چہ کنم

جاں فدا کردم و گفتی کہ نہ اندر خورِماست
در جہاں چوں من ازیں بیش ندارم چہ کنم

ہر کرا دولتِ وصلِ تو بود محتشم است
ایں سعادت منِ درویش ندارم چہ کنم

(۲۸۵)

هی غمت گفت که بیگانه مشو با خویشاں
منِ بیگانه سرِ خویش ندارم چه کنم

گشت قربانِ غمت اوحدی و می‌گوید
تیرِ تدبیر تو در کیش ندارم چه کنم

(۲۸۶)

فراقِ روے تو می‌سوزدم جگر چه کنم
ز کوے عافیت افتاده ام بدر چه کنم

به دل کنند صبوری چو کار سخت شود
دلم نماند ز هجرِ تو صبر بر چه کنم

مرا سرے است به دست از جهان و آں را نیز
براے پاے تو دارم وگرنه سر چه کنم

دلے که بود به دستِ تو دانه ام دیرے است
کنوں ز هجرِ تو جاں می‌کَنم دگر چه کنم

تو تا توانی درِ من همی‌کنی خواری
ز ناتوانیِ من نیستت خبر چه کنم

ز چشمِ خلق گرفتم بپوشم آتشِ دل
مرا بگوے که با آبِ چشمِ تر چه کنم

چه گویمت که غمِ اوحدی بخور گوئی
منال گو ز غمِ ما و غم مخور چه کنم

(۲۸۷)

زلفِ تو دگر به تاب می‌بینم دل از آتش غم کباب می بینم

از جور که بر دلم پسندیدی ظلمے است که بر خراب می‌بینم

در دیدهٔ تو خیالِ رخسارت چوں عکسِ قمر در آب می‌بینم

این شیوهٔ چشمہاے بیخوابت گوئی کہ مگر بہ خواب می‌بینم
روے تو کشد مرا و این معنی از دور چو آفتاب می‌بینم
ہجرِ تو و مرگِ اوحدی را من مِن ذٰلِکَ یک حساب می‌بینم

ہر چیز کہ آں خطاست در عالم
چوں از تو بود صواب می‌بینم

(۲۸۸)

ز داغِ دردِ تو بر جانِ و دل نشاں دارم
خیالِ لعلِ تو در چشمِ دُرفشاں دارم

تو آب دیدهٔ پیدا بہل کہ پوشیدہ
ز سوزِ مہرِ تو آتش در استخواں دارم

بپرس ز ابرو و مژگانِ خویش قصّهٔ من
کہ ایں جراحت ازاں تیر و آں کماں دارم

شدم چو خاکِ زمیں خوار و روے آدم نیست
کہ از جفاے تو دستے بر آسماں دارم

چناں مکن کہ بہ زنّار کز حساب آید
ہمیں مگر کہ ز بہرِ تو درمیاں دارم

مرا بہ عشق تو چوں برگذشت آب از سر
چہ غم ز سرزنشِ ہرکہ در جہاں دارم

بہ اوحدیت بہ یک بوسہ اعتماد ار نیست
بہ من فروش کہ ہم سیم و ہم ضماں دارم

(۲۸۹)

اے چاہِ زنخدانت زندان دل ریشم
از نوشِ دہان تو چندیں بزنی نیشم

گر زاں کہ سرے دارم در پاے تو اے دلبر
کس را چہ سخن با من من مرد سر خویشم

پیشِ تو کشم هردم دست و کفِ محتاجی
اے محتشمِ کوچہ دریاب کہ درویشم

گاهم سگِ در خوانی گہ نیک مسلمانی
از هرچہ تو میدانی در زنادقی بیشم

یک دم نرود بے تو کاین دیدۂ سرگرداں
از خونِ دلِ خستہ خوانے بنہد پیشم

با من بکند خویشی بیگانۂ خوے تو
کاین بخت کہ من دارم بیگانہ کند خویشم

اے اوحدی این دل را درماں چہ کنی چندین
من ناوک او دارم مرهم منہ و ریشم

(۲۹۰)

گر مرغِ این هوائی ، بال و پرت بسوزم
ور حالِ دل نمائی دل در برت بسوزم

من شمع گشتم و تو پروانہ تا بہ زاری
در پاے من بمیری من بر سرت بسوزم

چوں ز آتشت بسوزم دیگر بشارت آرم
تا بنگرم کہ بینی زاں بهترت بسوزم

خاکسترت کنم من روزے ز آتشِ خود
وز دستم ار بنالی خاکسترت بسوزم

چوں عودت ار بسازم ایمن مشو کہ من گر
در پردۂ بسازم در دیگرت بسوزم

تا غرق عشق کردی در بحر بے نشانے
هم بادباں برم من هم لنگرت بسوزم

وقتی که نام خود را مومن کنی ز طاعت
مومن کنی ولیکن چون کافرت بسوزم

زان رنگ و بوی چندین چون گل مخند کاینها
گر زان که عود خامی بر مجمرت بسوزم

گفتی خلاص یابد هر زر که خالص آمد
من در خلاص غیرت سیم و زرت بسوزم

هان تا چو اوحدی تو بر هر دری نگردی
ورنه چو خاک کوچه بر هر درت بسوزم

(۲۹۱)

گر یار شوی با من در عهد تو یار آیم
ور زان که نگهداری روزیت به کار آیم

ای پردهٔ عارِ خود اندر دم مارِ خود
تا غَرّهٔ خود باشی مشنو که به کار آیم

من دولتِ بیدارم کز بهرِ سحر خیزان
در ظلمتِ شب پویم با نور نهار آیم

روزم نتوان دیدن زیراکه به گردیدن
با چتر و علم باشم با گرد و غبار آیم

رازم نه بدانی تو ضبطم نتوانی تو
روزیم یکی بینی یک روز هزار آیم

سلطان جمالم من فرخنده نهالم من
آگاه ببالم من ناگاه به بار آیم

گر جامه در اندازی وز جسم برون تازی
در جسم تو جان گردم در پود تو تار آیم

در منظر خوباں تو آں روز تماشا کن
کز منظرهٔ ایشاں بر برج حصار آیم

سر جملهٔ اعدادم نے زایم و نے زادم
هرجا که کنی یادم در صدر شمار آیم

گه نام و لقب جویم تا در بن چاه افتم
گه کنیت خود گویم تا بر سر دار آیم

نے چونم و نے چندم هم زمزم و هم قندم
گاه از لبِ گل خندم گه بر سرِ خار آیم

گاه از پے یکرنگی با مطرب و با چنگی
اسلام بر افگنده در شهرِ تتار آیم

آں است قرار من کش غیر نماند کس
چوں غیر فنا گردد آں گه به قرار آیم

با جمله دریں آبم خفتند و نه در خوابم
تا غرقه شوند اینها پس من به کنار آیم

ز آحاد نپرهیزم در اوحدی آویزم
خود مشعله انگیزم خود مشعله دار آیم

(۲۹۲)

خود را ز بد و نیک جدا کردم و رفتم
رستم ز خودی رخ به خدا کردم و رفتم

آں نفس بهیمی که گرفتار علف بود
او را چو خراں سر به چرا کردم و رفتم

کام همگاں محنت و ناکامی من بود
کم گفتم و آں کام فدا کردم و رفتم

هر فرض که از من به همه عمر قضا شد
در یک رکعت جمله قضا کردم و رفتم

هر لغزش که در گردن من بود ز غیری
از خون دل و دیده ادا کردم و رفتم

روی همگان چونکه به محراب ریا بود
من پشت بریں روی و ریا کردم و رفتم

پای دلم از هر هوسی سلسلهٔ داشت
از پای دل آں سلسله وا کردم و رفتم

دیدم که دل اوحدی آنجا به گرو بود
او را بَدَل خویش رها کردم و رفتم

(۲۹۳)

دی ره میخانه باز یافته بودم کار طرب را به ساز یافته بودم
جمله به می دادم و به مطرب و ساقی هرچه به عمر دراز یافته بودم
آں چه نه عشق تو بود و رندی و مستی عینِ دروغ و مجاز یافته بودم
راهِ دلِ رازدار بسته زباں را در حرم اهلِ راز یافته بودم
نه پدر و چار مادر و سه پسر را پیش خود اندر نماز یافته بودم
با همه پستی بلند همّتِ خود را از دو جهاں بی نیاز یافته بودم
سایهٔ درباں نگشت زحمتِ راهم زاں که ز سلطاں جواز یافته بودم
هر هوس و آرزو که بود دلم را در رخِ آں دلنواز یافته بودم

در نظرِ اوحدی ز راهِ حقیقت
نُه درِ افلاک باز یافته بودم

(۲۹۴)

شد زنده جانِ من همی زاں یاد بسیارش کنم
انگور اگر منّت نهد من زنده بر دارش کنم

مستم از جامے دگر افتادہ در دامے دگر
هرکس کہ آید سوے من چوں خود گرفتارش کنم

جاں پیکِ نا همواز شد تا پا سر و تن یار شد
بر می‌زنم آبے ز مے باشد کہ هموارش کنم

سجّادہ گر مانع شود حالیش بفروشم بہ مے
تسبیح اگر زحمت دهد در حال زنّارش کنم

دیرے است تا در خواب شد بخت من آشفتہ دل
من هم خروشے می‌زنم باشد کہ بیدارش کنم

دل از غمش بیمار شد واں گہ من از دل بیخبر
اکنوں کہ باخویش آمدم زاں شد کہ تیمارش کنم

در شمعِ رویش جانِ من گم گشت و می‌گوید بہ من
کو زاں دهن پروانۂ تا من بہ دیدارش کنم

گر سر ز خاک پاے او گردن بپیچد یک زماں
نالائق است از بعد ازیں بر دوش خود بارش کنم

گویند وصف عشق او تا چند گوئی اوحدی
پیوستہ گویم اوحدی تا نیک بر کارش کنم

(۲۹۵)

آمدہ‌ام کہ صفِ ایں صُفّۂ یار بشکنم
صدرنشین صفہ را رونقِ کار بشکنم

روے بہ سُنّت آورم میوۂ جنّت آورم
صولت حور کم کنم صورت بار بشکنم

غول دلیلِ راہ شد دیو سرِ سپاہ شد
دیو و طلسم هر دو را از بُن و بار بشکنم

شهر خطیب گشته را منبر و خطبه تو کنم
دیو بلند گشته را برج و حصار بشکنم

راهب دیر اگر مرا ره به کلیسیا دهد
خُمّ و قدح تهی کنم دیگ و تغار بشکنم

روز مصاف یک شبه این همه قلب و میمنه
گاه پیاده رد کنم گاه سوار بشکنم

من ز کنار در کمین تا چو مخالفم به کین
سر ز میاں بر آورد من به کنار بشکنم

با لبِ لعل یار خود عیش کنم به غارِ خود
دشمن کور گشته را بر در غار بشکنم

گر به دیار خویشتن یار طلب کند مرا
رختِ سفر بروں برم عهدِ دیار بشکنم

آں که غبارِ او منم گرد برآرد از تنم
از دلِ نازنینِ او گرد و غبار بشکنم

گرچه فزود آں پسر این همه رنج و درد سر
از مے وصلش این قدر بس که خمار بشکنم

سختی روز هجر را سهل کنم من اوحدی
گر شب وصل بوسهٔ از لب یار بشکنم

(۲۹۶)

هر چند به کوے او دیر است که پے بردم
بسیار بگردیدم تا راه به وے بردم

تا خلق بترساندم وز چشم براندندم
صد بار سر خود را از رشد به غے بردم

گو دست فرو شویند از من دوجهاں زیرا
دست از دوجهاں شستم تا دست به مے بردم

مجنونِ رخِ لیلی از مرگ نیندیشد
از خویش بمردم من پس رخت به حے بردم

با شاه به شهریور تقریر نتواں کردن
زیں زحمت دم سردی کز بہمن و دے بردم

زیں سایه نتواں گشتن همسایهٔ نورِ او
زیرا که به خورشیدش من راه به فے بردم

خدمت چو نگه کردم از خدمت آں سلطان
هم جام به جم دادم هم تاج ز کے بردم

دل در پئے لا و هو گم گشت و دل خود را
از لا چو طلب کردم هو گفت که پے بردم

گر محتسب شهرم تعزیر کند شاید
اکنوں که به باغستاں چنگ و دف و نے بردم

بهرام و زحل بگذر از جدی و حمل بگذر
کامشب علم قطبی بر بام جُدَے بردم

آں بار چو اصفاهاں از اوحدی آسودم
کاں بار ز اصفاهاں تا خانهٔ حے بردم

(۲۹۷)

بر خیزم و دلها را در ولوله اندازم
بر ظلمتیاں نورے زیں مشعله اندازم

ارکانِ سلامت را برباد دهم خرمن
اربابِ ملامت را خر در کله اندازم

گر دام نهد غولے بر رهگذرے کولے
آوازهٔ "دزد آمد" در قافله اندازم

آں بادهٔ صافی را در شیشهٔ جاں ریزم
ویں جیفهٔ خاکی را در مَزْبله اندازم

یا زلفِ مسلسل را در بند کند لیلی
یا من دلِ مجنون را در سلسله اندازم

از خالِ سیاهِ او بر دام زنم رسمی
وین دانهٔ پرستان را سر در غُله اندازم

گر چرخ نهم چون جوزا بندد کمر مهرم
ثور و حملِ او را در سنبله اندازم

بر دوست به نزدیکی زنهار نهم چندان
کز باغ و ز دشت او را در هروله اندازم

پروردهٔ عشقم من بسیار بهی تابم
تا دوستی مادر در قابله اندازم

کو مستمعی طالب تا وقت سخن گفتن
اندر سر او سرّی زین مسئله اندازم

از بیضهٔ این مرغان یک بچّه نشد حاصل
تا زُقّهٔ این زهرش در حوصله اندازم

چون اوحدی از مستی سر بر نکنی از من
در جام تو زین افیون یک خردله اندازم

سر بر خط من بینی دیوان قوی دل را
گر دُخْنهٔ این افیون بر مَندَله اندازم

(۲۹۸)

چو چشمش راهِ دل میزد من بیدل کجا بودم
ز خود بیزار چون گشتم وزو ایمن چرا بودم

رفیقان گر ز من پرسند حالِ او که چون گم شد
بخیر از من کرا گیرند چون من در سرا بودم

معاذالله کجا خواهم که گم گردد دلم لیکن
سخنها بر همین باشد که با درد آشنا بودم

(۲۶۴)

دلم خود رفت و این ساعت دو چشم شوخ این خوبان
به جای دل مرا سوزد که من در دل به جا بودم

به دست دیده بود این دل کنون گم گشت و چندین شد
که من با دیده در دعوی و با تن در قضا بودم

دلِ خود چون گذارد کس به دستِ چشمِ سرگردان
گر از من راست می پرسی به صد چندین سزا بودم

به بالایی چنان دادن دل آشفته را هردم
نه گمراهی است ورنه من چه مردِ این بلا بودم

بریزد خون من هر لحظه پس گوید وفا بود این
گر اینها را وفا خوانید پس من بیوفا بودم

مرنجانید هشیاران منِ مستِ پریشان را
که من پیشِ پریشانی هم از جمع شما بودم

هوای عشق و آب چشم کی سازد غریبان را
ز من ترس این که من عمری در این آب و هوا بودم

به ناچار است از دوری مرا این شیوه مستوری
نه خود را دور کردم تا تو گوئی پارسا بودم

نه امروزینه بود این مهر و نی امساله این سودا
که کار من ز رسوائی بدینسان بود تا بودم

به سر برد اوحدی مردانه راه خویش و من مانده
که در شهر زبان‌گیران به دامی مبتلا بودم

(۲۹۹)

نگشتی روز من تیره ندانستی کسی رازم
اگر هجرت رها کردی که من درمان خود سازم

مکن جور ای بتِ سرکش مزن در جان من آتش
که گر سنگم به تنگ آیم و گر فولاد بگدازم

تنم خستی و دل بستی و اندر بند جان استی
کنوں با غیر بنشستی که من سر نیز در بازم

نخستم دانه می‌دادی که در دام آوری ناگه
به سنگم می‌زنی اکنوں که ممکن نیست پروازم

به خاکِ من ترا روزے پس از مرگ ار گذار افتد
به عذر خاک پاے تو کفن در گردن اندازم

به صد چستی دام جستی که بازش خسته گردانی
اگر زیں گونه دل جوئی نبینی بعد ازیں بازم

به عیب حال من چندیں تو اے زاهد چه می‌کوشی
ترا زهد است می‌ورزی مرا عشق است می بازم

تنم را گر بپردازی ز جاں در عشق او چندیں
بپردازم تن از جان و دل از مهرش نپردازم

مرا پرسی که در گیتی چه بازی نیک دانی تو
شکار دلبراں گیرم چو پرسیدی من ایں بازم

به راه اوحدی انداز اگر خار جفا داری
مرا گلچهرهٔ باید که مرغ بلبل آوازم

(۳۰۰)

دشمن از بهر تو گر طعنه زند در دل و دینم
دلِ من دست ندارد که کسے بر تو گزینم

گرچه با من نفسے از سر مهرے بنشینی
اگرم بر سر آتش بنشانی بنشینم

من به صدق آمده ام پیشِ تو بے رغبت ازانے
تو نداری خبر از حالِ من آشفته ازینم

گر در افتد به کمندم صنما چوں تو غزالے
کارواں‌ها رود از نافهٔ اشعار بچینم

در گلستانِ جمالِ تو گر آیم به تماشا
باغباں گو مکن اندیشه که من میوه بچینم

گرم از خاک لحد کلّهٔ پوسیده بر آری
آیتِ مهر تو باشد رقم مهر جبینم

شب ز فریاد منِ شیفته همسایه نخسپید
کاوحدی وار ز سودای تو بانله قرینم

(۳۰۱)

من از پیوستگانِ دل غریبے در سفر دارم
که بے او آتش اندر جان و ناوک در جگر دارم

ز حال خود خبردارم نکرد آں ماه زیں غصّه
حرام است ار ز حال خود سرموے خبردارم

مرا تا او برفت از در نیاید در نظر چیزے
بجز عکس خیال او که پیش چشم تر دارم

ز بیم آں که چشمِ من ببیند روے غیر او
نمی یارم که از خلوت زمانے سر بدر دارم

به حکم آں که جاے او قمر می‌بیند از گردون
منِ محرومِ سرگرداں عمارت تا قمر دارم

مرا امروز بگذارید همراهاں دریں منزل
که من حالی ز آب دیده سیلے در گذر دارم

مپرس اے اوحدی گرچه ذات عاقل همی گردد
حدیثِ عقل فردا کن که امشب دردِ سر دارم

(۳۰۲)

سر سودای او دارد زهے سودا که من دارم
ازاں سرگشته می‌باشم که ایں سوداست در بارم

سرم در دام ایں سودا بهل تا بسته می‌باشد
اگر زیں بند نتوانم که پاے خود بروں آرم

حدیث آں لب شیریں رها کردیم و بوسیدن
چو با یاد رخ خوبش ز دور آسایشے دارم

ز کارِ عشقِ او ما را نشاید داد بیکاری
که تا بودیم کار ایں بود و تا باشم دریں کارم

نشانِ دانهٔ خوبش ز هر مرغے چه می‌پرسی
ز من پرس ایں حکایت را که در دامش گرفتارم

رفیقاں را ز عشق او ز من بیزار نتواں شد
اگر زاری کنم وقتے چه باشد عاشق زارم

نه نیک است ایں که خود روزے ز بدحالاں نمی پرسی
مگر نیکو نمی‌دانند طبیب ما که بیمارم

تو پنداری که او با تو وفا ورزد دلا بشنو
جمالے خوب و مالے پر وفا ورزد نپندارم

ازیں سودا که می‌ورزد نخواهدشد سرم خالی
اگر در پاے او صد پے بسوزند اوحدی وارم

(۳۰۳)

تا دل اندر پیچ آں زلفِ به تاب انداختم
جانِ خود در آتش و تن در عذاب انداختم

خود زمانے نیست پیش دیده من در راه خواب
بس که ایں طوفاں ز خود در راه خواب انداختم

تا نپنداری که دیدم تا تو رفتی روے ماه
یا ز مهرِ دل نظر بر آفتاب انداختم

از شتابِ عمر می‌ترسد دلِ من خویش را
زاں به جست و جوے وصل اندر شتاب انداختم

بود در عشقت مرا خود سینه ریش و دل کباب
دیگر از هجرت نمکها بر کباب انداختم

شکر کردم تا در آتش دیدم این دل را چنین
زان که می‌پنداشتم کاین دل به آب انداختم

چون شد مردِ آن دهانم با لب شیرین تو
اوحدی را در سوال و در جواب انداختم

(۳۰۴)

ای که رفتی و نرفتی نفسی از یادم
خاکِ پای تو چو گشتم چه دهی بر بادم

پس ازین پیشِ من از جور مکن یاد که من
تا غلامِ تو شدم زین دگران آزادم

چند پرسی تو که از عشقِ منت حاصل چیست
حاصل آن است که از تخت به خاک افتادم

کردم اندیشه و خود مصلحت آن است که من
بر کنم دل ز تو ورنه بکنی بنیادم

آهنین است دلت ورنه ببخشی بر من
چون ببینی که ز غم در قفص پولادم

از دلِ سخت تو آن روز شد آگاه مرا
که جگرخسته بدیدی و ندادی دادم

مکن ای ماه جفا بر تن من کز غم تو
اوحدی وار به خورشید رسد فریادم

(۳۰۵)

مست آمدم امشب که سر راه بگیرم
یک بوسه به زور از لب آن ماه بگیرم

دانم که دهد عقل نکوخواه مرا پند
لیکن عجب ار پندِ نکوخواه بگیرم

تا هیچ کسم راز دل ریش نداند
این اشک روان بر رخ چون کاه بگیرم

هرچند بکوشید که بیگاه بیاید
من نیز بکوشم که ز ناگاه بگیرم

گر زان که به بالای بلندش نرسد دست
در دست کشم زلفش و کوتاه بگیرم

از چاهِ زنخ گر ندهد آب چو دزدان
بر قافلهٔ عشق سرِ چاه بگیرم

دست ار به رکابش نتوانم برسانید
باشد که عنانِ دل گمراه بگیرم

زان ساعد و زلف ار کمرے سازم و طوقے
باج از ملک و تاجِ سر از شاه بگیرم

با اوحدی ار حیلتِ روباه کند کس
من نیستم آن شیر که روباه بگیرم

(۳۰۶)

تا ما جمال آن رخ گلرنگ دیده ایم
همچون دهانِ او دلِ خود تنگ دیده ایم

بیرون شد اختیار دل و دین ز چنگ ما
تا ساغرِ شراب و دف و چنگ دیده ایم
آن دل که دلبران جهانش نیافتند
زان زلفهاے تافته آونگ دیده ایم

چنگ حسود ما چه گریباں که پاره کرد
زیں دامن مراد که در چنگ دیده ایم

فرسنگ را شمار جدا کن ز راه ما
زیراکه راه او نه به فرسنگ دیده ایم

راهے که نیست بر درِ او سهو یافته
پاے که نیست بر پے او لنگ دیده ایم

از قول اوحدی بنگر کایں ترانه‌ها
یکسر دریں نواے خوش آهنگ دیده ایم

(۳۰۷)

عشقت چو ستم کرد و جفا بر تن و توشم
از ناله و زاری نتواں کرد خموشم

من عاشق آں گوشهٔ چشمم به رفیقاں
پیغام بده تا ننشینند به گوشم

ساقی بده آں جام و ز من جامه بدر کن
تا خرقه دگر بر سر زنّار بپوشم

بادم مده اے یار چناں ورنه بیفتم
آتش منه اے دوست چنیں ورنه بجوشم

جز بوے تو مستم نکند از همه عالم
هر مے که به دست آرم و هر باده که نوشم

بر پاے غلامان تو گر روے بمالد
ایں سر نگذارم که بود بر سر دوشم

باد است حدیثِ دگراں پیش دلِ من
تا باد حدیث تو رسانید به گوشم

بر فرق من از تیغ نهد دستِ تو صد بار
یک موے ز فرقت به جهانے نفروشم

(۳۰۷)

اے اوحدی از بےادبیہا کہ ببینی
فردا خبرم گوے کہ امشب نہ بہ ہوشم

(۳۰۸)

یارب تو حاضری کہ بہ دستش چہ می‌کشم
وز عشوہ‌ہاے نرگس مستش چہ می‌کشم

صد نوبت آزمودم و جز بند دل نبود
دیگر کمندِ زلف چو شستش چہ می‌کشم

چون آہوان بہ حکم خطا حلق خویشتن
در حلقہ ہاے سنبل پستش چہ می‌کشم

گفتم بہ دامنش بکشم گردِ آستان
چون گرد بر ضمیر نشستش چہ می‌کشم

چندین ہزار جور و جفا زان دہن کہ ہست
از بہر یک دو بوسہ کہ ہستش چہ می‌کشم

خونم ز دل کشود و بہ رویم ببست در
بنگر کہ از کشاد و ز بستش چہ می‌کشم

اے دل ندیدۂ برو از اوحدی بپرس
تا از دو لعلِ کینہ پرستش چہ می‌کشم

(۳۰۹)

من از دیوانگی خالی نخواہم بود تا ہستم
کہ رویت می‌کند ہشیار و بویت می‌کند مستم

صدم دشمن بہ شمشیر ملامت خون ہمی‌ریزد
کدامین را توانم زد کہ نے تیر است و نے شستم

سر خود را فدا کردم گلِ یک وصل ناچیدہ
نمی دانم چہ خار است این کہ من در پاے خود خستم

غم و اندوه در عشقش فراوانم به دست آمد
همین صبر است و تن داری که گردی می‌دهد دستم

خبردارم نباید گفت از آیین وفاداری
اگر با یاد روے او خبر دارم که من هستم

به عهد دستِ سیمینش تو خاموشی مجوے از من
کز این دستم که می‌بینی به صد فریاد از آن دستم

بسانِ اوحدی روزے در آویزم به زلف او
گرش بوسیدم آسودم ورم کشتند خود رستم

(۳۱۰)

چو بدیدی که ز عشقت به چه شکل و به چه سانم
نپسندم که فریبی به فسون و به فسانم

مکن از غصه زبونم که نه بیدانش و دونم
تو مرا گر نشناسی بشناسند نشانم

ز رُخت عهد نبویم ز لبت شهد نجویم
کارزوے عسلت کرد شریک مگسانم

کس ندانم که تواند که ز دردم برهاند
تو کس شهر خودم کن و هم از شهر کسانم

در سر که ببینی هوسے هست و هوایے
در سر هوسم آن که به پاے تو رسانم

به جز آن یاد نخواهم که در آید به ضمیرم
به جز آن نام نشاید که بر آید به زبانم

اوحدی وصل تو آنست و بدو میل نمودی
منّت از میل نباشد که نه رسم است و نه شانم

(۳۱۱)

دیرے است تا ز دستِ غمت جاں نمی‌بریم
وقت است کز وصالِ تو جانے بپروریم

نے نے چہ جاے وصل کہ ما را ز روزگار
ایں مایہ بس کہ یاد تو در خاطر آوریم

آں چترِ سلطنت کہ تو بر سر کشیدۂ
در سایۂ تو ہم نگذارد کہ بنگریم

عیدے است ہر بہ ماہے اگر ابرو ترا
ہمچوں ہلالِ عید ببینیم و بگذریم

روزے بہ بزم و مجلسِ ما در نیامدی
تا بنگری کہ بے تو چہ خونابہ میخوریم

احوال ما کجاست دبیرے کہ بشنود
تا نامہ می‌نویسد و ما جامہ می‌دریم

از ما کسے بہ ہیچ مسلماں خبر نکرد
کامروز مدّتے است کہ در بند کافریم

ناز ترا کجاست خریدار بہ ز ما
کاں را بہ ہر بہا کہ بگوئی ہمی خریم

ہر روز رنج ما ز فراقت بتر شود
ویدوں گماں بری تو کہ ہر روز بہتریم

گوشے بہ ما نداشتۂ ہیچ بار و ما
در گوش کردہ حلقہ و چوں حلقہ بر دریم

ما را اگرچہ صد سخنِ تلخ گفتۂ
با یادِ گفتہ‌ہاے تو در شہد و شکّریم

صد شب گریستیم ز ہجرت چو اوحدی
باشد کہ با وصالِ تو روزے بسر بریم

(۳۱۲)

منازلِ سفرت پیش دیده می‌دارم
اگرچه هیچ به منزل نمی رسد بارم

گیاه مهر بروید ز خاکِ منزل تو
که من ز دیده برو آب دیده می‌بارم

ازاں به روز وداعت نهاں شدم ز نظر
کز آبِ چشمِ رواں فاش می‌شد اسرارم

مجالِ آمدن و پاے راه رفتن نیست
که رختِ خویش بداں خاکِ آستاں آرم

به روز گویمت امشب به خواب خواهم دید
چو شب شود همه شب تا به روز بیدارم

گرم به روز قرار است یا به شب بے تو
ز روزِ وصل و شبِ صحبتِ تو بیزارم

به جاے آنم اگر بر دلم ببخشایند
که دل بدادم و از دردِ بیدلی زارم

مرا بخواں و ز درد فراق هیچ مپرس
که آب دیده نیابت کند ز گفتارم

مبر ز من طمعِ طوق بندگی که هنوز
بداں کمند که افگندهٔ گرفتارم

به تابِ دوزخِ هجراں تمام خواهم سوخت
اگر سبک نه دهی در بهشت دیدارم

توئی ز مردم چشمم عزیزتر گرچه
من از براے تو در چشم مردماں خوارم

دل از رکاب تو خالی نمی شود بارے
اگرچه نیست بر آں در چو اوحدی بارم

(۳۱۳)

گر درد سر نباشدت اے باد صبحدم
روزے بہ دستگیریِ ما رنجہ کن قدم

پیش آے و تازہ کن ز سر آهنگِ آں سرا
بر خیز و بستہ کن بہ دل احرامِ آں صنم

و را یکے ببیں چو ببینی و آں یکاد
بر خوان و چوں بخوانی بر روے او بدم

گو اے شکستہ خاطرِ ما را بہ دست هجر
گو اے سپردہ سینۂ ما را بہ پاے غم

ما را بہ پیشِ ناوک هجراں مکن هدف
ما را میانِ لشکر خواری مکن علم

زر خواستی بہ عشوہ و سر می‌نهیم نیز
دل می‌بری بہ غارت و جاں می‌دهیم هم

اینجا کہ خطّ تست بر آں می‌نهیم سر
وانجا کہ نام ماست براں می‌کشی قلم

آهے است در فراقت و پنجاہ شعلہ بار
چشمے است ز اشتیاقت و پنجاہ کاسہ نم

گاهے تنم چو رعد بنالد ز هجر تو
گاهے دلم چو برق بسوزد ز وصلِ کم

بر بیدلے کہ عهد تو دارد مگیر خشم
بر عاشقے کہ مهر تو ورزد مکن ستم

پیش آر جوشنے کہ ز پشتم گذشت تیر
بفرست مرهمے کہ بہ جانم رسید الم

چون صید هر کسی شدی از پیکساں مگرد
چوں دام دیگراں شوی از اوحدی مرم

(۳۱۴)

بہ تازہ بادِ جدائی گلے ببرد ز باغم
کہ ہمچو بلبلِ مسکیں ازاں بہ درد و بہ داغم

اگر حدیث مشوّش کنم بدیع نباشد
کہ از فراق عزیزاں مشوّش است دماغم

مرا مبر بہ تفرّج مکن حدیث تماشا
کہ بے جمال رخِ او نہ دردِ گلشن و راغم

چراغ خویش بہ آتش گرفتمے ہمہ وقتے
چہ آتش است جدائی کزاں بمرد چراغم

ازاں زماں کہ ببستند باغ وصل ترا در
نہ میل بود بہ صحرا نہ دل کشید بہ باغم

ہمیشہ با دلِ فارغ نشستمے من و اکنوں
خیال روے تو رخصت نمی دہد بہ فراغم

چو اوحدی کر و از بلبلاں مرا چہ کہ ہردم
ز ہجرت اے گل رنگیں زباں گرفتہ چو زاغم

(۳۱۵)

آں تخم کہ در باغِ وفا کاشتہ بودم
شد خارِ دلم گرچہ گل انگاشتہ بودم

خوں دل من خورد و بلاے دل من شد
یارے کہ بہ خونِ جگرش داشتہ بودم

پنداشتم آں یار بجز مہر نورزد
او خود بجز آں است کہ پنداشتہ بودم

گستاخ منش کرده ام اکنون چه توان کرد
من بدروم آن تخم که من کاشته بودم

چاهی که هوس بر گذرم کند ز سودا
شاید که در افتم چو نینپاشته بودم

هر حرفی ازان دیدم و خطّی است به خودم
بر لوح دل آن نقش که بنگاشته بودم

سیلاب فراق آمد و بگذاشت که باشد
از اوحدی آن مایه که بگذاشته بودم

(۳۱۶)

مشتاق یارم و به در یار میروم
دلدار اوست در پی دلدار میروم

تا بینم آفتاب رخ او ز روزنی
مانند سایه بر در و دیوار میروم

او درمیان دائرهٔ خامه نقطه وار
من گرد خط اگرچه چو پرکار میروم

صد بار چون خلیل مرا سوختند و باز
همچون کلیم در پی دیدار میروم

دوشم نشانِ دوست به بازار داده اند
عیبم مکن که بر سر بازار میروم

با یادش ار برهنه به خارم بر آورند
گوئی که بر حریر نه بر خار میروم

با صوفیانِ صومعه احوال من بگوی
کز خانقاه بر در خمّار میروم

از گردنم حمائل تسبیح بر کشای
امشب که من به بستن زنّار میروم

گوئی دلیل چیست که خود شربتی بساخت
از پیش این طبیب که بیمار می‌روم

بیچاره شد ز چارهٔ کار من اوحدی
زانش وداع کردم و ناچار می‌روم

(۳۱۷)

صد بار به مهرت ار بمیرم — یک ذرّه دل از تو بر نگیرم
از شهر گرم برون کنی، هین — بیرون مگذار از ضمیرم
از من نسزد شکایت تو — گر خار نهی و گر حریرم
ای کاج مرا نسوختی هجر — وان غمزه بدوختی به تیرم
بستم کمری به طوع تا خلق — دانند که بندهٔ امیرم
یاد از تن همچو شیرش ای دل — کم کن که نه یوز این پنیرم
من نشکنم این خمار هرگز — کز عشق سرشته چون خمیرم
چون درد تو نیست هیچ دردی — زان هیچ دوا نمی پذیرم
بر گور من ار گذر کنی تو — بر خیزم و دامنت بگیرم
دوشم به فلک رسید ناله — و امروز ز چرخ شد نفیرم
گر پیر شود سرم چه سود است — چون دل نشود مرید پیرم
حال دل من به کس مگویید — کاین نامه غلط کند دبیرم
از مهرِ تو بست چرخ نقشم — با عشقِ تو داد دایه شیرم

بگذار به محنت اوحدی را
گر من ز محبّتت بمیرم

(۳۱۸)

اگر آن یارِ سیه‌چرده ببیند رخِ زردم
هم به نوعی که تواند بکند چارهٔ دردم

پیش ازینم دل شوریده گرو بود به ده کس
این زماں دل به یکے دادم و ترکِ همه کردم

شرم دارم ز سگانِ در و سُکّانِ محلّت
بر سر کوچهٔ او روز و شب از بس کو بگردم

آستیں گرچه به خوں ریختنم یار نوردد
تا اجل در نرسد دامن ازو در ننوردم

خاک پاے توام اے ماه و پس از مرگ به زاری
هم به کوے تو برد بادِ محبّت همه گردم

همه عالم به جمالت نگرانند و ز غیرت
من آشفته کنوں با همه عالم به نبردم

اوحدی را بر خود بار ده اے فرد به خوبی
تا تفاخر کند اندر همه آفاق که فردم

(۳۱۹)

صنمے که مهر او را ز جهاں گُزیده دارم
به زرش کجا فروشم که به جاں خریده دارم

دگراں نهند خاکِ در او چو تاج بر سر
نه چو من که خاک آں در ز براے دیده دارم

دل من رمید حیراں شده زاں جمال واں گه
تو دراں گماں که من خود دل آرمیده دارم

مکن اے پسر ز خوباں طلب وفا به جانت
که من این حدیث روزے ز پدر شنیده دارم

به فسانه دوش گفتی که فراق تلخ باشد
صفتش به من چه گوئی که بسے چشیده دارم

خبرم ز مرگ دادند که چون تو دیگران هم
به فراقِ دوست ماند چه خبر که دیده دارم

چه عجب که نالهٔ من برسد به گوش آن مه
که چو اوحدی فغانے به فلک رسیده دارم

(۳۲۰)

بیابیا که ز مهرت به جان همی گردم
به بوے وصل تو گرد جهان همی گردم

تو خفتهٔ خبرت کے برد که من همه شب
به گرد کوے تو چون پاسبان همی گردم

ملامتِ من بیدل مکن کزین گرداب
تو بر کناری و من درمیان همی گردم

به پیشگاه قبول تو راه نیست مگر
رها کنی که برین آستان همی گردم

هزار بار شدم در غم تو پیر ولے
دگر به بوے وصالت جوان همی‌گردم

قدم به پرسش من رنجه کن که هر ساعت
به سان چشم خوشت ناتوان همی‌گردم

لبت بشارت کامے به اوحدی داده است
درین دیار به امیّد آن همی‌گردم

(۳۲۱)

نه مانند تو زیبایے ببینم ـ نه مثلت سرو بالایے ببینم

عجب دارم که در فردوس فردا ـ بدین صورت تماشایے ببینم

دل از من خواستی دل نیست حالی ـ بهل ، باشد که از جایے ببینم

مرا از آستانت غیرت آید ـ اگر بر خاک او پایے ببینم

توان برد از دهانت بوسهٔ چند   اگر یک روز یغمایی ببینم

چو دادی وعدهٔ وصلم به فردا   امانم ده که فردایی ببینم

بگویم با تو حال اوحدی زود
گر از هجرت محابایی ببینم

(۳۲۲)

دگر رخت ازین خانه بر در نهادیم   دگر خاک آن کوچه بر سر نهادیم

دگر پای صبر از زمین بر گرفتیم   دگر دستِ غارت به دل در نهادیم

دگر عهد با نیستی تازه کردیم   دگر بارِ هستی به خر بر نهادیم

به بوی گلِ عارضِ او دلِ خود   در آن زلفِ چون سنبل تر نهادیم

چنان دل به شمعِ رخِ او سپردیم   که با نور چشمش برابر نهادیم

ز اشکِ چو خون بر رخ زعفرانی   چه لعل بدخشی به زر درنهادیم

مسلمان کنون ساختیم اوحدی را
که در دست آن چشمِ کافر نهادیم

(۳۲۳)

سخن مگوی چو من در سخن نمی باشم
که در حضورِ تو با خویشتن نمی باشم

چو بوی پیرهنت بشنوم ز خود بروم
چنانکه گوئی که در پیرهن نمی باشم

به وقت دیدنت از دُور دعا کنم، تقصیر
ز من مگیر که آن لحظه من نمی‌باشم

دلم به شکل دهان تو زان سبب تنگ است
که هیچ بی هوسِ آن دهن نمی باشم

مرا اگرچه بسی عیب هست شکر کنم
که در وفای تو پیمان‌شکن نمی باشم

من از برای تو گشتم مقیم تا دانی
که بر گزاف درین انجمن نمی باشم

به روزِ مُردنم ار با جنازه خواهی بود
در انتظار حنوط و کفن نمی باشم

برای مصلحت ار گفتم از تو سیر شدم
ازاں مرنج که سر یک سخن نمی باشم

اگر تو قصد دل و جان اوحدی داری
بیا که زنده بدین جان و تن نمی باشم

(۳۲۳)

گر ز من جان طلبد دوست روانی بدهم
پیش جانان نبود حیف که جانی بدهم

غلطم چیست سر و جان و دل و دین و درم
زشت باشد نه چنیها به چنانی بدهم

دل تنگم که ازین پیش به هر کس رفتی
بعد ازینش به جهان تنگ‌دهانی بدهم

جان که نقد است بر او بخشم و گر صبر کند
از برای دل گم گشته ضمانی بدهم

دلی که از دست بدادی به سر موی مرا
کافرم گر سر مویت به جهانی بدهم

(۲۸۴)

اگر آں غمزہ و ابرو بفروشی روزے
هرچه دارم به چناں تیر و کمانے بدهم

اوحدی در هوس آں دهن تنگ بسوخت
خود نگوئی که شبے کام فلانے بدهم

(۳۲۵)

گمان مبر که به جور از بر تو بر خیزم
به اختیار ز خاک در تو بر خیزم

نه چوں کلاهِ تو ام کایں چنیں به هر بادے
چو ترکِ من بکنی از سر تو بر خیزم

گرم کنی چو قلم بند بند من، نیَم آں که
ز بندِ آں لب چوں شکّر تو بر خیزم

اگر به کشتنم آئی ز راستی چوں تیر
به نازِ دیدهٔ چوں خنجر تو بر خیزم

سپندِ آتشِ غم کردهٔ مرا اے دوست
مکن که سوخته از مجمرِ تو بر خیزم

شبِ دراز چو زلف تو آرزوست مرا
که با تو باشم و شاد از برِ تو بر خیزم

خوشا دمے که به مستی چو اوحدی از خواب
به بوے طرّهٔ شب‌گسترِ تو بر خیزم

(۳۲۶)

قاصرات الطرف فی حُجبِ الخیام　　خالِ ترکان است گوئی والسّلام

عکسِ کین و مهرِ ایشان کفر و دین　　رنگِ روی و زلفِ ایشان صبح و شام

هر به معنی زهره را نائب مناب　　هم به صورت ماه را قائم مقام

بر ثوابت چرخ ایشان را ستم　　از کواکب اسبِ ایشان را ستام

کوی ایشان رحلت صَیف و شتا　　خُوی ایشان جنبش شمس و غمام

همچو دولت گاه دشمن گاه دوست　　همچو گردون گاه تند و گاه رام

روز نرمی همچو سوسن خوش نسیم　　وقت تندی همچو توسن بد لگام

تنگ‌چشمانند لیکن دُوربین　　خوب‌رویانند لیکن خویش‌کام

روی ایشان در کله خورشید و تاج　　جسم ایشان در قبا ماهِ تمام

صحن لشکرگاهِ شان چرخ و نجوم　　هَیئت خرگاه شان رکن و مقام

رونقِ تُغماقِ رنگ‌آمیزِ شان　　جلوهٔ طاؤس را مانند مدام

میلِ ترکان کن که مانی بر قرار　　نزدِ ترکان رو که بینی بر دوام

ساقیان بربری از پیش و پس　　باده‌های کوثری در کاس و جام

دلبرانِ کاسه‌گیرِ بوسه‌ده　　بیدلانِ عشقبازِ نیک‌نام

گر مرادی هست این است ای پسر　　ور بهشتی هست این است ای غلام

اوحدی را با چنین قوم آرزوست
راه سلطانیه و دارالسّلام

(۳۲۷)

غافل چرائی جانا ز دردم رحمت کن آخر بر روے زردم
خوردم بریزی هر روز و چون من داد از تو خواهم گوئی چه کردم
در دامِ حسنت جز دم ندیدم وز خوانِ عشقت جز خون نخوردم
نقشِ خودم چون بر دل نوشتی من نامهٔ خود در می‌نوردم
خاکِ نسیمت گردم ز خواری باشد که آرد پیشِ تو گردم
اے بادِ مشکیں گر می‌توانی بویے بیاور زاں باغِ وردم

تا دیدهٔ من دید آں صنم را
گر اوحدی را دیدم نه هر دم

(۳۲۸)

تا میسّر گشت در گرمابه وصل آں نگارم
در دل و چشم آتش و آب دو صد گرمابه دارم

بر سرش تا گل بدیدم پاے صبرِ خویش را
در گِلے دیدم کز آں گل راهِ بیروں‌شو ندارم

سنگ چوں بر پاے او زد بوسه رفت از دست هوشم
شانه چوں در زلف او زد دست برد از دل قرارم

دست من چوں شانه در زلفش نخواهد رفت لیکن
گر چو سنگ از پاے او سر باز گیرم سنگسارم

خونِ من می‌ریخت همچوں آبِ حوض آں ماه دیگر
گرهِ پاے حوض می‌گشت ایں دلِ مجروح زارم

ناخُنش در خونِ خود می‌دیدم و در ناخنِ خود
آں قدر قوّت نمی‌دیدم که پشتِ خود بخارم

(۲۸۹)

بر سرِ من آب می‌گردند و می‌گفتم رها کن
تا به خونِ دیدهٔ خود پیش او غسلی بر آرم

عکسِ طشت و نورِ طاسش تا به چشم من درآمد
شد ز خونِ دل چو طاسی طشت و چون طشتی کنارم

بی جمالِ او دو طاسِ خون شد استم چشم و هردم
خون بگریم زین دو طشت چون کم از طشتی نیارم

این دو طاسِ خون ز چشمِ خلق پنهان می‌کنم من
تا بدانی کز غمت جز طاس‌بازی نیست کارم

عزمِ حمّامش کدامین روز خواهد بود دیگر
این به من گویید تا من نیز روزی می‌شمارم

من فُقّاعِ از عشق آن رخ بعد ازین خواهم کشودن
چون فُقاعم عیب نتوان کرد اگر جوشی بر آرم

اوحدی تا دل به حمّامی در آورد است ازین پی
بار دیگر چون در آیم دل به حمّامی سپارم

(۳۲۹)

تا کی به درِ تو سوگوار آیم | در کوی تو مستمند و زار آیم
گر کار مرا غمی خوری روزی | غم نیست که عاقبت به کار آیم
وقتی که ز کشتگانِ خود پرسی | اوّل منم آن که در شمار آیم
چون دست بر آوری به خونریزی | هم من باشم که پایدار آیم
وقتی اگرم تو یارِ خود خوانی | دانم به یقین که بختیار آیم
هم پیشِ تو بگذرم به دزدیده | گر نتوانم که آشکار آیم

بگذار مرا چو اوحدی تنها
زنهار که من نه زینهار آیم

(۳۳۰)

صبا چو بر گذری سوی غمگسار دلم | خبر کنش که زهی بی‌خبر ز کارِ دلم
شکستهٔ غم عشقت ز روزگار ای دوست | دلِ من است که شادی به روزگارِ دلم
کنون که از پی آزارِ من کمر بستی | مباش بیخبر از نالههای زارِ دلم
بدین صفت که دلم را نگاهبان غم تست | به منجنیق نگیرد کسی حصار دلم
دلِ مرا ز پیت راهِ بازگشت نماند | ز سیلِ گریه که افتاد در گذار دلم

بیا و سرِّ دل من ز اوحدی بشنو
که اوست در همه حالی خزینه دارِ دلم

(۳۳۱)

من همان داغ محبّت که تو دیدی دارم
همچنان در هوست ریش و ز عشقت زارم

قصّهٔ دردِ فراقِ تو مپندار ای دوست
که به پایان رسد ار عمر به پایان آرم

خار در پای چو از دستِ غمت رفت مرا
گل به دستم ده و از پای بر آور خارم

دلم از بار گران شد چو ز من دور شدی
بار ده پیش خود و دور کن از دل بارم

تا بدان روز تو گوئی اجلم بگذارد
که تو در گردنم آره پزی و من بگذارم

ز آتش سینهٔ خویشم خبرت شد نفسی
که چو خاک از برِ خود دور فگندی خوارم

اوحدی گر گنهی کرد چو پایت بوسید
دست گیرش تو که من بر سر استغفارم

(۳۳۲)

کجاست منزلِ آں کوچ کردہ تا برویم
چو بادش از پے و چوں برقش از قفا برویم

چو باز مرغِ دلِ ما ہوائے او دارد
ضرورت است کہ چوں مرغ در ہوا برویم

ز پے دویدنِ او جز بہ سر طریقے نیست
ازاں کہ ترک ادب باشد ار بہ پا برویم

ز ما رفیق چو بیگانہ بود روزِ رحیل
رہا نکرد کہ با یار آشنا برویم

چنیں کہ در پے او ما گریستیم عجب
گر آب دیدہ گذر می‌دہد کہ تا برویم

بہ روزِ وصل چو امید بود ، می‌بودم ،
بہ سوزِ ہجر چو گشتیم مبتلا ، برویم

بلاست دوری او اوحدی بکوش تو نیز
مگر یگانہ‌تر از پیش ایں بلا برویم

(۳۳۳)

دلبرا قیمت وصل تو کنوں دانستم
کہ فراواں طلبت کردم و نتوانستم

خلق گویند سخنہائے پریشاں بگذار
چوں کنم چوں دلِ شوریدہ پریشان استم

گرچہ از خاکِ سر کوئے تو دورم کردند
ہمچناں آتشِ سودائے تو در جان استم

گفتہ بودم کہ بہ ترکِ تو بگویم پس ازیں
باز می‌بینم و از گفتہ پشیمان استم

(۲۸۹)

آنچه از هجرِ تو بر خاطرِ من می‌گذرد
گر به گفتار پسندم نه مسلمان استم

اوحدی عیبِ منِ خسته مکن در غمِ عشق
چون کنم این دل مسکین نه به فرمان استم

(۳۳۴)

من دل به تنگ دادم و از نام فارغم
ترکِ مراد کردم و از کام فارغم

خلق از برای دانه به دام اوفتند و من
در دانه دل نبستم و از دام فارغم

دربان اگر نمی‌دهدم بار دلخوشم
سلطان اگر نمی‌کند اکرام فارغم

خامے اگر ز دور خیالے همی‌پزد
کس چون کند که من ز سر انجام فارغم

اے بادِ صبحدم ز سرِ زلف آں نگار
بوپے به من رساں که ز پیغام فارغم

گر می‌زند معانقه شمشیر ، حاکم است
ور می‌دهد مکابره دشنام فارغم

گر اوحدی ز سرزنشِ عام خسته شد
من خاص دوست گشتم و از عام فارغم

(۳۳۵)

عشق را فرسودهٔ باید چو من در مشقّت بودهٔ باید چو من
لائق سودائے آں جان جهاں از جهاں آسودهٔ باید چو من
تا غم او را به کار آید مگر کارِ غم فرمودهٔ باید چو من

از برای خوردنِ حلوای وصل　　خونِ خود پالوده باید چو من

انتظارِ دیدنِ آن ماه را　　سالها نغنوده باید چو من

تا ز وصلِ او بهٔ درمان می‌رسد　　دردِ دل پیموده باید چو من

اوحدی راهِ غمِ آن دوست را
خاک و خون آلوده باید چو من

(۳۳۶)

ای مکانِ تو از مکان بیرون　　سرّ امرت ز کن فکان بیرون

در وجودی و از وجود بدر　　در جهانی و از جهان بیرون

فتنهٔ درمیان فگنده ز عشق　　خویشتن رفته از میان بیرون

آسمان و زمین تو داری و تو　　از زمین و از آسمان بیرون

ساعتی نیستی ز دل خالی　　نفسی نیستی ز جان بیرون

آن و اینت بهٔ فکر جویانند　　ای تو از فکر این و آن بیرون

بنشینی و از نشستن فرد　　بینشانی و از نشان بیرون

آخر و اوّلی و بودنِ تو　　ز آخر و اوّلِ زمان بیرون

چون دلِ اوحدی زبون تو شد
این سخن رفتش از زمان بیرون

(۳۳۷)

سهل باشد روزه از نانی و آبی داشتن
روزه از روی چنان باشد عذابی داشتن

سوختم از روزهٔ هجرانش، اندر عید وصل
هر بهٔ دمی باید حریفان را شرابی داشتن

اے کہ خوابت می برد بنشیں کہ با ہم راست نیست
میلِ خوباں کردن و در دیدہ خوابے داشتن

از غمِ او چوں بگریی باز پوشاں چشمِ تر
گر نمی یاری چو ما بر آفتابے داشتن

آں کہ ما را عیب می‌گوید دریں آشفتگی
پیشِ آں رویش نمی باید نقابے داشتن

اوحدی گر عشق می‌ورزی ز سوزِ دل منال
لازمت باشد بریں آتش کبابے داشتن

گر ہمی‌خواہی کہ چوں چنگت نوازد واجب است
گوش پیشِ گوشمالش چوں ربابے داشتن

(۳۳۸)

مشنو کہ از کوے تو من ہرگز بدر دایم شدن
یا خود بہ جور از پیشِ تو جاے دگر دایم شدن

زاں رخ چراغے پیش دار امشب کہ برمن در غمت
شب نیک تاریک است و با نورِ قمر دایم شدن

چوں خواہم از زلفت کمر گوئی کہ داغے بس ترا
داغِ غلامی بر جبیں چوں بے کمر دایم شدن

وقتے کہ من در پاے تو چوں گوے سرگرداں شوم
دست از ملامت بازکش کانجا بہ سر دایم شدن

من پیشِ شمشیرِ بلا صد پے سپر گشتم ولے
آں تیرِ چشمِ مست را شکلِ سپر دایم شدن

وقتے کہ می رانی مرا پایم نمی‌پوید دمے
واں گہ کہ برخوانی مرا مرغے بہ پر دایم شدن

گفتی برو چوں اوحدی بر آستانم سر بنہ
آنجا گرم رہ می دہی من خاکِ در دایم شدن

(۳۳۹)

از عشق دوری چون کنم کاین عشقِ مستوری شکن
با شهر شد در حلقِ دل با جان برون آید ز تن

تُرکِ کله دارے شبے کرد این سرے شیدا که شد
سرِّ سویدای دلم سودای آن ترکِ ختن

در دل نهادم مهر او وان هم بدو دادم روان
زیرا که گر در جان نهم جانم نگنجد در بدن

زان چهره چون یاد آورم در گور بعد از سالها
اشکم برویاند علف آهم بسوزاند کفن

من می توانم جان خود در پای او کردن ولے
چون من به کُلّی او شدم خود چون توان گفت او و من

ما را سپر کردن چه سود آنجا که دست عشق او
بر سینه زخمی می‌زند کان را نبیند پیرهن

گوید که سَن سَن ترک من چون گویمش نامهربان
ور مهربان می‌خوانمش آن را نمی گوید که سن

گفتا نخواهم کُشتنت روزے چو گفتم خونبها
بنمود روے خود که هان گفتم زهے وجهِ حسن

اے باغبان گر باغ را آرایشے داری هوس
شمشاد را برکَن ز بُن وین سرو بنشان در چمن

اے باد اگر در قتل ما سعیے کنی با او بگوے
ما رخ نپیچانیده‌ایم ار ناوکے داری بزن

دی عزم دل‌برداشتن کردم غمش گفت اوحدی
نتوان کزو دل بر کَنی تنِ درده و جانے بِکن

(۳۳۰)[۲]

اے کس ما چوں شدی باز مطیع کساں
بیخبرم از لبت هم خبرے می‌رساں

نیست مجال گذر بر سر کویت ز بس
ولولۂ اهل عشق دمدمۂ چاوساں

در دل بیدانشاں مهرِ تو دانی کہ چیست
مصحف و دست جهود گوهر و پاے خساں

از گل روے تو چوں یاد کنم در چمن
نعره زنم برق‌وش گریه کنم ابرساں

ایں نفس گرم را ز آتش عشقے شناس
تا نبود در ضمیر چوں گذرد بر لساں

یک نفس اے ساربان پیش‌رواں را بدار
تا بہ شما در رسد قافلۂ واپساں

گوهرِ وصلِ تو من باز بہ دست آورم
یا بہ نماز و نیاز یا بہ فسون و فساں

چند کنی اوحدی نالہ کہ در عشق او
تیر جفا خورده‌اند از تو نکوتر کساں

در غمش از دیگرے هیچ عقوبت مجوے
دودِ دلِ خویشتن بہ ز چراغِ کساں

(۳۳۱)

بر سرِ کویت اے پسر بے سپرم دریغ من
بے تو بہ حسرت از جهاں می گذرم دریغ من

با تو نشستہ دشمنم روے بہ روے و من چنیں
دور نشستہ در شما می‌نگرم دریغ من

بود گماں کہ بہ شود خستہ دلم بہ وصلِ تو
دیدم و روز وصلِ خود زارترم دریغ من

از بهر خود برادهم هر دم و من به حکم تو
می‌روم و نمی‌روی از نظرم دریغ من

لعلِ لبِ تو خونِ من خورده و آن گهے چنین
من ز درختِ قامتت بر نخورم دریغ من

تن به رخِ تو زنده بود از تو برید و مرده شد
بر تن مرده بے رخت مویه‌گرم دریغ من

رفت برون به سانِ آب از رهِ دیده خونِ دل
واتشِ دل برون نرفت از جگرم دریغ من

از ستمت خلاصِ دل نیست که هر کجا روم
هجرِ تو می‌رود روان بر اثرم دریغ من

چشم ترا چنان که من دیدم و فتنه‌هاے او
گر ز تو جان برد کسے من نبرم دریغ من

نیست دریغ اوحدی دید خطر ز دستِ تو
من که ز دستِ خویشتن پر خطرم دریغ من

(۳۳۲)

جانا به حقِ دوستی کان عهد و پیمان تازه کن
جان را به رخ دل باز ده دل را ز لب جان تازه کن

از دل برون کن کینه را صافی کن از ما سینه را
آن عادت پیشینه را پیش آر و پیمان تازه کن

این درد پنهانم ببین وین محنت جانم ببین
این چشم گریانم ببین وان روے خندان تازه کن

تا زلف مشکین خم زدی آفاق را بر هم زدی
چون در حریفی دم زدی رخ با حریفان تازه کن

اے یارِ نافرمانِ من وے در کمینِ جانِ من
وے دیدنت درمانِ من دردم بہ درماں تازہ کن

با گوے و چوگاں اے پسر روزے بہ میداں بر گذر
ہم آبِ گلرویاں ببر ہم خاکِ میداں تازہ کن

چوں اوحدی زانِ تو شد محکومِ فرمانِ تو شد
رخ را چو مہمانِ تو شد در روے مہماں تازہ کن

(۳۴۳)

اے اوفتادہ در غمِ عشقت ز پاے من
گر دستِ اوفتادہ نگیری تو واے من

ناے دلم مگیر بہ چنگِ جفا چنیں
کز چنگ محنت تو ننالم چو ناے من

گشتم چو چنبر از غم و نیکو است ماجرا
دل بستہ ام دراں رسن مشکساے من

گردوں بسے بگشت و دل من بہ جاے بود
روے ترا بدیدم و رفتم ز جاے من

پا دشمنت ببوسد و در آرزوے آں
کز دور بوسہ می دہمت خاک پاے من

سگ بر درِ سراے تو گستاخ و من غریب
اے بندۂ سگانِ درِ آں سراے من

دردِ ترا بہ خلق چہ گویم چو اوحدی
آں بہ کہ اعتماد کنم بر خداے من

(۳۴۴)

اے تُرکِ تُرکان عجم تَرکِ وفاداری مکن
جانِ عزیزِ من توئی بر جاے من خواری مکن

با چشمِ خود تقریر کن کاهنگِ جانِ بیدلاں
گر پیش ازیں می‌کردۂ اکنوں کہ بیماری مکن

پیشم نشستی ساعتی تا حالِ دل پرسی کنوں
بر خاستی تا دل بری بنشین و عیّاری مکن

رخصت کہ داد است ایں کہ تو آشفتگانِ عشق را
در آتشِ سودائے خود می‌سوز و غمخواری مکن

هر لحظہ پیشِ دشمناں گوئی بیزارم ترا
آزار سہل است اے پسر آهنگِ بیزاری مکن

با روئے نیکو سرکشی نیکو نباشد دلبرا
یا رخ بپوش از مردماں یا مردم‌آزاری مکن

بردی دلم را ویں زماں گوئی نمی‌دانم چہ شد
در طرّہ پنہاں کردۂ بنمائے و طرّاری مکن

نیکو نباشد هر زماں جائے دگر کردن هوس
من دوست می‌دارم ترا با دشمنم یاری مکن

اے اوحدی از دست او سودت نمی‌دارد فغاں
گر زر نداری در کمر نزدیک او زاری مکن

(۳۴۵)

چو دل نمی‌دهد از کوئے دوست بر گشتن
ضرورت است در آں آستاں بہ سر گشتن

من از برائے چناں آفتاب‌رخسارے
چو سایہ عار ندارم ز در بہ در گشتن

چو در میاں نتواں کرد دست با شیریں
ضرورت است چو فرهاد بر کمر گشتن

اگرچہ شد سخنِ عشق تا بہ گیتی فاش
بدیں سخن نتوانم ز دوست بر گشتن

(۲۹۸)

گرم به تیغ زند چارۀ نمی دانم
به جز سپاس و پذیرفتن و سپر گشتن

ازو به تیر قضا روی بر نگردانم
ز دوست حیف بود خود بدین قدر گشتن

به دوست گوی که رحمت کن ای نسیم صبا
که نیست ممکن ازین دل‌شکسته‌تر گشتن

حدیث من همه عالم برفت و خلق شنید
وزین حدیث نخواهد ترا خبر گشتن

ندانمت که چه دارو فگندۀ در می
که باز عادت ما حیرت است و سر گشتن

به جست و جوی تو آشفته می‌کنندم نام
ز بس پیاده به بازار و کوچه در گشتن

چو اوحدی سخن از آبِ دیده خواهد گفت
گزیر نیست حدیثِ مرا ز بر گشتن

(۳۴۶)

تا به کی این بستن و بگسیختن — سیر نگشتی تو ز خون ریختن
چیست چنین مست شدن وان گهی — با منِ بیچاره در آویختن
بر لبِ بدخواه زدن آبِ وصل — وز تنِ من گرد برانگیختن
سیمتنا خوش عملی نیست این — دل ز کسان بردن و بگریختن
پردۀ صد دل بدریدن به جور — پرده به رخسار در آویختن
خاک تو ایم ای پسر آخر چرا — بر سرِ ما خاکِ جفا بیختن

دست ندارد ز تو باز اوحدی
گرچه ندارد سپر آمیختن

(۳۳۷)

گشت آن مه که می‌رود نازان عاشقان در پیش سر اندازان
پای وصلش ز سوی ما کوتاه دستِ هجرش به جانِ ما تازان
حلقهٔ زلفهای چون رسنش چنبرِ گردنِ سرافرازان
بر سرِ چارسوی دل مشهور کمرِ او ز کیسه پردازان
در خمِ زلفِ او زبون دلها چون کبوتر به چنگلِ بازان
می دواند میانِ لشکرگاه از چپ و راست همچو طنازان
دست بر دامنش زنم ز دری بر درِ بارگه چو سربازان
بوسهٔ خواهمش، اگر ندهد بستانم به دولتِ غازان

اوحدی دل مده به غمزهٔ او
کاشکارا کنند غمّازان

(۳۳۸)

به ترکِ وصل آن تنگِ شکر کردن توان نتوان
چو او باشد بغیرِ او نظر کردن توان نتوان

به زاری پیکرِ شمس از رخ او نور می‌گیرد
چنان رخ را قیاسی با قمر کردن توان نتوان

ز سودای کنار او حذر می‌کردم از اوّل
کنون چون درمیان رفتم حذر کردن توان نتوان

سرم در دام و تن در قید و دل در بند مهرِ او
مسلمانان درین حالت سفر کردن توان نتوان

غریبی مفلسی گر با کسی دل‌بستگی دارد
بدین تهمت ز شهر او را بدر کردن توان نتوان

بہ جرمِ آں کہ ایں دل میلِ خوباں می‌کند وقتے
دلِ بیچارہ را خوں در جگر کردن تواں نتواں

ز قوس ابرواں چشمش چو تیر غمزہ اندازد
بغیر از دیدہ تیرش را سپر کردن تواں نتواں

مرا گوید حدیثِ خود مکن دیگر چہ می‌گوئی
حدیثِ پادشاہاں را دگر کردن تواں نتواں

ازاں لب اوحدی پنہاں شبے گر بوسۂ بستد
چہ گوئی عالمے را زیں خبر کردن تواں نتواں

(۳۳۹)

حلقۂ زرّیں دراں گوشِ گہربندش ببیں
خالِ مشکیں بر لبِ شیریں چوں قندش ببیں

بستہ برہم کردنِ شہرے دلِ دیوانہ را
درمیانِ حلقہ‌ہائے زلفِ چوں بندش ببیں

چشمِ معنی بر کشائے و چشمۂ آبِ حیات
مضمر اندر گوشۂ لعلِ شکرخندش ببیں

اشک ہمچوں دجلۂ من بر درش دیدی بسے
بر دلِ من محنتِ چوں کوہِ الوندش ببیں

عاشقاں از آرزوئے روئے اُو جاں می‌دہند
آرزوئے عاشقانِ آرزومندش ببیں

دیدۂ کو عہدِ یارانِ قدیمی چوں شکست
ایں زماں با دوستانِ تازہ پیوندش ببیں

اوحدی تا چند باشی بر کنار از یارِ خود
خویشتن را درمیاں انداز و یک چندش ببیں

(۳۵۰)

نه بی یادت برآید یکدم از من | نه بی رویت جدا گردد غم از من
بزن بر جانم آن زخمی که دانی | به شرطِ آن که گوئی مرهم از من
ملم را خون تو می‌ریزی و ترسم | که خواهی خونبهای دل هم از من
اگر آهی برآرم زین دل تنگ | به تنگ آیند خلقِ عالم از من
کجا کارم چو قدّت راست گردد | که برگشتی چو زلفِ پُرخم از من

بسان اوحدی دور از تو بیم است
که فریادی بر آید هر دم از من

(۳۵۱)

از تو میسّر نشد کنار گرفتن | پیشِ تو داند دلم قرار گرفتن
کعبهٔ من کوی تست و حجّ دل من | حلقهٔ آن زلف تابدار گرفتن
گر ز دلِ من ز غصّه گرد برآری | از تو نخواهد دلم غبار گرفتن
عشق ترا نیک می‌شمردم و بد شد | جهل بود کار عشق خوار گرفتن
دست نگارین ببر تیغ که ما خود | دست بشستیم ازین نگار گرفتن
حاصل ازان یارچون بجز غم دل نیست | توبه کن اوحدی ز یار گرفتن
رو به کناری بساز چون نتوانی | کامِ دلِ خویش در کنار گرفتن

(۳۵۲)

خلافِ دشمنان روزی نظر بر دوستان افگن
حسودان را بخوابان چشم و بندی بر زبان افگن

دهانم تلخ و لب خشک از فراقِ تست یک بارہ
لب خشک مرا تر ساز و بوسے در دہاں افگن

کمانِ ابرواں نقد است و تیر غمزہ چشمت را
بہ نامِ عاشقاں زاں چشم تیرے در کماں افگن

بہ خاموشی چرا زیں گونہ عیشم تلخ می‌داری
لبِ شیریں ز ہم بکشاے و شورے در جہاں افگن

بہ تحقیق از میانت کس نشانے چوں نمی‌داند
ز لطفِ آں کمر بارے حدیثے درمیاں افگن

چو خواہم بوسۂ گوئی ترا اینہا زیاں دارد
کنوں تا وقتِ سود آید بہ نقدم در زیاں افگن

چو خاکِ آستانِ تست نامِ اوحدی روزے
اگر گردن بپیچاند سرش بر آستاں افگن

(۳۰۳)

دلہا بربودند و برفتند سواراں
ما پاے بہ گل در شدہ زیں اشک چو باراں

او رفت کہ روزے دو سہ را باز پس آید
ما دیدہ براہ و ہمہ شب روز شماراں

بر کشتنم ار شاہسوارے بفرستد
با شاہ بگوئید کہ کشتند سواراں

اندیشۂ باراں نکند غرقۂ دریا
ے دیدۂ خونریز میندیش و بباراں

ایں حال کہ ما را بہ جز او یار دگر نیست
حالے است کہ مشکل بتواں گفت بہ یاراں

گفتی کہ بہار است و گل و لالہ شگفتہ
دریاب کزیں لالہ نروید بہ بہاراں

آمن که چه دید از غم آن چهره بگویید
تا آینه پیشش بزنند آینه‌داران

گر دوست دوایی ننهد بر دل مجروح
مرهم ز که جوید جگر سینه‌فگاران

صد قصّه نوشت اوحدی از دست غم او
وین قصّه یکی بود که گفتم ز هزاران

(۳۵۴)

دشمنِ دون گر نگفتی حالِ من   خود بگفتی چشمِ مالامالِ من

هر شبی از چرخِ نیلی بگذرد   ناله‌های این تنِ چون نالِ من

حال من چون خال مشکین تیره شد   در فراق یار مشکین خالِ من

کاشکی این روی فرّخ می‌نمود   تا ازو فرخنده گشتی فالِ من

روزِ عمرم شب شد و پیدا نگشت   روزِ این شبهای همچون سالِ من

بر دل ریشم دلیلی روشن است   راستی را پشتِ همچون دالِ من

مرغ او بودم چرا بر می‌طپم   کو برد تیرِ بلا بر بالِ من

کاشکی دستم به مالی می رسید   تا فدای دوست گشتی مالِ من

وه که روز اوحدی بی روی دوست
شد سیه چون نامهٔ اعمال من

(۳۵۵)

آن کمان‌ابرو به تیر انداختن   عالمی را صید خواهد ساختن

چون کمان در خود کشید اوّل مرا   و آخرم خواهد چو تیر انداختن

تا خُتن خواهد گرفتن بی سخن   لشکر عشقش به اوّل تاختن

او نمی‌دانم چه سر دارد ولی   سر که من دارم بخواهم باختن

ای پری چندیں جفا نیکو نبود وان گہے حقّ وفا نشناختن

ہم بہ دردے شد چنیں لاغر تنم کے تواں بے آتشم بگداختن

اوحدی چوں دوست می‌سوزاندت
نیست تدبیر تو الّا ساختن

(۳۰۶)

قصّۂ یارِ سبک روح نگفتم بہ گراناں
کایں نہ حالیست کہ ہر لحظہ تواں گفت بہ آناں

اے کہ جاں خواستۂ از منِ بیدل بفرستم
جاں چہ چیز است کہ زودش نفرستند بہ جاناں

جاں بہ تن باز رَوَد کُشتۂ شمشیر غمت
در لحد نام تو گر بشنود از مرثیہ خواناں

بر سر خوانِ خیالِ تو ز بس خوں کہ بخوردیم
پیر گشتیم و ز ما صرفہ نبردند جواناں

من بہ شیریں‌سخنی آب نمی‌یابم و کردہ
بارہا غارت حلوائے لبت چرب‌زباناں

حالِ من پیشِ رقیبانِ تو دانی بہ چہ ماند
قصّۂ گرگِ دہاں‌بستہ و انبوہِ شباناں

گر چہ از مُدّعیاں واقعۂ خود بنہفتم
ہیچ پوشیدہ نشد بر نظرِ واقعہ داناں

گر بخندد لبِ من عیب مکن ہیچ کہ حالے
مدّتے ہست کہ دلتنگم ازیں تنگ دہاناں

بر رخ چوں سپرش تیرِ نظر گر نفگندی
اوحدی زخم چرا خوردی ازیں سخت کماناں

(۳۵۷)

بنام ایزد چه رویست این که حیرانند ازو حوران
چنین شیرین نباشد در سپاه خسرو توران

دلم نزدیک آن آمد که از هجر تو خون گردد
ولے پوشیده می‌دارم نشانِ دردش از دوران

بخندی چوں مرا بینی که می‌گریم به خون آرے
ز مثلِ این خرابیها چه غم دارند معموران

چو شاخِ گل به رعنائی به هر دستے همی‌گردی
دریغ آید مرا شمعے چناں در دستِ بے نوران

تو چنداں شکر از تنگِ دهانِ خود فرو ریزی
ندانستی که از گرمی به جوش آیند محروران

طبیب خفتهٔ ما را همی‌باید خبر کردن
که امشب ساعتے بر هم نیامد چشم رنجوران

ز نوشِ حقهٔ لعلِ تو چوں بوے طلب دارم
رقیبانت همی‌جوشند گردِ من چو زنبوران

نظر بر منظرِ خوبِ تو تا کردم دلِ خود را
تهی می‌دارم از سوداے دلبندان و منظوران

مدار از اوحدی اُمید دین داری و مستوری
که عشقت پرده بر خواهد گرفت از کارِ مستوران

(۳۵۸)

چو آتش است به گرمی هواے تابستان
بده دو کاسه ازان آبِ لعل یا بستان

هواے عشق و جوانی، مے و هواے تموز
سه آتش اند که خواری کنند بر مستان

(۲۰۵)

بیار شیشه و پر کن شراب و نقل بنه
بزیرِ سوسن و گل بر درِ سرابستاں

ز هر حدیث بہ آواز مطربے کن گوش
کہ عندلیب ز مرغوں او برد دستاں

ز دست لالۂ چینی شراب گیر بہ دست
کہ عقل سر بنہد چوں بروں کند دستاں

من و محبّت خوباں ز عہد مہر ازل
دو کودکیم کہ خوردیم شیرِ یک پستاں

دراں زماں کہ ز ما دادِ ما ستانی باز
نشاط عیش خدایا ز اوحدی مستاں

(۲۰۶)

یاران و دوستداراں جمع اند و جام گرداں
مطرب سرود گویاں ساقی مدام گرداں

قومے در انتظار اند ایں جا دمے گذر کن
ویں قوم را بہ لطفے زاں لب غلام گرداں

گویندہ گشتہ مطرب واں گہ کدام گفتن
گردندہ گشتہ ساقی واں گہ کدام گرداں

ساغر ز سیمِ سادہ با آب لعل دائم
مجمر ز زرِّ پختہ با عود خام گرداں

غیر از تو ہیچ کامے در خورد نیست ما را
بخرام و عیشِ ما را زاں رخ تمام گرداں

شامِ سیاہ ما را چوں صبح کن ز چہرہ
صبحِ سفیدِ دشمن از غصّہ شام گرداں

من باده با تو خوردن کردم حلال بر خود
گو خویش را همی‌کش شیخ حرام گرداں

تشریف ده زمانی اے ماه اوحدی را
هم سر به چرخ برکش هم نیکنام گرداں

(۳۶۰)

شبِ قدر است و روز عید، زلف و روے ایں ترکاں
نمی‌باشد دل ما را شکیب از روے ایں ترکاں

به چشمِ روزه داراں از کنارِ بام هر شامے
هلالِ عید را مانند خمِ ابروے ایں ترکاں

پلنگاں را چو آهو گیرد از روباه بازیها
دو چشمِ شیرگیرِ مستِ بے‌آهوے ایں ترکاں

چو میخ خیمه گر خوبے بکوبندم به خواری سر
نخواهم میخ بر کندن من از پهلوے ایں ترکاں

دراں روزے که سوے قبله گردانید رویم را
رخم در قبله باشد لیک چشمم سوے ایں ترکاں

دهانم چوں فروبندد ز گفتن وقتِ جاں دادن
زبانم در خروش آید به گفت و گوے ایں ترکاں

گرم در جنّتِ فردوس پیش حور بنشانی
مکن باور که بنشینم ز جست و جوے ایں ترکاں

چو چوگاں گشت پُشتم در غم آں ترک و می‌دانم
که سر نیزم بگردد بر زمیں چوں گوے ایں ترکاں

در آویزند با من هر شبے سر مست و فرصت نے
که چوں مستاں در آویزم شبے با موے ایں ترکاں

به حکم چشمِ تُرکِ او نهادم سر چو دانستم
که سر بیروں نشاید برد از یرغوے ایں ترکاں

منه گو محتسب بر من ز حکم شرم تکلیفی
که من فرمانِ عشق آوردم از اردوے این ترکان

مبارکباد دل کردم درین سودا و میدانم
که گردد اوحدی مقبل چو شد هندوے این ترکان

(۳۶۱)

دلم خوش کردهٔ منزل به بوے وصل دلداران
دگر با یادم آوردی قدیمی صحبت یاران

ز خاکت بوے عهدِ یار مییابد دماغ من
زهے بوے وفاداری زهے خاکِ وفاداران

خوشا آن فرصت و آن عیش و آن ایّام و آن دولت
که با مطلوبِ خود بودم علیٰ رغم طلبگاران

بمان اے ساربان مارا به دردِ خویش و خوش بگذر
که بار افتاده همراهی نراند با سبکباران

خودی محملنشین امشب ترا چون خواب میآید
که از دوشِ شتر بگذشت آبِ چشمِ بیداران

ز آهِ سرد و اشک گرم خود دایم به فریادم
که اندر راهِ سوداے تو این باد است و آن باران

نسیمِ صبح اگر پیشِ طبیبِ ما گذر یابی
بگو آخر گذارے کن که بد حال اند بیماران

اگر یارانِ مجلس را ملامت سخت میآید
من از مستی نمیدانم چه میگویند هشیاران

چنان با آتشِ عشقش دلم آمیزشے دارد
که آتش در نیامیزد چنان با عود عطاران

همیشه را که می‌سوزد ز شیرینی دلِ مردم
بخوان ای عاشق و در ده صلای انگبین خواران

مسو ای اوحدی بی غم وصالِ او که پیش از ما
درین سودا به کوی او فرو رفتند بسیاران

(۳۶۲)

امشب ز هجرِ یار بخواهم گریستن
زارم ز عشق و زار بخواهم گریستن

نالیده ام هزار شب از هجر بعد ازین
هر شب هزار بار بخواهم گریستن

گو روی من نگار شد از خونِ دل که من
بی روی آن نگار بخواهم گریستن

چون بی شمار غصّه کشیدم ز هجرِ او
زین غصّه بی شمار بخواهم گریستن

تا بشنوم ز خاکِ سرِ کوچه بوی او
بر خاکِ کوچه خوار بخواهم گریستن

بی اختیار چند کند گریه دیدهٔ
چندین به اختیار بخواهم گریستن

پنهان چو شد ز اوحدی آن نورِ دیده ام
پنهان و آشکار بخواهم گریستن

(۳۶۳)

سرِّ دل گوئی ز جان اندیشه کن — در دلش دار از زبان اندیشه کن
لافِ کشف و غیب‌دانی می‌زنی — از خدای غیب‌دان اندیشه کن
در زمین از آسمان گوئی سخن — ای زمین از آسمان اندیشه کن

یا ز دین آشکارا شرم دار یا ز دانای نهان اندیشه کن
ای که می‌خسپی به شبهای چنین آخر از روزِ نهان اندیشه کن
تیرِ فرصت در کمانِ جهدِ تست می رود تیر از کمان اندیشه کن
دل به بلد آرزوها بر مده تا توانی تا توان اندیشه کن
بهرِ سود اندر خطرها می‌روی سود دیدی از زیان اندیشه کن
گر ندانی رفتنِ خود را یقین بنگر و زین رفتگان اندیشه کن
آن زمان اندیشه بیکار است و فکر کار خود را این زمان اندیشه کن

اوحدی زین وَرطه آمد بر کنار
ای که غرقی درمیان اندیشه کن

(۳۶۴)

تا ندانی ز جسم و جان مُردن پیش آن رخ کجا توان مردن
عاشقی چیست زنده بودنِ فاش وان‌گه از عشقِ او نهان مردن
از برونِ جهان نشاید مُرد در جهان باید از جهان مردن
هیچ دانی حیات باقی چیست پیشِ آن خاک آستان مردن
اهل یاری است یار در غم او سهل کاری است هر زمان مردن
بوسهٔ زان دهن نخواهم خواست که نشاید به رایگان مردن

اوحدی دل به دیگری مسپار
تا نباید چو دیگران مردن

(۳۶۵)

ای ز سودای تو در هر گوشهٔ آوازهٔ من
چارهٔ کارم به نیکو می کنی بیچارهٔ من

روزِ مرگم بر سرِ تابوت خواهد شعله زد
آتش عشقت که در دل دارم از گهوارهٔ من

اے کہ گفتی با جفاے یار سیمیں‌بر بساز
چند شاید ساخت ز آهن نیستم یا خارهٔ من

در زبان خاص و عام افتاد رازم چوں سخن
اے مسلمانان زبوں افتاده ام بیچارهٔ من

کاشکے آں روے منظورش نمی دیدم ز دور
یا چو دوراں کردمے از گوشهٔ نظّارهٔ من

خرقهٔ پرهیزم از سوداے آں دل پاره شد
خود نمی یابم خلاص از دست ایں دل پارهٔ من

اوحدی را عاشق و میخوارهٔ او کرد ایں چنیں
ورنه تا اکنوں نبودم عاشق و میخوارهٔ من

(۳۶۶)

چوں مرا غمناک بیند شاد گردد یار من
زاں سبب شادی نمی گردد به گرد کارِ من

اشک چشمم سرِّ دل یک یک به رخسار تو گفت
گوئیا با اشک بیروں می رود اسرار من

رخت ازیں شهرم به صحرا برد می‌باید که شب
مردم اندر زحمت اند از نالهٔ بسیارِ من

گر نه آبِ چشمِ سیل انگیزِ من مانع شود
هر شبے شهرے بسوزد آهِ آتشبارِ من

همچو یاقوت است اشکم با خیالِ لعلِ او
آشنائی می کند با دیدهٔ بیدار من

من ز تیمارش چناں گشتم که نتواں گفت و او
خود نمی پرسد که حالت چیست اے بیمارِ من

ز اوحدی هجرانِ او کوتاه کردے دست زور
گر به گوشِ او رسیدے نالهاے زار من

(۳٦۷)

عشق نورزیده بود جانِ سبکبارِ من
بر تو مرا فتنه کرد ایں دلِ بیکارِ من

گر خبر از دردِ من نیست ترا در نگر
تا به تو گوید درست روے چو دینارِ من

اے که بیازردۀ بے سببم بارها
تا تو چه می‌خواستی از من و آزارِ من

زلف تو در راهِ دل دامِ بلا چوں نهاد
روے چو گل را بگو تا بنهد خارِ من

روے پشیماں شدن نیست که در عشقِ تو
نائبِ قاضی نوشت حُجّت اقرارِ من

خود چه حبیبی بیا تا چه طبیبی که هیچ
از تو دواے ندید ایں دلِ بیمارِ من

چارۀ کارم نهاں گر نکنی می‌تواں
لیک تو خود فارغی از من و از کارِ من

عشقِ تو برهم گسیخت رشتۀ تسبیحِ دل
حسن تو برباد داد خرمن کردار من

پیشِ تو بادے است سرد آهِ دلِ اوحدی
با همه کز آه اوست گرمی بازارِ من

(۳٦۸)

سرِ بازدگی دارد دو چشمِ تند یارِ من
که فتح الباب هجران است و دم تحویل کار من

مرا چون ماه در عقرب خوش آمد روے و زلفِ او
ازاں نیکی نمی‌بینم که بد بود اختیارِ من

من آں چرخم که از جان است مهرم درمیانِ دل
من آں صبحم که از اشک است پروین در کنار من

مرا رویے چو تقویم است و بر روے جدولِ خونیں
که حکمِ آں نشد منسوخ چوں تقویم یارِ من

سرم را اتّصالے نیست کُلّی با خیالِ او
ازاں سر در نمی‌آرد بہ دوشِ بردبارِ من

خبر دہ ز اجتماعِ او کنم را تا بروں آید
بہ استقبالِ روے او دل و صبر و قرارِ من

پیاپے مائل است ایں دل بہ قُربِ نقطۂ خالش
دریغ ار خارجِ مکتب نیفتادے مدارِ من

بہ سرحدِّ وصالش گر ز وجہے راہ می‌یابم
شرف همخانہ می‌گردد دگر با روزگارِ من

چو ماہ از عقدۂ زلفش مگر دارد خسوف آں رخ
کہ از آغاز پاییزش زمستاں شد بہار من

چودانستی کز آںِ تُست بیت المالِ دل، برگیر،
بہ سهم الغیبِ ایں غمزہ بگوتا کیست یارِ من

(۳۶۸)

طریقِ اجتماعی نیست دل را با فرح بی تو
ازان چون عقلهٔ زلفِ تو منکوس است کارِ من

ز اشکم نقطه می‌راند غمت بر تختهای رخ
که در هنگامه‌ها گوید نهان و آشکارِ من

فلکها را رصد کردم من ای ماه و نینداز م
کز ایشان چون تو خورشیدی نباید برد بارِ من

تو اصطرلاب این دل را بگردان در شعاعِ رخ
ببین تا ارتفاعِ مهر چند است از شمارِ من

ازان خاک اوحدی را گر نهی تو جبهٔ اکلیلی
به شعری می‌بود شعر چو دُرِّ شاهوارِ من

(۳۶۹)

دوستی با دشمنانِ ما مکن سودِ ایشان و زیانِ ما مکن

خونِ من خوردی دلم را غم بخور دل [ا]ببردی قصدِ جانِ ما مکن

چون میانت خونِ ما ریزد مگر گو فضولی درمیانِ ما مکن

از لبِ خود کامِ دشمن بر میار زهرِ قاتل در دهانِ ما مکن

ای که می‌رانی به دشنامم ز دور جز به شمشیر امتحانِ ما مکن

گر ببیند چشمِ ما جز روی تو گوش بر آه و فغانِ ما مکن

رازِ عشقت گر بگوییم آشکار داروی دردِ نهانِ ما مکن

گر نمیرد اوحدی پیشت روان
هیچ رحمت بر روانِ ما مکن

(۳۷۰)

هر شب ز عشقِ روی تو ای چشمِ لعبت‌بازِ من
در خون نشیند تا کند چون روز روشن رازِ من

از دیدہ گر در پیشِ دل سیلے نرفتے ہر نفس
آتش بہ جانم در زدے ایں آہ برق انداز من

من شرحِ دل پرداز خود ہر می‌فرستم پیش تو
لیکن تو کمتر می‌کنی گوشے بدیں پرداز من

پایم بہ سنگِ سرکشی بشکستی اے سیمیں بدن
ورنہ کجا خالی شدے کوے تو از پروازِ من

بر خاستی تا خونِ من بر پاے خود ریزی دگر
اے آرزوے دل دمے بنشیں و بنشاں آزِ من

پروانہ وارم سوختی اے شمع وز رخسارِ تو
نے پرتوے بر حالِ دل نے بوسۂ برا گاز من

از بسکہ نالد اوحدی از حسرتِ دیدارِ تو
پر شد جہاں ز آوازۂ عشقِ بلندآواز من

(۳۷۱)

چشمِ دولت را اگر بہ زیں نظر ہستے بہ من
آں فراق اندیش روزے باز پیوستے بہ من

ہمچو ماہی صیدِ آں ماہم کہ روزے نیست تا
زلفِ چوں دامش در اندازد ہمی شستے بہ من

گر سرِ زلفش بہ دستِ من رسیدے گاہ گاہ
کے رسیدے محنتِ ایّام را دستے بہ من

گفتمش روزے کہ از وصلِ تو من کے بر خورم
گفت با چندیں بلندی کے رسد دستے بہ من

گر مجالے بودے اندر خانۂ وصلش مرا
پرتوے از روزنِ مہرش فرو جستے بہ من

ورنه چشمِ مست او را زلفِ او یار آمدے
این خرابی کے رسیدے از چناں مستے به من

اوحدی بے مهرش ار بودے زمانے کافرم
گو به مسمار وفاقش چرخ بر بستے به من

(۳۷۲)

جور دیدم تا بدید آں خسرو خوباں که من
عاشقم وز من بپوشانید رخ چنداں که من

در غمش دیوانه گشتم بے رخش مجنوں شدم
سر به صحراها نهادم فاش گردید آں که من

خوفِ بدنامی ندارم بیم رسوائیم نیست
ور بمانم مدّتے دیگر چناں میداں که من

دل به دردِ او سپارم تن به مهرِ او دهم
واں بلا را کس نداند بعد ازاں درماں که من

هر چه گویم راست گویم ویں بتر کز هر طرف
من دواے دردِ دل پرسان و دل ترساں که من

هم به ترکِ سر بگویم هم دل از جاں برکنم
واں زماں دردِ دلم را چارهٔ نتواں که من

دل ز غم خوں کرده باشم خوں ز مژگاں ریخته
ور چنیں باشد حدیثم کے شود پنهاں که من

دیدهٔ پر اشک دارم چهرهٔ پر خوں و دل
وندریں محنت نخواهم شست دست از جاں که من

اوحدی را میشناسم طالعِ خود دیده ام
ور تو هم حالم بدانی رحمت آری زاں که من

(۳۷۳)

در فراقِ روے جاناں بر نتابد بیش ازیں
سینه داغ هجر جاناں بر نتابد بیش ازیں

با چنیں تلخی که طبعِ ما کشید از دستِ هجر
شور ایں شیریں زباناں بر نتابد بیش ازیں

پیر گشتم اے دل از خوباں حذر می‌کن که پیر
قوّتِ دستِ جواناں بر نتابد بیش ازیں

چند راند چوں سگاں ما را رقیب از کوے تو
گرگ ما چوبِ شباناں بر نتابد بیش ازیں

اوحدی ایں گریه کمتر کن که خاکِ کوے دوست
آبِ چشمِ مهرباناں بر نتابد بیش ازیں

طبعِ یار نازنیں در خوابِ نوشینِ سحر
نالهٔ فریادخواناں بر نتابد بیش ازیں

۳۷۴

باغِ جناں روے تُست راے گلستاں مکن
طیرهٔ سنبل مخواه طرّه پریشاں مکن

گرچه به حکم تو ایم بر جگر ریش ما
زخم که شاید مزن جور که بتواں مکن

راے که بود ایں که تو عاشقِ بیچاره را
دم به دم از درد خود می‌کش و درماں مکن

چوں که به فرمانِ تست ایں دلِ مسکیں که گفت
کاں دلِ چوں سنگ را هیچ به فرماں مکن

جان و تنِ ما تراست دیده و دل نیز هم
قصدِ دل و دیده و قصدِ تن و جاں مکن

با همه شکّر که هست در لب شیرین تو
این نمکم هر زمان بر دلِ بریان مکن

اوحدی را می‌نهی دل به رخ این نگار
تن به غریبی مده یاد صفاهان مکن

(۳۷۵)

نگارم چرا شدی نهان از نهانِ من
چه کردم که گشته جهان از جهانِ من

به کینم مخاے لب که آنم که پیش‌ازین
همی بر نداشتی دهان از دهانِ من

چو من پر شدم ز تو ز من پر شد این جهان
به نوعے که تنگ شد مکان از مکان من

چنان در تو گم شدم که جویدم اگر کسے
نیابد به عمرها نشان از نشانِ من

چو سرمایۂ دکان مرا در سر تو شد
چرا دور می‌کنی دکان از دکان من

به گوشت همی‌رسد که من می‌کنم زیان
بے در کوے تو رسد زیان از زیانِ من

مرا در دل آتشے است نهفته ز هجرِ تو
که بر می‌کند کنون زبان از زبانِ من

چو شد در دلم پدید خبرها که می‌شنید
خبرها بسے شود عیان از عیانِ من

بسے فتنه‌ها که گشت پدید از جمال تو
بسے فیضها که شد روان از روانِ من

(۳۷۵)

مرا در زمین مجوی مرا از زمان مپرس
کہ غیرت برد همی زمان از زمانِ من

بخوانند سالها درین وجد و حالها
سخن کاوحدی کند بیان از بیانِ من

(۳۷۶)

مرا مپرس کہ چون شرمسارم از یاران
ز دستِ این دمِ چون برف و اشکِ چون باران

بہ خاکِ پای تو محتاجم و ندارم راہ
بر آستانِ تو از زحمتِ هواداران

مرا ز طعنۂ بیگانہ آن جفا نرسید
کہ از تعنّتِ همسایگان و همکاران

بہ روزِ جنگ ز دستِ غمت بہ فریادم
چو روزِ صلح ز غوغای آشتی‌خواران

ز پهلو کمرت کیسہ‌ها توانم دوخت
ولی مجال ندارم ز دستِ طرّاران

هزار شربت اگر می‌دهی چنان نبود
کہ بوی وصل کہ واصل شود بہ بیماران

بہ اوحدی نرسد نوبتِ وصالِ تو هیچ
اگر نہ کم شود این غلغلِ هواداران

(۳۷۷)

ای پیکِ نامعبر خبرِ او بہ ما رسان
بویی ز کوی صدق بہ اهلِ صفا رسان

بیگانہ را خبر مدہ از حالِ این سخن
زان آشنا بیار و بدین آشنا رسان

(۳۱۹)

جاے حدیثِ او دلِ آشفتۂ من است
بشنو حدیثش و چو شنیدی بہ جا رساں

پوشیدہ نیست تندیِ گفتارِ تلخِ او
زو ہرچہ بشنوی تو مپوشاں و وا رساں

یا روے او ز دور در آور بہ چشمِ من
یا روے من بہ خاکِ درِ آں سرا رساں

زاں آفتاب‌رخ صفت پرتوے مکن
یا چند ذرّہ را ز زمیں بر ہوا رساں

ما را بہ آستانۂ آں بت چو بار نیست
خدمتگریم بر درِ او ماں دُعا رساں

آہ و فغانِ اوحدے امشب تو اے رسول
از جبرئیل بگذر و پیشِ خدا رساں

(۳۲۸)

تختِ شاہی دارد آں تُرکِ ختن
کے کند رغبت بہ درویشے چو من

جانِ من چوں پر شد از سوداے او
بعد ازیں جانم نگنجد در بدن

پاے او بودے جہاں را سجدہ‌گاہ
گر چنیں سروے برستے در چمن

بے رخش روزے نمی‌بیند دلم
بے لبش کامے نمی‌یابد دہن

گر نبودے چہرۂ او در نقاب
عذرِ من روشن شدے ہر مرد و زن

جملۂ او باشم چو بنشینم بہ فکر
نامِ او گویم چو آیم در سخن

(۳۲۰)

به خیالِ او نبودم در قبا
بے وفاے او نباشم در کفن

او به رعنائی چناں بر کرده سر
من به تنهائی چنیں در داده تن

در غمِ او اوحدی فریادکن
اوحدی را عشق او بنیادکَن

(۳۷۹)

باغ به سانِ مصر شد از رخ یوسف سمن
گشت رواں ز هر طرف آب چو نیل در چمن

جامۂ توبه زشت شد وقتِ کنار و کشت شد
بر صفتِ بهشت شد باغ به صد هزار فن

عمرِ عزیز شد به سر تختِ عزیز گل نگر
بر سرِ سبزه‌هاے تر در بنِ شاخِ نارون

لاله به موکبِ صبا گفت هزار مرحبا
غنچه درید در قبا گل بدرید پیرهن

غلغلِ مرغِ زندخواں رفت به گوشِ زندگاں
زنده دلی مکن نهاں روے چو مرده در کفن

اے شده روے زرد دیں هیچ نچیده دُرد دین
کے برسی به ورد دیں جز به صفاے دُردِ دَن

هرچه بخواستی توئی و آنچه بکاستی توئی
رَو که به راستی توئی انجم ایں دو انجمن

مرغ توئی و اصل تو ، جنس توئی و فصل تو
هجر توئی و وصل تو گر برسی به خویشتن

اوحدی از مکانِ او بگذر و آستانِ او
چوں شدۂ ازانِ اُو لاف مزن ز ما و من

(۳۸۰)

اے خواجہ چہ آوردی زیں خانہ بدر بودن
سودیت نمی‌باید چندیں بہ سفر بودن

اندر پے بہبودی باید شدنت کانہا
بیماری بد باشد ہر روز بتر بودن

بر چرخ کشیدی سر ناگاہ ندانستی
کانگشت نما خواہی گشتن ز قمر بودن

ایں دولت بیداراں ناگاہ نماید رخ
گر منتظر آنی باید بہ خبر بودن

جز صورتِ یکرنگی مپسند کہ زشت آید
گہ زاہدِ خوشیدہ گہ فاسقِ تر بودن

از پاے طلب منشیں کانجات ہمی‌باید
دستے دو سہ بوسیدن روزے دو سہ سر بودن

ہاں اے پسرِ مقبل خود نیز بکن کارے
جاوید نمی‌شاید در نانِ پدر بودن

منقادِ دلیلے شو در راہ کہ آہن را
بے صحبتِ اکسیرے دور است ز زر بودن

چوں اوحدی از دستش دریاے بلا درکش
تا وقتِ سحر بتواں دریاے گہر بودن

(۳۸۱)

روز مرو دور مرو یار ببیں یار ببیں
در نگر از دیدۂ جاں در دل و دلدار ببیں

گر دل آگاہ شدی ہمسفر ماہ شدی
چوں تو دریں راہ شدی خوبی رفتار ببیں

گر سفرت هست هوس جان خود یار برس
نصرت ازین هردو طلب هجرت و انصار ببین

دوست بپرسیدی تو روے چو در دیدی تو
جنس فروشنده نگر نقد خریدار ببین

چند برای دل خود چند هواے دل خود
چند رضاے دل خود مصلحتِ یار ببین

گردنِ ناموس بزن نامهٔ زندیق بدر

خرقهٔ سالوس بکَن بستن زنّار ببین

دشمنِ من شد دلِ من توبه شکن شد دلِ من
گر بس ارینم طلب خانهٔ خمّار ببین

خرقه که بر دوخته شد نقد که اندوخته شد
پیش رخش سوخته شد گرمی بازار ببین

قائل معلوم بهل فارس مردوم بهل
در سر و در روم نگر این همه اسرار ببین

اوحدی از بهر خدا روز مرو پیش خدا
در خود و او کن نظرے نقطه و پرکار ببین

(۳۸۲)

ترا رسد گرهِ مشک بر قمر بستن
به گاهِ شیوهگری لعل بر شکر بستن

کمر به کشتنِ ما گر ببستهٔ سهل است
بیا که حلقه به گوشیم ازین کمر بستن

مرا که روے تو باید چه کار با دگرے
چو پاے درد کند شرط نیست سر بستن

دگر به پندِ من اے مدّعی زبان مکشا
که لب نخواهم ازین ماجرا دگر بستن

ز من مدار صبوری طمع که نتوانم
ز بهرِ سنگدلے سنگ بر جگر بستن

به چند وجه بکردم نصیحتِ دل ریش
میسّرم نشد از روے او نظر بستن

گر اوحدی درِ خلوت به روے غیر نبست
به روے دوست مروّت نبود در بستن

(۳۸۳)

منم آں که گلشن عشق را چمنم ببین
گذرے کن و گل و سوسن و سمنم ببین

تو و او دو باشد ازیں دوئی چه کنی سخن
همه اوست ایں نه توئی بداں نه منم ببین

در و بام و خلوت من پُر است ز نقشِ او
به تو شرحِ واقعه بیش ازیں چه کنم ببین

ز درش به روزِ من ارچه دور همی دَوَم
شبِ تیره بر سر کوے او وطنم ببین

به دیارِ ما چو به دوستی گذرت بود
سخنم مپرس ز دشمناں سخنم ببین

نخورم ز رغمِ تو باده جز به علانیه
تو به سرِّ من چو همی رسی عَلَنم ببین

چو پس از منت هوسِ تفرّجِ دل کند
برِ خاکِ من رو و باز کن کفنم ببین

ز خداے و نفْس خود از چناں که تو واقفی
نفسے خود آے و ز جانبِ یمنم ببین

مکن اوحدی طلبم که غائبم از زمین
بهل این زمین و برون ازین زمنم ببین

(۳۸۴)

شبت می‌بینم اندر خواب و می‌گویم خیال است این
به بیداری تو خود هرگز نمی پرسی چه حال است این

دهان یا نوش ' قد یا سرو ، تن یا سیم خام است آن
جبین یا زهره ' رخ یا ماه ' ابرو یا هلال است این

به جرمِ آن که مرغِ دل هوادارِ تو شد روزے
شکستی بالِ او وان‌که نمی‌گوئی وبال است این

ز هجرانِ شب زلف تو بنشینم به روز غم
معاذ الله چه روز غم خطاها و محال است این

مرا گویند مجموعی ز عشق آن صنم یا نه
ز همچون من پریشانے چه جاے این سوال است این

براهِ عشق تو گر من ببازم مال و جاهِ خود
مکن عیبے که پیشِ من به از صد جاه و مال است این

حرام است اوحدی را جز درین معنی سخن گفتن
که هر کو بشنود گوید مگر سحرِ حلال است این

(۳۸۵)

کلسِ مے بر دست و کوس عشق بر بام است ماں
چوں بود انکار با میخواره و با مست ملی

زُود جامِ زهدِ خود بر سنگ شیدائی زند
گر بنوشد صوفی آں صافی که در جام است ماں

آں که می‌خواهد که ما را سر بگرداند ز عشق
تیغ برکش گرچه جاے سنگ و دشنام است ماں

(۳۸۵)

ای که می‌گوئی سرِ خود گیر و دست از من بدار
تا برون آید سرِ دستی که در دام است مان

گرچه بنویسیم صد دفتر نخواهد شد تمام
شرح آن تلخی که از هجر تو در کام است مان

اشکِ چشمِ من کنون جویی است و آن جو نیز هم
چون ببینی یا ز دل یا از جگر وام است مان

تا ترا دیدیم دل را آرزویی جز تو نیست
تا نپنداری که میلِ خواب و آرام است مان

تا به منزل باش گو کز تو چه خواریها کشیم
کانچه دیدیم از تو سود اوّلین گام است مان

گر جهان پر نقش باشد در دلِ ما جز یکی
نیست ممکن خاصه کاکنون اوحدی نام است مان

(۳۸۶)

آن دلبران که می‌کشدم چشمِ مست شان
کس را خبر نشد که چه دیدم ز دست شان

بر ما درِ بلا و غم و غصّه بر کشاد
آن کس که نقشِ زلف و لب و چهره بست شان

در خون کنند چون بنماییم حالِ دل
گویند نیست مان خبر از حال و هست شان

اندر شکستِ حالتِ ما سعی می‌نمود
یاری که چون زلفِ سیه می‌شکست شان

تا دانه‌های خال نهادند گردِ لب
دیگر ز دام زلف شکاری نرست شان

آنہا کہ کس بہ مہر سپارند و دل بہ عشق
زینہا مگر بہ مرگ بود بازرست شاں

پنہاں گونہ بر دلِ ریشم جراحت است
زیں تیرہا کہ بر جگر آید ز شست شاں

بر مہر و دوستی ننہند ایں گروہ دل
گوئی چہ دشمنی است کہ در دل نشست شاں

بر پاے شاں نہم ز وفا بوسہ بعد ازیں
زیرا کہ روے گفتم و خاطر بخست شاں

ایناں بدیں بلندیِ قدّ و جلالِ قدر
کے باشد التفات بدیں خاکِ پست شاں

ما را ازیں بتاں مکن اے اوحدی جدا
کایماں نیاورد بہ کسے بُت‌پرست شاں

(۳۸۷)

از بند زلفش پاے ما مشکل کشاید بعد ازیں
چشمے کہ بیند غیرازو ما را نشاید بعد ازیں

دل را چو با دیدارِ او پیوند و پیماں تازہ شد
در چشمِ ما جز روے او کاری نماید بعد ازیں

خود را چو دادیم آگہی از ذوقِ حلواے لبش
لذّت نیابد کامِ ما گر شہد خاید بعد ازیں

در دستگاہِ چرخ اگر اندوہ و محنت کم شود
از پیش ما گو چرخ کن چنداں کہ باید بعد ازیں

بس فتنہ زاید آسماں در دورِ چشمِ مست او
از روزگار بیوفا تا خود چہ زاید بعد ازیں

با زلفِ آں دلدار چوں بادِ صبا گستاخ شد
یا عنبر افشاند صبا یا مشک ساید بعد ازیں

ای یارِ نیکوخواه تو تدبیرِ کارِ خویش کُن
کز ما به جُز سودای او کاری نیاید بعد ازیں

تا ایں زماں گر نُطقِ ما تقصیر کرد اندر سخن
بر یادِ آں شیریں دہاں شیریں سراید بعد ازیں

گو آزمایش را ببر گردی ز خاکِ اوحدی
گر در جہاں آشفتهٔ عشق آزماید بعد ازیں

(۳۸۸)

نَفَسم گرفت ازیں غم نَفَسی ہوای من کن
گرہم فتاد بر در به دمی ہوای من کن

دگری بہای خویش ار نستاند از تو بوسه
تو ز بوسه ہرچه داری ہمه در بہای من کن

نه رواست زشت کردن به جزای خوب‌کاراں
دلِ من چه کرد با تو تو ہمای به جای من کن

چو ز گردنم کشودی گرهِ دو دستِ سیمیں
سرِ زلفِ عنبریں را ہمه بند پای من کن

دلِ کس ازیں بہانه بگریزد از غمِ تو
تو حوالتِ غمِ خود به درِ سرای من کن

چه زنی به تیغ و تیرم چو نخواہم از تو بوسه
رخِ چوں سپر که داری سپر بلای من کن

به دو روزه آشنائی بنہی سپاس بر من
رخت آشناست حالی دلت آشنای من کن

(۳۲۸)

همه پیرهنِ قبا شد ز غمِ تو بر تنِ من
تو ز ساعد و برِ خود کمر و قبای من کن

چو بلای اوحدی را ز سرِ تو دور کردم
همه عمر تا تو باشی برو و دعای من کن

(۳۸۹)

از تو مرا تا به کی بی سر و سامان شدن
در طلبِ وصل تو زار و پریشان شدن

هر نفسم خون دل ریزی و گوئی مگوی
واقعهٔ مشکل است دیدن و نادان شدن

من ز تو درمانِ دل جستم و دشمن شدی
مصلحتِ من نبود در پی درمان شدن

زلفِ تو در بندِ آن نیست که شادم کند
گر بزند روی تو رای پشیمان شدن

روی ترا عادت است زلف ترا قاعده
دل بربودن ز من هردم و پنهان شدن

هرچه تو خواهی بکن زان که نه کار من است
با چو تو مسکین کُشی دست و گریبان شدن

خلق به دیر و به زود راه به پایان برند
راهِ ترا هیچ نیست راه به پایان شدن

بر دلِ ویرانِ من طعنه زدن تا به چند
بین تو که گنجی در اوست با همه ویران شدن

کارِ تو پیمان‌شکن نیست به جز سرکشی
کارِ دل اوحدی بر سرِ پیمان شدن

(۳۹۰)

آں کیمرِ غمزہ را دلِ خلقے نشانہ بیں
انگشتِ رنگ دادہ و انگشتوانہ بیں

روے سیاہچردہ و زلفِ سیاہکار
چشمِ سیاہ نیک خوش و جادوانہ بیں

در باغ عارضش ز براے شکارِ دل
زلف چو دام بنگر و خال چو دانہ بیں

با آں غرور و غفلت و خردی و بیخودی
یک بوسہ زو طلب کن و پنجہ بہانہ بیں

گِردِ میانِ لاغر و آں خالِ نیکواں
پیچیدہ نیز آں کمر تنگ خانہ بیں

از دستِ زلفِ ہندوے او جور می‌برم
بختِ مرا نگہ کن و حال زمانہ بیں

مُرد اوحدی ز داغِ غمِ او ہزار بار
با آں دو دل حکایت مرد یگانہ بیں

(۳۹۱)

شیریں‌تر از دلدارِ من دلدار نتواں یافتن
مسکیں‌تر از من عاشقے غمخوار نتواں یافتن

در دہر چوں من بیدلے سرگشتہ کم پیدا شود
در شہر چوں او دلبرے عیّار نتواں یافتن

ما را ملامت گو مکن زیں پس بہ مستی محتسب
کز دورِ چشمِ مستِ او ہشیار نتواں یافتن

هرگز به بیداری کجا دستم به وصلِ او رسد
چون یک شبے ایں بخت را بیدار نتواں یافتن

اے دل گر آبِ زندگی جوئی به تاریکی مَرَو
کایں کام بیروں از لبِ آں یار نتواں یافتن

زیں ساں که من می‌بینم آں آشفتگی سالِ دگر
اندر دیار عاشقی دیّار نتواں یافتن

در کارگاهِ سینه چوں سودائے او بر کار شد
یک لحظه ما را بعد ازیں بر کار نتواں یافتن

اے اوحدی گر خوں شود دل در غمِ او گو بشو
بے محنتے وصل چناں دلدار نتواں یافتن

(۳۹۲)

اے صبا حالِ من بدو برساں — نه چناں سرسری نکو برساں
سخنِ من نه بیش گوے و نه کم — آنچه من گویمت بگو برساں
به زبانِ کسش مده پیغام — خود سخن گوے و روبرو برساں
نامه پا خود نگاه‌دار و چو او — با تو گوید که نامه کو برساں
گر مجالت نباشد اوّل روز — فرصتے بنگر و بجو برساں
قصّهٔ ایں غریبِ سرگشته — پیشِ آں ماهِ تندخو برساں
سخن چشمِ نیم‌جوے مرا — ز نگار بهانه‌جو برساں
حلقهٔ باز کن ز طرّهٔ او — حلقه بگذاشتیم تو برساں

اوحدی را ز هجر باز رهاں
بوے از وصل او به او برساں

(۳۹۳)

تا بر گذشت پیشم باز آں پری خراماں
نقشِ مرا فرو شست از لوحِ نیکناماں

زیں پیش جمع بود و اکنوں نمی‌گذارد
دستم به کارِ دانش پایم به زیرِ داماں

خواری کند پیاپے واں گله بر چه دلها
یاری کند دمادم واں گاه با گُداماں

در آتشم بسوزد هر ساعتے و لیکن
بے حاصل است گفتن اسرارِ خود به خاماں

اے همرهانِ منزل گر بازگشت باشد
با قومِ ما بگویید احوالِ دل‌به‌داماں

ذوقے تمام دارد گفتارِ من ولیکن
بنگر نمی‌نشیند در طبعِ ناتماماں

روزے رقیبِ او را گر بر گذر ببینی
چنداں لکد بزن کو بر ما ببست شناں

اے اوحدی چه جوئی از عشق نامِ نیکو
کز عشق هیچ کس را کارے نشد به ساماں

از جورِ او شکایت چندیں مکن که اینها
بسیار جور بینی از خواجه بر غلاماں

(۳۹۴)

نگارینا به وصلِ خود دمے ما را ز ما بستاں
دلِ ما را به آں بالا ز دستِ ایں بلا بستاں

ز هجرانِ تو رنجورم اگر بیمار می‌پرسی
ازاں سر رنجه کن پاے وزیں سر مزدِ پا بستاں

ز تشریفِ وصالم چون گُلعذاری نمی‌بخشی
من از بهرِ تو پیراهن قبا کردم قبا بستان

فرستادی که دل بفرست اگر کامت همی‌باید
گر این از دل همی‌گوئی تو اینک دل بیا بستان

گر از روے غلط وقتے به راهم پیش‌باز افتی
دعاے بی‌غرض بشنو سلامِ بی‌ریا بستان

دلم یک‌بوسه می‌خواهد ز لعلِ شکّرین تو
اگر بوسے دلے ارزد ز من جانی بها بستان

ضرورت نامهٔ امشب فرستادم به نزدِ تو
تو از مرغِ سحر در خواه و از بادِ صبا بستان

زمین آستانت را به لب چون بوسه بستانم
زمانے آستانت را ز روے دلربا بستان

خدا گرد اوحدی را دل به عشق اندر ازل شیدا
ترا گر سخت می‌آید برو جرم از خدا بستان

(۳۹۵)

چشمم کنارِ دجله شد جز یادِ بغدادم مکُن
چون این هوس دارد دلم از دیگرے یادم مکُن

بر جانِ شیرینم ببخش اے خسرو خوبانِ حسن
آشفته بر کوه و کمر مانند فرهادم مکُن

در جوشم از سوداے تو آبے بزن بر آتشم
خاموشم از غوغاے تو چون خاک بربادم مکُن

در سینهٔ من می‌نهد مهر تو بنیاد ای پری
از کینه بنیادم مکَن بر سینه بیدادم مکُن

افتادن اندر بند تو بهتر ز آزادی مرا
چندان که من باشم بتا زین بند آزادم مکن

گر سست گیرم عهد تو از هجر خود داغم بنه
ور سخت گویم یا غمت از وصلِ خود شادم مکن

بازم زبانِ اوحدی هرچند پندے می‌دهد
گر گوش دارم سوے او گوشے به فریادم مکن

(۳۹۶)

به جانِ من به جانِ من به جانِ تو به جانِ تو
که نامِ من نفرمائی فراموش از زبانِ تو

ز سودِ من نپندارم ترا هرگز زیان دارد
که سودِ تست سودِ من زیانِ من زیانِ تو

تو و من درمیانِ ما کجا گنجد که این ساعت
تو گردیدی و گردیدم تو آنِ من من آنِ تو

غلط کردم نه آن گنجی که در آغوشِ ما گُنجی
مرا این بس که در کُنجم بگُنجی از جهانِ تو

سر از خاکِ زمینم بر ندارد آسمان هرگز
اگر ساکن خودم خواند زمینِ آسمانِ تو

لبت می‌پرسد از جانم که کامت چیست تا دانم
چه باشد کامِ مشتاقے دهادے بر دهانِ تو

گمان بردی که برگشتم به جور از آستانت من
بلے، در حقِّ مسکینان همی‌باشد گمانِ تو

دل از ما خواستی جانا دریغے نیست، دل لیکن
چو روے از ما همی‌پوشی کسے باید ضمانِ تو

ازاں حشمت کہ می‌بینم نخواہد ہیچ کم گشتن
فقیرے گر بیاساید زمانے در زمانِ تو

تو با آں حسن و زیبائی نگردی ہمنشینِ من
کہ از خواری و گمراہی نمی‌یابم نشانِ تو

رخت را شد بہ جان و دل خریدار اوحدی لیکن
بدیں سرمایہ چوں گردد کسے گرد دکانِ تو

(۳۹۷)

اے خرمنِ گل خوشہ‌چیں، پیشِ تن و اندامِ تو
بلبل نخواندہ وصفِ گل تا من نگفتم نامِ تو

بر بام آ تا خلق را در تیرہ شب روشن شود
ماہے ز طاق آسماں ماہے ز طرفِ بامِ تو

یک بوسہ دردہ زاں دہن واں گہ بریزاں خونِ من
تا در دمے حاصل شود ہم کامِ من ہم کامِ تو

مثلِ دہانت شکّرے در مصر نتواں یافتن
اے مصر زیبائی نہاں در زلف ہمچوں شامِ تو

دی شب سلامے کردۂ چوں قدر آں نشناختم
امروز خود را می‌کشم در حسرتِ دشنامِ تو

نشگفت از آہِ سرد من وز رنگِ روے زردِ من
اے جانِ غم‌پروردِ من پروردۂ انعامِ تو

از سیم خالی می‌کنی وز مشک خالے می‌زنی
ایں دانہا چند افگنی اے اوحدی در دامِ تو

(۳۹۸)

در صددِ هلاکِ من شیوهٔ چشمِ مستِ تو
مردکُشی و سرکشی عادتِ زلفِ پستِ تو

غیرتِ دل نشاندم بر سرِ آتشِ دگر
هر نفسی که بنگرم با دگری نشستِ تو

هر سر مویت ای پسر دست گرفته خاطری
در عجبم که چون بُوَد زان همه بازرستِ تو

بود گمانِ من که تو وعده وفا کنی ولی
دل به وفا کجا نهد خوی جفا پرستِ تو

مستِ تو ام چه میدهی باده به دست مست خود
بوسه بده که نشکند باده خمارِ مستِ تو

تا به کنون اگر سرم داشت هوای دیگری
دست بیار تا ازاں توبه کنم به دستِ تو

با همه زیرکی نگر صید تو گشته اوحدی
ور تو توئی در اوفتد پنجه چو او به شست تو

(۳۹۹)

گرچه امّید ندارم که شوم شاد از تو
نتوانم که زمانی نکنم یاد از تو

گفته بودی که به فریادِ تو روزی برسم
کی به فریاد رسی ای همه فریاد از تو

دانم این قصّه به خسرو برسد هم روزی
گر تو شیرینی و شهره شده فرهاد از تو

اگر امشب سر آں زلف بہ من دادی نیک
ورنہ فردا من و پاے علم و داد از تو

گر تو اے طرفۂ شیراز چنیں خواہی کرد
برسد فتنہ بہ تبریز و بہ بغداد از تو

دوش گفتی؟ بہ دلت در زنم آتش روزے
چہ دل اے خرمنِ دلہا شدہ بر باد از تو

دلِ ما را غمِ ہجرِ تو ز بنیاد بکند
خود ندیدیم چنیں کار بہ بنیاد از تو

اوحدی را مکن از بندِ غم آزاد کہ او
بندۂ نیست کہ داند شدن آزاد از تو

(۴۰۰)

اے دلبرِ سنگیں دل فریاد ز دستِ تو
دستے کہ دلِ من شد بر باد ز دستِ تو

کے راست شود کارم زیں غصّہ کہ من دارم
اے کارِ مرا ویراں بنیاد ز دستِ تو

عقلم چہ دہد یاری گوید کہ دریں زاری
آں است کہ صد نوبت افتاد ز دستِ تو

دادی ز جفا نوشم تا گشت فراموشم
چیزے کہ مرا بودے بر یاد ز دستِ تو

از بند رہا میکن مملوک بہا میکن
کز بند نخواہد شد آزاد ز دستِ تو

شادی بہ غمت دادم و اکنوں ز غمت شادم
زیرا کہ نشاید شد دلشاد ز دستِ تو

چون اوحدی ار راهم تا شد بهٔ درِ شاهم
یا دولتِ او خواهم یا داد ز دستِ تو

(۳۰۱)

گل در قَرَق عَرَق کند از شرم روے تو
صافی بہ کوچہ ها و ورا جُست و جوے تو

در شانہ دید موے تو صافی دراں زماں
بر سینہ سنگ می‌زند از شرم موے تو

بر پاے سرو و بید نهد روے هر نفس
صافی ز حسرت و هوسِ قدّ و روے تو

مشکیں کند کنار و لبش تر بہ مدّتے
آں باد مشک‌بیز کہ آید ز سوے تو

صافی بہ جاے آب روانها کند نثار
بر دستِ آں کہ زندہ شد از خاک کوے تو

دستش بہ جاں نمی‌رسد ار نے بہ جاے آب
می‌کرد جانِ خویشتن اندر گلوے تو

روزے بنہ بہ خوردنِ مے پاے در قَرق
تا ما بہ سر کشیم چو صافی کدوے تو

کے کردمے من از لبِ صافی حدیث اگر
وقتے بر اُو دهاں ننهادے سبوے تو

تو در مراغہ فارغ و صافی بہ نوبهار
در خاک و خوں مراغہ‌زناں ز آرزوے تو

بر ما تو بستہ در چو قُرُق سال و ماہ و ما
سر در جهاں نهادہ چو صافی بہ بوے تو

صافی ز سنگِ تفرقه فریاد می‌کند
مانندِ اوحدی که بنالد ز خوے تو

(۴۰۲)

اے رشکِ گلِ تازه ، رخِ چوں سمنِ تو
عرعر خجل از قدّ چو سرو چمنِ تو

پاے نَفَس اندر جگرِ نافه شکسته
بوے شکن طرّهٔ عنبرشکنِ تو

آنها که به مویے دفروشند جهانے
مویے به جهانے بخرند از بدنِ تو

دلتنگ شود غنچه و لب خشک و جگر خون
از رشکِ شکرخندهٔ تنگ دهنِ تو

بر عقدِ گهر طعنه زند گاه تبسّم
آں رشتهٔ دندانِ چو دُرِّ عَدَنِ تو

بر پیرهن ار نقش کند صورت نرگس
بینا کندش بوے خوشِ پیرهنِ تو

شد کاسته چوں موے تنِ اوحدے ارچه
کاهیدن مویے نپسندد ز تنِ تو

در حلقه دلِ اوحدی شیفته‌خاطر
زنجیرِ بلا گشته ز مشکیں رسنِ تو

(۴۰۳)

به چشم و سر هدف سازم دل خود را به جانِ تو
اگر بر بامِ من تیرے بیندازد کمانِ تو

دلِ من بوسهٔ زاں لب تمنّا می‌کند لیکن
نمی‌گویم سخن بے زر کہ می‌دانم زبانِ تو

چو دستت خود بخواهی کردن اندر گردنم روزے
شبے بگذار تا باشد دو دستم در میانِ تو

مرا گفتی میاں در بند اگر خواهی کنارِ من
میاں بستم کہ در بندم بہ دست خود میانِ تو

چو از حکمِ حدیثِ تو نمی‌دانم گذشتن من
شگفتم زاں حدیث آید کہ بگذشت از زبانِ تو

چہ باشد گر بہ نامِ من فروخواند لبت حرفے
ز چنداں آیتِ خوبی کہ مُنْزل شد بہ شانِ تو

بہ ہر جانب ز شوقت چوں سگِ گمگشتہ می‌گردم
بہ بوے آں کہ دریابم غبارِ کاروانِ تو

خنک یارے کہ ہستی تو بہ خلوت ہمنشینِ او
کہ من بارے نمی‌یابم نشانے از نشانِ تو

بہ دستاں اوحدی را گردِ چشمت ہر دمے بینم
سریرش را کہ خواہد رفت در پاے جوانِ تو

(۴۰۴)

ترا گُزید دلِ من مرا گزید غمِ تو
بہ حالِ من نظرے کن کہ مُردم از ستمِ تو

متاب روے و سر از من ، مباش بیخبر از من
کہ روز و شب دل و چشمم در آتش است و نمِ تو

توئی علاجِ غمِ ما توئی مسیحدمِ ما
ز مرگ باک نباشد کہ می‌خوریم دمِ تو

ز راهِ دور و بیابان چه باک و دوزخِ تابان
گزین دو بیم ندارم به پُشتی کرمِ تو

به صیدِ ما نکند کس هوا و رغبت ازین پس
که داغِ دست تو داریم و خانه در حرمِ تو

مگر تو چارهٔ کارم کنی و رحم که زارم
که مرهمی نشناسم موافقِ المِ تو

مکن شکسته و خوارش به دست کس مسپارش
که اوحدی است درین شهر سکّهٔ درمِ تو

(۳۰۵)

تا فاش گشت سرِّ دهانِ چو قندِ تو
رغبت نمی‌کند به شکر دردمندِ تو

محتاجِ قید نیست که زندانیانِ عشق
بیرون نمی‌روند به جور از کمندِ تو

کِشتند در کنارِ چمن سروها بسے
لیکن نمی‌رسند به قدِّ بلندِ تو

گر صد غبار بر دلِ من باشد از غمت
مشکل جدا شود ز عنانِ سمندِ تو

ور دیگرے ز تیغِ جفاے تو سر کشد
من سر نمی‌کشم که شدم پاے‌بندِ تو

کردم فداے تو دل و دین و توان و جان
تا خود کدام باشد ازینها پسندِ تو

از دردت اوحدی سخنے دارد اے نگار
بشنو حکایتے که کند دردمندِ تو

(۴۰۶)

حسن مصر است و رُخِ چون قمرت مهر درو
عشق زندان و حصارش که شدم پیر درو

خمِ ابروت کمانے است که دائم باشد
هم کمان‌مُهره و هم ناوک و هم تیر درو

حلقهٔ زلفِ تو دامے است گره‌گیر که هست
حلق و پاے دلِ من بسته بزنجیر درو

جنّت است آن رخِ خوب و ز دهان و لب تو
می رود جوے شراب و عسل و شیر درو

خود که جوید ز کمندِ سرِ زلفِ تو خلاص
که به اخلاص رود گردنِ نخچیر درو

بستم این کار پریشان که نمی‌بینم جز
جگرِ ریش و دلِ سوخته توفیر درو

گر من از عشقِ تو آشفته شوم نیست عجب
اوحدی شیفته شد با همه توقیر درو

(۴۰۷)

اے عید بنمودی به من دی صورتِ ابروے او
امروز قربان می‌شوم گر می‌نمائی روے او

عیدِ من آن رخسار بس تا در تنم باشد نفس
چندان که دارم دسترس باشم به جُست و جوے او

بر عیدگاه ار بگذرد چوگان به دست آن لاله رخ
جز تن نشاید خاکِ ره جز سر نزیبد گوے او

صد بار بر زانو نهم سر بے رخش هر ساعتے
نادیده خود را در جهان یک بار همزانوے او

از سایه سرگردان‌ترم بی آفتابِ عارضش
تا سایهٔ بینم ز من مشنو که آیم سوی او

در وصلِ او مشکل رسم تا زانِ او دانی مرا
چون از منِ من بگذرم آنجا بماند اوی او

فردا که از خاکِ لحد سر بر کنند این رفتگان
ما را ز خاک انگیختن نتوانند اِلّا بوی او

زان دوست دل برداشتن صورت نبندی اوحدی
اکنون که ما را صرف شد عمری به گفت و گوی او

چون بر توان گشت از رخش وانگاه خود را ساخته
بالین ز سنگِ آستان بستر ز خاکِ کوی او

(۳۰۸)

بنگر بر آن دو ابرو همچون کمانِ او
وان غمزهٔ چو تیر و رخِ مهربانِ او

انگشت می‌گزد به تحیّر کمانِ چرخ
ز انگشت رنگ داده و انگشتوان او

گر جانِ من طلب کند از من دریغ نیست
بشنو که این دروغ بگفتم به جانِ او

گو بوسهٔ به جان بفروش ار زیان کند
دل نیز می‌دهم که نخواهم زیانِ او

با دشمنانِ دوست کنم دوستی مدام
زیرا که غیرت آیدم از دوستانِ او

از کوی بپرس حالِ من ای بادِ صبحدم
باشد که نامِ من برود بر زبانِ او

آں کو بہ حسن فتنۂ آخر زماں بود
ناچار فتنہا بود اندر زمانِ او

آں موے او بہ پاے کشد گر فروکشی
لیکن بہ لاغری نرسد در میانِ او

گوئی طبیب خفتۂ ما را خبر نبود
کامشب نخفَت تا بہ سحر ناتوانِ او

روزے کہ جانِ اوحدی از تن جدا شود
از دوستی جدا نشود استخوانِ او

از ذوقِ شعرہاے روانش بسے کہ خلق
گویند کآفرینِ خدا بر روان او

(۳۰۹)

من از مادرے زادم کہ بازم پدر بود او
شدم خاک آں پایے کزیں پیش سر بود او

ز عالمی همی‌جستم نشانِ دلآرایش
چو عالم شدم بر وے ز عالم بدر بود او

ازاں راہبیں گشتم کہ ہر جا رخ آوردم
دلم را دلیل رہ مرا ہم راہبر بود او

ز خاطر نرفت آں نقش ار دل نشد خالی
کجا رفتے از خاطر کہ نقش حجر بود او

قمروار عالم در کمابیش بود ہم چندے
شد امسال شمس آں مہ کہ عمرے قمر بود او

ز بس قطرۂ باراں کہ فیضش فراہم زد
چو دریا شد ایں آبے کہ وقتے ثمر بود او

من آں نقد عرشی کِش دریں فرش بنہفتم
نہ از خاک شد تیرہ نہ از نم کہ زر بود او

نه عقلم بسے گفتے مکن یادِ او دیگر
که اندر طریقِ ما عجب بیخبر بود او

مجوے اوحدی تو ز من کاندراں ساعت
که من بار می‌بستم به جاے دگر بود او

(۳۱۰)

دل به تو دادیم و شکستی برو   سینهٔ ما را چو بخستی برو

دادِ دل از پیشِ تو می‌خواستم   چوں بُتِ بیدادپرستی برو

باز سرِ عربده داری و جنگ   هیچ نگوییم که تو مستی برو

نیستی از همچو منے در جهاں   سهل بود چوں که تو هستی برو

امیدبودم که نشینی دمے   چوں ز تکبّر ننشستی برو

گم شده بودم که بجوئی مرا   چوں که نجُستی و بخستی برو

اوحدی شیفته در دامِ تست
گر تو ازیں دام نجَستی برو

(۳۱۱)

گر دهد یارت اماں ایمن مشو   ور ببخشاید به جاں ایمن مشو

آں زماں کت گوید اے من جمله تو   جمله مکر است آں زماں ایمن مشو

روے او را گر ببینی آشکار   باز خواهد شد نهاں ایمن مشو

گر کنارت گوید از زر پُر کنم   تا نبندی در میاں ایمن مشو

وقت بیگاه است هیں گامی شوی   دزد همراه است هاں ایمن مشو

گر شوی ایمن ز خوفِ دزدِ نهز   از خلاف کارواں ایمن مشو

ور نماز و روزه گمراهت کند — از غرورِ این و آن ایمن مشو

چون نهد دیوانه یا دانات دام — عاقلی خود را بِدان ایمن مشو

از کرامات ار بپَری در هوا — از هوا و از هوان ایمن مشو

ای که اندر بی‌نشانی می‌روی — از حریفِ بی‌نشان ایمن مشو

اوحدی چون سرّش آمد بر زبان
سر نگهدار از زبان ایمن مشو

(۳۱۲)

دلا زین بدایت چه دیدی بگو — ز پایان و غایت چه دیدی بگو

ازین چار لشکر چه داری بیار — و زان هفت رایت چه دیدی بگو

ازین عدل‌نامانِ عادل‌طلب — برون از جنایت چه دیدی بگو

به وقتِ حمیّت درین رزمگاه — ز اهلِ حمایت چه دیدی بگو

از آن کس که می‌داردت در عنا — نشانِ عنایت چه دیدی بگو

درین کشور از والیانِ بزرگ — طریقِ ولایت چه دیدی بگو

نهایت ندارد بیابانِ عشق — تو زین بی‌نهایت چه دیدی بگو

ازین جاه‌جویانِ دعوی‌پرست — بغیر از حکایت چه دیدی بگو

روایت‌گر است این ازان آن ازین — غرض زین روایت چه دیدی بگو

اگر سرِّ قرآن بدانسته‌ای — دران عُشر و آیت چه دیدی بگو

چو نورِ هدیٰ یافتی اوحدی
ز چندان هدایت چه دیدی بگو

(۴۱۳)

گرچه زانِ ما گشتی سرِّ ما چه دانی تو
ورچه مات می‌خوانیم این دعا چه دانی تو

چون ز خود نشد خالی هیچ نفسِ خودبینت
از خدا سفر کردن در خدا چه دانی تو

اے که مردِ معنی را زیرِ خرقه می‌جوئی
آں کلاه‌داراں را در قبا چه دانی تو

شب چو خفته می‌باشی تا به روز در مملکت
گر هدر شود خونے یا هبا چه دانی تو

هاے و هو که در حالت می‌زنی و او ناپید
چوں ندیدهٔ او را هوے و ها چه دانی تو

هفت عضوِ سرکش را زیر پاے ناکرده
آسمانِ هفتم را زیر پا چه دانی تو

جُز رضاے خود چیزے خود نپختهٔ هرگز
از سَقَط کجا پرسی یا رضا چه دانی تو

گفتی آشنا گشتم با خداے در معنی
اے ز عقل بیگانه آشنا چه دانی تو

اوحدی‌صفت آے و هرچه گفتی آں بشنو
لیکن اندریں گنبد آں صدا چه دانی تو

(۴۱۴)

دریں لشکر که می‌بینم سوارے نیست غیر از تو
کسے دیگر دریں عالم به کارے نیست غیر از تو

هر آں کس را که می‌بینی حسابے بر گرفت از خود
ولے زانها کسے خود در شمارے نیست غیر از تو

درونِ پردهٔ لیکن چو از ما پرده بر گیری
غمِ عشقِ تو ما را پردهدارے نیست غیر از تو

اگر غیرے نظربازی کند با صورتے دیگر
مرا منظور در آفاق یارے نیست غیر از تو

به روزِ خستگی خواهند مردم یاری از یاران
منِ دلخسته را امروز یارے نیست غیر از تو

چو غم دادی به غم خوردن نباید کرد تقصیرے
که در غم عاشقاں را غمگسارے نیست غیر از تو

سگِ تست اوحدی جانا نگاهے کن به حالِ او
کزیں نخچیرگاه او را شکارے نیست غیر از تو

(۴۱۵)

دل سرائے خاص شد از مجلسِ عامش مگو
جاں چو در جاناں رسید از پیک و پیغامش مگو

مُرغِ جانِ ما که از بارِ بدن بودش قفص
بازِ دستِ شاه گشت از دانه و دامش مگو

ما ازاں یوسف به بوئے قانعیم اے بادِ صبح
بوئے پیراهن چو آوردی ز اندامش مگو

اے که میگوئی خیال او تواں دیدن به خواب
مرد چوں شوریده گشت از خواب و آرامش مگو

آں که روئے دوست دید او را به فکرِ دیں چه کار
واں که مستِ عشق گشت از باده و جامش مگو

چند گوئی پخته باید که گردد گردِ او
سینهٔ ما سوختست از پخته و خامش مگو

دوش می‌گفتی ندانستم که خونِ من که ریخت
آن که می‌دانی همان است اوحدی نامش مگو

(۳۱۶)

ای نورِ چشمِ من ز رخِ لاله‌رنگِ تو
سوگندِ سختِ من به دلِ همچو سنگِ تو

در دهر سوگوار نباشد به حالِ من
در شهر غمگسار نباشد به ینگِ تو

پیشِ رُخت بریزند از شرم رنگها
صورتگرانِ چین چو ببینند رنگِ تو

بر زان دلِ چو سنگ و تن همچو سیمِ خام
آن کس خورد که سیم بریزد به سنگ تو

مپسند کشتنِ منِ مسکین که بعد ازین
مانندِ من‌شکار کم افتد به چنگ تو

اکنون سپر چه سود که بر دل گذار کرد
پیکانِ تیرِ غمزهٔ همچون خدنگِ تو

میدان فراخ یافتهٔ اوحدی ولی
در وصلِ او عجب که رسد دستِ تنگِ تو

(۳۱۷)

ای تُرک دلِ ما را خوش دار به جانِ تو
مگذار تنِ ما را لاغر چو میانِ تو

چون سرو روان داری قدّی به خرامیدن
وان روی چو گل خندان بر سروِ روانِ تو

ابرو چو کماں سازی تا تیرِ غم اندازی
گر زخم خورم بارے از تیرِ کمانِ تو

هر چند فراخ آمد صحرائے جهاں بر من
هر لحظه به تنگ آیم زاں تنگ دهانِ تو

دل خواستهٔ از من نتواں بتو دادن دل
زیرا که چو بگریزی کس نیست ضمانِ تو

مانندِ رکابت سر بر پائے تو می‌مالم
باشد که به دست آرم یکروز عنانِ تو

لاف از سخن شیریں دیگر نزنم پیشت
کایں لفظ نمی‌زیبد اِلّا به زبانِ تو

آشفته شوم هر دم بر صورتِ زیبایے
باشد که نشاں یابم روزے ز نشانِ تو

اکنوں که به شیدائی چوں اوحدی بیدل
در دامِ تو افتادم جانِ من و جانِ تو

(۴۱۸)

گر صبرِ دل بودے مرا کارم چو زر می‌شد ز تو
زاں بیصبرم از بهرِ کار من نوعے دگر می‌شد ز تو

زاں روے همچوں مُشتری گر پرده بر می‌داشتی
روے زمیں پُر زهره و شمس و قمر می‌شد ز تو

بس بیرنشاں افتادهٔ ورنه پس از چندیں طلب
روزے منِ سرگشته را آخر خبر می‌شد ز تو

تا یاد داری کز غمت شبها به تنهائی مرا
هر سینه پر خوں شد ز غم هر دیده تر می‌شد ز تو

زاں جامِ لعلت گہ گہے می‌ریز آبے در جگر
دلخستهٔ کش سالہا خون جگر می‌شد ز تو

گر روز می‌کردم شبے با رویت اندر خلوتے
شب روز می‌گشت از رخت شامم سحر می‌شد ز تو

ور بہ رقیباں ساعتے نزدیکِ ما می‌آمدی
ایوانِ ما پر شاهد و شمع و شکر می‌شد ز تو

لیلی اگر واقف شدے از ما چو مجنوں هر نَفَس
آشفته‌تر می‌شد ز من دیوانه‌تر می‌شد ز تو

گر چرخِ گرداں داشتے در دل ز مهرت ذرّهٔ
کارش چو کارِ اوحدی زیر و زبر می‌شد ز تو

(۳۱۹)

اے دل مکن بہ هر ستمے ایں تغیر ازو
چوں جانت اوست تن زن و دل بر مگیر ازو

آں دوست گر بہ تیر کند قصد کُشتنت
سر پیش دار و روے مگرداں بہ تیر ازو

از یار ناگزیر نشاید گریختن
زاں کس گریز جوے کہ باشد گزیر ازو

گر جاں طلب کند ز تو جاناں بدیں مَمَر
صنعت مکن فدا کن و منّت پذیر ازو

جانے کہ داغِ عشق ندارد کجا برند
گر بایدت کہ زندہ بمانی بمیر ازو

با مدّعی بگوے کہ اے بے‌بصر مکن
عیب نظر مکن کہ دلم شد بصیر ازو

یعقوب در جدائی یوسف به جان رسید
تا بعد ازین خبر - چه رساند بشیر ازو

در عشق نیکوان به جوانی کنند عیش
ما عیش چون کنیم که گشتیم پیر ازو

اے در خطر فگنده دلم را تو از خطا
وانکه ندیده هیچ خطاے خطیر ازو

روزے به دستِ باد سلامے به ما رسان
زان زلفِ عنبرین که خجل شد عبیر ازو

از سوزِ اوحدی حذرے کن که وقتها
سلطان زیان کند که بنالد فقیر ازو

(۳۲۰)

امشب از پیشِ منِ شیفته‌دل دُور مرو
نورِ چشمِ منی اے چشمِ مرا نور، مرو

دیگرے از نظرم گر برود باکے نیست
تو که معشوقی و محبوبی و منظور مرو

خانهٔ ما چو بهشت است به رخسارِ تو حور
زین بهشت ار بتوانی مرو اے حور مرو

امشب از نرگسِ مخمورِ تو من مست شدم
مست مگذار مرا امشب و مخمور مرو

عاشقِ روے تو ام خستهٔ هجرم چه کنی
نفسے از بر این عاشقِ مهجور مرو

دلِ رنجور مرا نیست بغیر از تو دوا
اے دواے دلِ ما از سرِ رنجور مرو

اوحدی چون ز وفا خاکِ سر کوے تو شد
سرکشي کم کن و از راهِ وفا دور مرو

(۳۲۱)

گر سوی من چنین نگرد چشمِ مستِ تو
سر در جهان نهم به غریبی ز دستِ تو

آمد بهار و خاطر هر کس کشد به باغ
میلی کی او کند که بود پای‌بستِ تو

قاضی ترا ندید و ملامت همی‌کند
بر محتسب ز بهرِ محبانِ مستِ تو

سر بگذرد ز چرخ بلندم به گردنی
گر دستِ من رسد به سرِ زلفِ پستِ تو

صد بار پیشِ دشمن اگر بشکنی مرا
سهل است پیشِ من چو نبینم شکستِ تو

دردا که هرچه هست مرا جمله نیست شد
کامی ندیده از دهنِ نیستِ هستِ تو

یک ساعت اوحدی به دو چشمت نگه نکرد
پنجاه تیر بر دلش آمد ز شستِ تو

(۳۲۲)

تو سروی، بر نشاید چیدن از تو | تو ماهی، مهر نتوان دیدن از تو
من آشفته‌دل را تا کی آخر | میانِ خاک و خون غلطیدن از تو
بگردان رخصتِ خونم به عالم | که رخصت نیست بر گردیدن از تو
گرم صد آستین بر رخ فشانی | نخواهم دامن اندر چیدن از تو
گناهم نیست اندر عشق و گر هست | گناه از بنده و بخشیدن از تو

اگر صد رنج باشد اوحدی را
شفا یابد به یک پرسیدن از تو

(۴۲۳)

اے دادہ روے خوب تو از حسن داد دیدہ
اے روزآفریں فراوانت آفریدہ

بر عارضت نشان عرق در بہار گوئی
از شبنم است قطرہ بہ گلبرگ بر چکیدہ

ترکانِ چشم شوخ ترا ساحرانِ غمزہ
در طاقِ ابروانِ تو سرمستِ خواب دیدہ

دندانِ عاشقاں بہ زنخدان سادۂ تو
اے کاج می‌رسید کہ سیبی است نورسیدہ

دانی کہ چند محنت و رنج و بلا کشیدم
زاں چشمِ شوخِ ساحرِ ترکانہ سر کشیدہ

از گلبنِ رخِ تو دل خیرہ گشتہ و من
صد نوکِ خار خوردہ و یک برگِ گل نچیدہ

حال دلے کہ گفتنِ آں ناگزیر باشد
من گفتہ بارہا و تو یکبار ناشنیدہ

بر بندگانِ خویش نگاہے بکن ز رحمت
اے اوحدیت بندہ و آں بندہ زرخریدہ

(۴۲۴)

اے شہرِ شگرفاں را غیر از تو امیرے نہ
بے یادِ تو در عالم ذہنے و ضمیرے نہ

شہرے بہ مرادِ دل گردیدہ مرید آں گہ
ایں جملہ مریداں را جز عشقِ تو پیرے نہ

من نامہ نوشتن را در بستہ میاں واں گہ
خود لائق ایں معنی در شہرے دبیرے نہ

خلقی به خیالِ تو مشتاقِ جمالِ تو
در صورتِ حالِ تو دانندهٔ خبیری نه

جز روی تو در عالم من خوب نمی‌بینم
ای از همه خوبانت مثلی و نظیری نه

تا غمزهٔ شوخت را دیدم ز دلم داغم
خون می‌چکد و در وی پیکانی و تیری نه

گشت اوحدی از مهرت خوشنود به درویشی
وانگاه بغیر از تو درویش‌پذیری نه

(۳۲۵)

هر هرچه دیده‌ام تو پدیدار بوده
ای کم نموده رخ که چه بسیار بوده

ما بار کرده رخت و طلبگارِ روی تو
وان گه نهفته رخ تو درین بار بوده

چون اوّل از تو خواست که عشّق را نخواست
آخر چه شد که از همه بیزار بوده

گفتی برو برفتم و گفتی بیا دگر
چونم فروختی که خریدار بوده

آنی که یک زمان ز تو ما را گزیر نیست
هر جا که بوده‌ایم تو ناچار بوده

گر بوده به خانهٔ خمّارِ ماں شبی
مانند حلقه بر درِ خمّار بوده

ور خلوتی به خانه گزیدیم حالِ ما
دانسته که بر در و دیوار بوده

گه در میانه نقطه‌صفت گشته مقیم
گاه از کناره دائره‌کردار بوده

هوش آنچه دزد برد ز ما در ضمان ماست
با عهدهٔ هر تو بود که بیدار بودهٔ

ما را مکن به رفتنِ بازار سرزنش
با ما تو نیز بر سرِ بازار بودهٔ

نوشِ دل است اگر شکر ار زهر دادهٔ
نوشِ روان اگر گل اگر خار بودهٔ

روزے اگر به وصل شوی یارِ اوحدی
منّت منه که با دگران یار بودهٔ

(۴۲۶)

اے روشن از رخِ تو زمین و زمان همه
تاریک بے تو چشمِ همین و همان همه

ار خود ترا به چشمِ یقین دیده عاشقان
و افتاده از یقینِ خود اندر گمان همه

از مشتری به نقد چو دلّالِ حسنِ تو
زر بُرده و متاعِ تو اندر دکان همه

در عالم از رخِ تو نشانے شده پدید
و افتاده عالمے ز پے آن نشان همه

چشمِ تو عرضه کرده ز هر سو هزار ترک
با ما نهاده تیر تو اندر کمان همه

دیدم که با تو ناله و فریاد سود نیست
دادم به یادِ عشق تو سود و زیان همه

چون غنچه دل هوائے تو یکبارگی دلم
خون خورده و ببست به عشقت زبان همه

کرد آشکار صورتِ خوبت هزار حسن
وان حسنها ز دیدهٔ صورت نهان همه

چشمِ ترا به کشتنِ ما تیغ بر کمر
ما را به جُستنِ تو کمر بر میان همه

گر کار کرد قهرِ تو دادیم سر ز دست
ور یار گشت لطفِ تو بردیم جان همه

از بس که پُر شدم ز صفاتِ کمالِ تو
نزدیک شد که پُر شود از من جهان همه

در عرضِ دیدنِ تو دلِ تنگ اوحدی
خطّے به خون نوشته و ما در ضمان همه

(۳۲۷)

عارف چو بحر باید لب خشک و رخ کشاده
بر جاے خود چو بحرے جوشان و ایستاده

از خاک در گذشته افلاک در نَوَشته
یکباره روح گشته تن را طلاق داده

چون عاشقانِ جانی در حالِ زندگانی
هفتاد بار مرده هشتاد بار زاده

آهنگ کار کرده تن را حصار کرده
ویں نفس خوار کرده چون خاک اوفتاده

آفاق را فسرده نفسِ مگس شمرده
رخت از ازل ببرده رخ در ابد نهاده

هر کثرتے که دیده در سلکِ خود کشیده
از جملگان بریده در وحدت ایستاده

چون لوحِ ساده کرده دل را ز جمله نقشی
پس نامِ او نوشته بر روے لوحِ ساده

خود را شمرده با او چون صفر در عددها
او را بدیده در خود چون مے به جامِ باده

دایماً به سان پسته خندان و دل‌شکسته
ز اسپِ وجود جسته چون اوحدی پیاده

(۳۲۸)

بر درِ میخانه این غلغله و طنطنه
چیست بیاور چراغ پیش ز آتش‌زنه

گر ز حریفانِ ماست با دلِ یکرنگ راست
همچو منش مست کن زود به رطل و منه

ور ز بزرگانِ دهر باشد و گرگانِ شهر
خاک نیرزد بهل با همه کوچ و بنه

از الف و از نقط در شکن این یکورق
صدر نداند گرفت جز الف یکتنه

کش‌مکش این کردهٔ راه به جاے نبرد
تا بدر افتاد شان در مکن و کُن‌کُنه

یسر نداردند و یمن با خود ازان ساختند
بهرِ خلاف و جدل میسره و میمنه

ے که به حیلت‌گری دم دهی و دانه نه
رَو سخن از حال گو چند ز حول و سنه

گر دلت آلوده شد بر در میخانه آے
کز مے پالوده نیست مے کنه در مے کده

زاں کہ روایت‌گری گر نروی راہ او
بس کہ ببینی عنا از پے این عنعنہ

خواجہ بہ خواب اندر است یا بہ شراب اندر است
ورنہ مؤذّن بخفت دوش بر آں مئذنہ

آینۂ حق توئی از در معنی ولے
از نم ناموس و نام تیرہ شدہ است آینہ

بس کہ بہ دود ہوس خانہ سیہ کردۂ
ہیچ ندانست تافت نور دراں روزنہ

ہست تفاوت بہ قدر گرچہ بہ قدرت کند
شیشہ گن آفتاب شاش شن بوزنہ

با ہمہ دستاں بسے بر سر ما بگذرد
از روش چرخ زال بہمن و بہمن‌جنہ

از نفس اوحدی گوہر ایماں طلب
چوں گہر احمدی از صدف آینہ

(۴۲۹)

روے زیبا نتواں داشت نہاں پیوستہ
خاصہ رویت کہ بہ روح است و رواں پیوستہ

زلف از دست بریدیم و بہ دل خوں بچکید
گوئی آں زلف رگے بود بہ جاں پیوستہ

آبم از دیدہ رواں است و خیال قد تو
ہمچو سروے است در آں آب رواں پیوستہ

ابروے ہمچو کماں و ہمہ مژگاں چوں تیر
وز پے عربدہ تیرت بہ کماں پیوستہ

یار دیگر بہ گزند دل ما می‌کوشی
اے بہ رغم دل ما در دگراں پیوستہ

در شگرفان هرکالے است کہ آنش خوانند
در تو آں هست و دو صد فتنہ بہ آں پیوستہ

اوحدی نام بر آورد بہ نیکوسخنی
تا کہ نام تو شد او را بہ زباں پیوستہ

(۴۳۰)

روزے ببینی زلف او در دست من پنهاں شدہ
لطفش تنم را دادہ دل لعلش دلم را جاں شدہ

اقبال در کار آمدہ دولت خریدار آمدہ
با ما بہ بازار آمدہ آں دلبر پنهاں شدہ

آں ماہ در مهد آمدہ کام مرا شهد آمدہ
من باز در عهد آمدہ او از سر پیماں شدہ

ما در بساط ششدری با طوق و با انگشتری
گردید ما را مشتری آں زهرۂ کیواں شدہ

افگندہ خلقے مرد و زن اندر زبانها چوں سخن
نام گدایے همچو من همسایۂ سلطاں شدہ

یار ارچہ تیمار آورد یا رنج بسیار آورد
روزیش در کار آورد عزم عزیمت‌خواں شدہ

گر عاشقی رنجے ببر بار گراں‌سنجے ببر
اے اوحدی گنجے ببر زیں خانۂ ویراں شدہ

(۴۳۱)

اے در غم عشقت مرا اندیشۂ بیہودہ شد
کردم زیاں در عشق تو صد گنج و یک جو سود نہ

گفتی بہ دیر و زود من دلشاد گردانم ترا
در مهر کوش اے با تو من در بند دیر و زود نہ

از ما تو دی دل خواستی دل چیست کاندر عشق تو
جان می‌دهیم و همچنان از ما دلت خوشنود نه

تا روی خویش از چشم من پوشیده ای مهربان
از چشم من بی روی تو جز خون دل پالود نه

از من ندیدی جز وفا با من نکردی جز جفا
شرم این اجازت داد لا عقل این سخن بشنود نه

از آتش سوزان دل دودم به سر بر می‌شود
این ذوق حلوای لبت بی آتش و بی دود نه

تا لاف عشقت می‌زنند آشفته حالان جهان
چون اوحدی در عشق تو آشفته حالی بود نه

(۳۳۲)

آن سرو بالا را ببین ابرو کمانها ساخته
از تیر چشم مست خود آهنگ جانها ساخته

جان در بلای زلف او تن مبتلای زلف او
در حلقه‌های زلف او دل خان و مانها ساخته

آشفته چون آن کاکلش بر عارض همچون گلش
در چین مشکین سنبلش حسن ارغوانها ساخته

زلفش به عنبر بیختن استاد در خون ریختن
چشمش به سحر انگیختن بند زبانها ساخته

سر پرخروش لعل او جان باده نوش لعل او
شکرفروش لعل او در دل دکانها ساخته

دردش بلای ناگهان مهرش میان دل نهان
وانگه بیرون از جهان حسنش جهانها ساخته

او در نبرد اوحدی فارغ ز درد اوحدی
بر روی زرد اوحدی از خون نشانها ساخته

(۴۳۳)

ای ماه ' مشتری ز جمالت قرینهٔ — وز گیسو تو هر شکنی عنبرینهٔ

گر می‌زنی به تیغ نداریم سر دریغ — سر چون توان کشید ز مهری به کینهٔ

مرغ دلم به دام غمت تن فرو دهد — گر باشدش ز دانهٔ خال تو چینهٔ

هر لحظه آن دو ساعد سیمین نهان کند — در جان من ز دست محبت دفینهٔ

دل در خمار هجر تو می‌میرد ای نگار — بفرست ازان شراب لطف قنینهٔ

ساکن نمی‌شود غم عشقت ز جان ما — یا رب فرو فرست به دلها سکینهٔ

قاصد نبرد نامه که از آب چشم خلق — پیش تو آمدن نتوان بی سفینهٔ

پیغام ما چگونه رسد نزد آن حرم — چندان رسولش آمده از هر مدینهٔ

چشمت ز فتنه بین که به پیش من آورد — در معرضی که زلف تو باشد به سینهٔ

اشکم چو سیم دیدی و زر خواستی ز من — پنداشتی که باشد ازانم خزینهٔ

گر در بهای بوسه لبت زر طلب کند — مشکل کشد کمان تو چون من کمینهٔ

روزی نشد که غمزهٔ مست تو سنگدل — بر راه اوحدی نشکست آبگینهٔ

صافی کجا شود دل او زین عتابها
تا با تو سینهٔ نرساند به سینهٔ

(۴۳۴)

دل جفت درد و غم شد زان دیلمی کلاله
گل را قبول کم شد زان روی همچو لاله

بس غصه داد و رنجم زان منزل سپنجم
ماه چهارده شب حور دو هفت ساله

زان زلف همچو زندان تابنده در دندان
همچون ز شب ثریا یا خود ز میغ ژاله

مطرب که می سرایم در شوقش این غزلها
چشم غزال دارد رخسارهٔ غزاله

گر حجت غلامی خواهد ز من لب او
جز روے او نباید شاهد دران قباله

از نامهٔ فراقش عاجز شدم چو دیدم
زیرا نکردهبودم سختی دران رساله

با مہر چرخ دی گفت آں بت ترا است مانا
گفتا منش رقیبم واں بت مرا سلاله

اے مدعی کزاں لب خواهی علاج کردن
هر درد را که داری میکن بمن حواله

خواهی که زانچه هستم دیوانهتر نگردم
بر یاد آں پریرخ پر کن یکے پیاله

آں رنگ‌داده ناخن تا بر رگ دل آمد
چوں چنگ نیست یکدم خالی ز آه و ناله

چوں بوسه‌خواهم از وے گیرد لبش به دندان
تا اوحدی نبیند به استخوان نواله

(۳۳۵)

کیست دگر باره این بر لب بام آمده
روے چو صبحش دراں زلف چو شام آمده

بر همه ارباب عشق حاکم و عالم شده
در همه اسباب حسن چست و تمام آمده

یاور ما نیست چرخ همدم ما نیست بخت
ورنه چرا بگذرد صید به دام آمده

گوئی از آشوب او هیچ ندانیم دید
ما به سلامت شده او به سلام آمده

سیلهٔ ز خونریز او سخت حذر می‌کند
زان که جوان است و مست در پی دام آمده

گرچه ز هجران او درد سری کم نبود
کام دل خود ندید جان به کام آمده

مهرهٔ ششدر شد است آه که در دست خود
نقش موافق ندید نرد مدام آمده

با همه تندی و جوش در عجبم من که چون
سخت‌لگامی نکرد توسن رام آمده

بید که بالا گرفت منصب او در چمن
گو که تماشا کند سرو که بام آمده

با همه تلخی که کرد با صفت و شان او
از نفس اوحدی شهد کلام آمده

(۴۳۶)

ازین نرگس و گل غرورم مده — و زین عود و شکّر بخورم مده
چو بیمار عشقم علاجم مکن — چو غمخوار مهرم سرورم مده
بس این انتظارم به فردا و دی — دگر وعدهٔ دیر و زودم مده
ز لطف تو گر در جهنّم یمی است — به نارم در انداز و نورم مده
اگر لانگقم پردهٔ بر فگن — تمنّا و تشویش حورم مده
ز غیب تو حاصل به جز رنج نیست — جدائی ز گنج حضورم مده
مرا چون تو زنّار خود بستهٔ — قدح بی نوای زبورم مده
شراب طهور من از دست تست — جز این یک شراب طهورم مده
ازین آرزو تا که من زنده‌ام — دل سخت و نفس صبورم مده
چو گستاخ شد در حدیث اوحدی — ز تقریر او ره به طورم مده

(۴۳۷)

در کعبه گر ز دوست نبودے نشانهٔ
حاجی چه التفات نمودے به خانهٔ

مرغان آں هوا به زمیں چوں کنند میل
تا در میان دام نبینند دانهٔ

بویے ز وصل اگر به مشامش نمی‌رسید
رغبت به هیچ زلف نمی‌کرد شانهٔ

ایں کوشش و کشش همه بیکار چوں بود
عاقل چگونه دل بنهد بر فسانهٔ

تا عشق آتشے نزند در درون دل
از راه سینه کے بجز افتد زبانهٔ

محتاج پیک و نامه نباشد مرید ما
کاںجا کفایت است سر تازیانهٔ

خیز اے رفیق خفته که صوت نشیدخوان
آتش فکند در شتراں از ترانهٔ

ثابت نباشد آں قدم اندر طریق عشق
کاو می‌کند ز خار مغیلاں کرانهٔ

گر راست است هرچه طلب می‌کنم توئی
ویں راه دور نیست بغیر از بهانهٔ

با اوحدی یکے شو و مشنو که در وجود
هرگز دراں یگانه رسد جز یگانهٔ

ما را اگر مجال نباشد به پیشگاه
ایں فخر بس که بوسه دهیم آستانهٔ

(۳۳۸)

مایيم و خراباتی پر بادهٔ جوشیده
جز رند خراباتی آن باده ننوشیده

رندان سرافرازش دستار گرو کرده
خوبان طرب‌سازش رخسار نپوشیده

رندان وی از چستی بر چرخ سبق برده
خوبان وی از مستی در عربده کوشیده

بی فتنهٔ مقیمانش فعلی نپسندیده
بی بادهٔ حریفانش قولی ننیوشیده

زان باده چو تر گردی از صومعه بر گردی
وان گاه به سر گردی ای زاهد خوشیده

هر دل که توانسته این حال طلب کرده
چون حال ندانسته دیگر نخروشیده

تا اوحدی افتاده اندر پی این باده
پستان سعادت را بگرفته و دوشیده

(۳۳۹)

کام دل تنگ از آن تنگ دهانم بده
بوسهٔ ار آشکار نیست نهانم بده

خانه خدا می‌کنی طاقت آنم ببخش
بوسه بها می‌کنی مکنت آنم بده

چون تو نداند کسی چارهٔ بهبود من
من بجز از خواستن هیچ ندانم بده

دل به تمنای تو بر در امید زد
یا چو سگم جای ساز یا به سگانم بده

دانش و دین مرا می‌کنی ارزان بها
این همه ارزان ترا وصل گرانم بده

باغ ترا باغبان بودم و آفت رسید
دخل زیان کرده‌ام خرج زیانم بده

در پی جان منی این همه تعجیل چیست
بندهٔ بد نیستم خواجه امانم بده

چون ز در قرب تو گشت شبانی عزیز
یوسف گرگم مساز قرب شبانم بده

از سر گردن کشی دوش زدم بر فلک
دوش چه می‌دادهٔ باز همانم بده

من دل و جانی که بود هر دو چو دادم به تو
ای دو جهان زان تو هر دو جهانم بده

گرچه برفتم بسی از تو نشان کس نداد
من به تو ره چون برم هر تو نشانم بده

اوحدی ار شد زبون وقت ثنای تو من
مرد زبون نیستم مزد زبانم بده

(۴۴۰)

خیز و کار رفتنت را ساز ده ‍ همرهان خویش را آواز ده

مرغ گل را در زمین پوشیده دار ‍ مرغ دل را در فلک پرواز ده

گر گمان داری ز معنی‌دان بپرس ‍ ور کمان داری به تیرانداز ده

چون شوی واقف ز راز آن طرف ‍ مژدهٔ در گوش اهل راز ده

ور نخواهی نیز کردن یاد ما ‍ هم به یاد آن بت طنّاز ده

عشق را آغاز و انجامی نبود ‍ ساقیا این جام از آغاز ده

کس نپردازد سخن چون اوحدی
گوش با قول سخن‌پرداز ده

(۴۴۱)

خیانت‌گر خیانت کرد و ما دل در خدا بسته
سر و پای خصومت را به زنجیر وفا بسته

نگار این سر خیره به دست مهر وا داده
طناب این دل وحشی به میخ شکر را بسته

تو ای همراه ازین منزل مکن تعجیل در رفتن
که این جا در کمند او اسیرانند پابسته

به جای خویش می‌بینم درونت گر ببخشاید
چو در شهر کسان بینی غریبی مبتلا بسته

خبر کن دیدهٔ ما را و بستان مژدهٔ نیکو
که در هر گوشهٔ بینی دل و اشکفتها بسته

ترا ای زاهد ار حالی است می‌ترسی و لیکن ما
علم بر بوته آوردیم و خنجر بر هوا بسته

اگر در شرم دیدار رخ نیکو خطا باشد
به دور روی او چشمی نبینی از خطا بسته

عنان از دست رفت اکنون چرا پندم نمی‌دادی
دران روزی که می‌دیدی تو آن بند بلا بسته

نمی‌خواهم که بنمایم به جایی حال خود ورنه
ببخشائی تو گر بینی علم را چند جا بسته

به تدبیر دل مسکین ازان چندین نمی‌کوشم
که می‌دانم نخواهم شد چنین اشکستها بسته

زبان اوحدی سازی است در بزم هوس‌بازان
برو ابریشم زاری ز بهر آن نوا بسته

(۳۳۲)

ای گل سوری است در کلاله نهفته
یا به عبهر است برگ لاله نهفته

در دهن کوچک چون پستهٔ او بین
رشتهٔ دندان همچو ژاله نهفته

از گل و شکر نواله ایست لب او
داعیهٔ بوسه در نواله نهفته

سینهٔ من هر نفس که زد ز فراقش
در دم او شد هزار ناله نهفته

خطّ خوشش را حوالت است به خونم
کی شود آن خطّ و آن حواله نهفته

در جگر اوحدی نگر که ببینی
از غم او درد چند ساله نهفته

هر به دم او را غزل به سوز برآید
از نظرش تا شد آن غزاله نهفته

(۳۳۳)

ای بر فلک از رخ علم نور کشیده
زلف تو قلم در شب دیجور کشیده

خطّ تو برآن روی چو خورشید هلالی است
از غالیه بر صفحهٔ کافور کشیده

گفتار تو زنبور زبان از شکرینی
خط بر ورق زادهٔ زنبور کشیده

ما از ره دور آمده نزدیک تو وانگاه
خود را تو ز ما بی‌سببی دور کشیده

از بس که به کشتن به جفا زنده‌دلان را
گرد تو ز ماتم‌زدگان سور کشیده

غارت ز دل و دیده و بارت ز سر و چشم
هم سرو سهی برده و هم حور کشیده

از عشق تو چون اوحدی امروز جهانی
داغ ستمت بر دل رنجور کشیده

(۴۴۴)

سر در کف پایت نهم ای یار یگانه
روزی که در آئی ز درم مست شبانه

در صورت خوبان همه نوری است الهی
از شمع رخت می‌زند آن نور زبانه

با چشم تو یکرنگ چو گشتیم به مستی
جز چشم تو ما را که برد مست به خانه

هر چند که جان را بر لعل تو بها نیست
شرط است که امروز بجوییم بهانه

آنی تو که جز با تو دریس ملک ندیدم
خوی ملکی با کس و روی ملکانه

جز یاد جمالت همه حرف است و خرافات
جز قصّهٔ عشقت همه باد است و فسانه

با غمزه و رویت سخن خال بگفتیم
زنهار که ما غرّه نگشتیم به دانه

آنجا نبود روزه و تسبیح که در وی
آواز مغنّی بود و جام مغانه

با اوحدی امروز یکی باش که مردم
از دور نگویند فلان بود و فلان نه

(۴۴۵)

یا به نزد خویشتن راهم بده یا مجال ناله و آهم بده
از دهانت چون نمی‌یابم نشان بوسهٔ زان روی چون ماهم بده
تشنهٔ چاه زنخدان تو شد جان من آبی ازان چاهم بده
غربت من در جهان از بهر تست قربت خاصان درگاهم بده
دوش می‌گفتی ز من چیزی بخواه بوسهٔ زان لعل می‌خواهم بده

(۳۴۰)

هرچه از من خواستی یکسر ترا است از تو من چیز آنچه می‌خواهم بده

یا خیال خود به خواب من فرست یا دل بیدار و آگاهم بده

گنج وصلت هم درین ویرانه‌هاست آن چنان گنجی ز ناگاهم بده

بر بساط آرزو چون اوحدی
شاه می‌خواهم ز رخ شاهم بده

(۳۳۶)

ثواب است پرسیدن خستهٔ که دور افتد از وصل پیوستهٔ

سواران چابک سزد گر دمی بسازند با پای آهستهٔ

نمی‌دادم از زور میدان دوست جلادت نمودن بر اشکستهٔ

به پایش فرو رفته خار جفا ز دستش در افتاده گلدستهٔ

چه داند که بر من چها می‌رود ز دام محبّت برون‌جستهٔ

کجا قصّهٔ دل تواند نهفت چو من رخ به خون جگر شستهٔ

بگو ای صبا قصّهٔ اوحدی
چو پرسندت از حال پابستهٔ

(۳۳۷)

ببخشا ای من مسکین به دل در دامت افتاده
دلم را قرعهٔ عشق و هوس بر نامت افتاده

ز هر سو فتنهٔ برخاست در ایّام حسن و من
کجا ایمن توانم بود در ایّامت افتاده

نمی‌افتد ترا در سر کزین جانب نهی گامی
مگر بینی سر ما را به زیر گامت افتاده

برآید شاخ مرجانی بر او صد جا ازان قطره
که باشد وقت میخوردن ز لعل و جامت افتاده

ترا چشمی چو بادام است و روز و شب من مسکین
چو شکّر در گذار عشق ازان بادامت افتاده

مرا آرام دل بردند چشمان تو کی بینم
گذاری بر من مهجور بی‌آرامت افتاده

ترا عاشق فراوان است و بیدل در جهان لیکن
سبویی باید از دیوار و طشت از بامت افتاده

قبا در بند تست امّا ندارد جز کمر چیزی
هزاران پیرهن شبک است بر اندامت افتاده

ترا از مستی عشق من آگاهی بود وقتی
که باشد دردی دردی چنین در کامت افتاده

به من گفتی که هر روزت ببخشم زین دهن بوسی
کنون می‌بینمت زان وعده خیلی وامت افتاده

به دشنام اوحدی را یاد کردی کی روا باشد
دعایی گفته آن مسکین و در دشنامت افتاده

(۴۲۸)

ساقیا خیز و یک دو جام بده　　می گلرنگ لاله فام بده

دهن همچو قند را بگشای　　بیدلان را به بوسه کام بده

دلم از شربت حلال گرفت　　ساغر بادهٔ حرام بده

به سلامت چو می‌روی ای باد　　آن پری را ز من سلام بده

گو که از نام ما نداری ننگ　　ساعتی ترک ننگ و نام بده

همه داری تو هر چه می‌باید　　من چه گویم ترا کدام بده

سخن لعل آبدار بگوی　　خبر قدّ خوش‌خرام بده

تا که دیگ خیال پخته شود
اوحدی را شراب خام بده

(۳۴۹)

ای جان من ز مهر تو در تن بسوخته
صد دل ز مهر روی تو بر من بسوخته

مسکین دل تو در همه عمر از طریق مهر
بر حال من نسوخته و آهن بسوخته

ای چهرهٔ چو شمع تو در خلوت تنم
دل را چراغ برده و روغن بسوخته

بر درد و داغ و محنت و اندوه و رنج من
هم مرد خسته گشته و هم زن بسوخته

هر دم ز غصّه چیست نگوئی مراد تو
زین ناتوان عاشق خرمن‌بسوخته

در مسکنی که این دل مسکین کشیده دم
خرمن به باد رفته و مسکن بسوخته

چون اوحدی مرا ز غمت آتش جگر
در آستین گرفتم و دامن بسوخته

(۳۵۰)

من که باشم در زبان افتادهٔ از هوا اندر هوان افتادهٔ
بیخودی رخ در بیابان کردهٔ گمرهی از کاروان افتادهٔ
ناکسی از بخت دوری جستهٔ مفلسی از خان و مان افتادهٔ
از بهشت اندر جهنّم رفتهٔ بر زمین از آسمان افتادهٔ
گاه گویای فضیحت گشتهٔ گاه خاموشی زبان افتادهٔ
بر سر کوی ،بیکساران عشق از گرانی رایگان افتادهٔ
گوهر خود را ز خس نشناخته وز خسی در خاکدان افتادهٔ

دل ز غفلت بسته در جای چنین — وانگه از جای چنان افتاده
روز سربازی عنان بپیچیده — وقت مردی دنبال افتاده
همنشینان بر کنار بحر و من — از کنار اندر میان افتاده

اوحدی وار از میان این و آن
در زبان این و آن افتاده

(۳۰۱)

عاشقان دردکش را دردی میخانه ده
از قدح کاری نیاید بعد ازین پیمانه ده

جان ما بر باد خواهد رفت ساقی یک زمان
باده گر می‌دهی بر یاد آن جانانه ده

هر حریفی را به قدر حال او تیمار کن
طوطیان را شکر آور ماکیان را دانه ده

چون شود خوابت گران دست سبکروحی بگیر
وان دگرها را سبکتر سر به سوی خانه ده

آن سر زلف چو زنجیر ارچه کاری مشکل است
یک زمان در دست این آشفته دیوانه ده

ای که منکر می‌شوی سوز دل ریش مرا
پرتو آن شمع بین و ترک این پروانه ده

گنج این ویرانه بی گنجی نباشد اوحدی
مست گشتی خیز و آوازی درین ویرانه ده

(۳۰۲)

دلی می‌باید اندر عشق جان را وقف غم کرده
میان عالمی خود را به رسوائی علم کرده

جفای دلبری هر روز کارش برهم افگنده
بلای گلرخی هر لحظه خارش در قدم کرده

گرفته شادیے در جاں ز معشوق غم آوردہ
نہادہ منّتے بر دل ز دلدار ستم کردہ

نہادہ رخت سوز او علمہا بر تلف بستہ
رجوہ دلنواز او اِنگرہا بر عدم کردہ

طلاقِ نیک و بد دادہ دعاے جان و تن گفتہ
لقاے سیم و زر دیدہ بہ ترک خال و عم کردہ

میان بیشۂ ہستی بہ تیغ نامرادیہا
درخت ہر مرادے را کہ میدانی قلم کردہ

بہ سانِ اوحدی ہردم میانِ خاک و خون غم
فغان و نالۂ خود را عدیلِ زیر و بم کردہ

(۳۵۳)

نواے عشق را بلبل‌دلے باید نوا دیدہ
ز سوز و آہ خود بسیار سرد و گرمہا دیدہ

طریقِ جاں‌گدازی را ز راہ شوق وا جستہ
رموزِ عشق‌بازی را ز لوحِ مہر وا دیدہ

دل خود را بہ چین زلف خوبان چگل بستہ
سر خود را بہ زیر پاے ترکان سرا دیدہ

ز خوباں دیدہ داغ ہجر و دیگر عذر شاں گفتہ
ز ترکاں خوردہ تیغ جور و باز از خود خطا دیدہ

بخوردہ جسم خود را خون و جاں را تازگی دادہ
بکشتہ نفس خود را زار و خود را در عزا دیدہ

چو خوباں پردہ بر گیرند جان خود فدا کردہ
دگر چون رخ بپوشانند مرگ خود روا دیدہ

چو عیّاران و سربازان میان خاک و خوں صیدے
سلامت را دعا گفتہ ملامت را قضا دیدہ

ز پیش سیه‌چشمان بپرس سرّ این حکایت را
که مشکل داند این معنی فقیر هیچ‌مدانه

(۳۵۴)

ای از دهان تنگت شهری شکر گرفته
دلبر رخ تو گل را از خاک بر گرفته

آن روی را مهوشان زیرا که در ممالک
بنیاد فتنه باشد روی قمر گرفته

دیگر ز سر نگیرد با من جفا زمانه
گر دیگرت ببینم یاری ز سر گرفته

صد کاروان دل را در راه محنت تو
هر دزد رخت برده هر شحنه خر گرفته

از تیر غمزهٔ تو هر بیدلی که داری
سر در سری کشیده پا در جگر گرفته

ما رنگ غصّهٔ خود پوشیده از خلائق
وانگه ز قصّهٔ ما عالم خبر گرفته

هجر تو اوحدی را بیچاره کرده از غم
وز اوحدی مرا تو بیچاره‌تر گرفته

(۳۵۵)

همچو گل صد گونه رنگ آوردهٔ　　غنچه وارم دل به تنگ آوردهٔ

سوی من هر دم ز زلف و خال و خط　　لشکر دیگر به جنگ آوردهٔ

در مخالف می‌زنی چون دف مرا　　راستی دیگر به چنگ آوردهٔ

چون تو آهوزادهٔ حیف است حیف　　کان چنان خوی پلنگ آوردهٔ

بیگناهم کشتهٔ صد بار و باز　　رفتهٔ صد عذر لنگ آوردهٔ

پس جهودی می‌کشم گوئی مرا　　با اسیران از فرنگ آوردهٔ

اوحدی را خاک پای خویش خوان
چون که د زستش بر سنگ آوردهٔ

(۳۰۶)

زان شکرین لب گر شبی گیرم شکار بوسهٔ
از من چه رنجی ای پسر سهل است کار بوسهٔ

چون بی‌شمار از خط تو هر کس ستاند بوسها
با من خطا باشد ترا کردن شمار بوسهٔ

ز آب دهانت مست شد دشمن که خاکش در دهن
وانگاه من آشفته در رنج از خمار بوسهٔ

جانا دل مجروح شد بس بیقرار از شوق تو
با او بسازی بعد ازین می‌ده قرار بوسهٔ

روزی که خواهند از لبت عشاق عالم کامها
هر کس تمنایی کند من اختیار بوسهٔ

آمد به لب جان از غمت جانا نمی‌گوئی که ما
تا چند سوزیم این چنین در انتظار بوسهٔ

روزی برای اوحدی یک بوسه بفرست از لبت
در لعل شکربار خود کم گیر بار بوسهٔ

(۳۰۷)

خانهٔ صبر مرا باز بر انداختهٔ
تا چه کردم که مرا از نظر انداختهٔ

هر دم از دور مرا بینی و نادیده کنی
خویش را نیک به جای دگر انداختهٔ

ناوک غمزه بیندازی و بگریزی زود
تا ندانم که تو بیدادگر انداختهٔ

گفته بودی که دلت را به وفا شاد کنم
چون نکردی به چه آوارهٔ در انداختهٔ

باد را بر سر کوی تو گذر دشوار است
زان همه دل که تو بر یکدگر انداخته

ای سواری که تو در غارت دل صد درپیت
رخت جان برده و ما را ز نظر انداخته

ای بسا سوخته دل را که به پروانه غم
آتش اندر زده چون شمع و سر انداخته

ز اوحدی آن دل مسکین که بپرسی جانا
نیست در زلف تو پیدا مگر انداخته

(۳۰۸)

آشنائی جمله را با ما چرا بیگانه
خانه بردی از من و با دیگران همخانه

هر دو عالم در سر کار تو کردم گرچه تو
خود نمی‌گوئی که هستی در دو عالم یا نه

شد دلم ویران ز سنگ‌انداز هجرانت ولی
شادمانم چون تو دائم گنج این ویرانه

گر دل سختت نمی‌ماند به سنگ ای سیمتن
پس چرا پیوسته جانا صد زبان چون شانه

شد کنار من چو دریا ز آب چشم چون گهر
از کنار من چرا دوری اگر دردانه

ترک مهرت خواستم کردن چو دید آن عقل گفت
چون کنی ترک پریرویان مگر دیوانه

اوحدی از بند کار خویشتن برخیز اگر
صید آن زلف چو دام و خال همچون دانه

(۳۰۹)

آن خط عنبرین که جوابش نوشته
مشک خطاست گرچه صوابش نوشته

از دور چشم بد به رخت نامه نوشت
هر لب از آن بگاد جوابش نوشته

آورده به دیده خط خون و هست
حکمت روان اگرچه بر آبش نوشته

خود نام بوسه نیست درو آنچه اصل بود
بگذاشتی مگر به شتابش نوشته

سطری است گرد عارضت آن خط مشکبوی
چون سحر ازان به مشک و گلابش نوشته

راضی مشو که بوسه زند هر کسی بر آن
آخر نه از برای ثوابش نوشته

هر بست یاد خط خرشت خراب اوحدی
گوئی ز بهر بستن خوابش نوشته

(۳۶۰)

باز به رسم سرکشان راه جفا گرفته
تیغ ستم کشیده ترک وفا گرفته

من طلب تو چون کنم چون به تو در رسم که تو
شهر ز دام جسته مرغ هوا گرفته

نیست در اندرون من جای خیال هیچ کس
جای کسی کجا بود چون همه جا گرفته

ما سر و مال در غمت باخته سال و ماه و تو
هم غم ما نخورده هم هم ما گرفته

چیست گناه ما که تو یار دگر به رغم ما
یار دگر گزیده خانه جدا گرفته

جز به دعا نمی‌رسد دست من از غمت ولی
راه نفس ببسته دست دعا گرفته

گر گرهی ز زلف او باز کنی تو اوصنی
کشور چین کشوده ملک خطا گرفته

(۴۶۱)

دلبرا روز جدائی یاد ما میکرده
تا چو از ما دور گشتی دل جدا میکرده

اندرین مدّت که روے اندر کشیدی زین دیار
با که میبودی بگو عشرت کجا میکرده

چون سلامت میفرستادم به دست باد صبح
راست گو دشنام دادی یا دعا میکرده

همچنین بیگانه بودی یا چو ماں کت عادت است
هر زماں بیگانهٔ را آشنا میکرده

گر گرفتی دوستان نو روا باشد ولے
ترک یاران قدیم آخر چرا میکرده

از بہاے بوسه گنج آورده باشی زین سفر
گر برین صورت که میبینم بها میکرده

(۴۶۲)

بر ما ستم و خواری اے طرفه پسر تا کے
و اندر پے وصلت ما پوینده به سر تا کے

بر ما ستمے کرده خون دل ما خورده
ما بر ستمت پرده پوشیم مگر تا کے

امشب تو به زیبائی خود خانه بیارائی
فردا که برون آئی رفتی و دگر تا کے

عنبر ز دلاویزی بر دامن مه ریزی
این بوالعجب انگیزی در دور قمر تا کے

(۴۸۰)

ای بنده لبت را من عاشق طلبت را من
شیرین رطبت را من میبین و مخور تا کی

چون مست شبستانت بر غلغل مستانت
من بندهٔ فرمانت چون خاک به در تا کی

پیوسته به صد زاری چون اوحدی از خواری
شبهای چنین کاری با آه سحر تا کی

(۳۶۳)

جانا غم ما نداشتن تا کی ما را به جفا گذاشتن تا کی
خام طرب از زمین دل ما بر کندن و غصّه کاشتن تا کی
در حسرت خویش گونهٔ ما را زین گونه به خون نگاشتن تا کی
از لطف نگاه کن به ما روزی راز تو نگاه داشتن تا کی
بر یک دل مستمند سرگردان صد درد و بلا گماشتن تا کی
در پای ستم چو خاک ره ما را افگندن و بر نداشتن تا کی

بر اوحدی شکسته چون گردون
گردن ز جفا فراشتن تا کی

(۳۶۴)

گر برافرازی به چرخم ور بیندازی ز بامی
ماجرای پادشاهان کس نداند با غلامی

رای آن دارم که روی از زخم شمشیرت نپیچم
که نه روی احتراز است و نه رای انتقامی

تا تو روزی رخ نمائی یا شبی از در درآئی
من بدین امّید و سودا میبرم صبحی به شامی

بر سر کوی تو سگ را قدر بیش از من چراست
من دمی‌یارم گذشت از دور و او دارد مقامی

آخرالامرم ز دستان تو یا دست رقیبان
هر سر کویے ببینی کشته یا در پاے بامے

گر ز نام من شنیدن ننگ داری سهل باشد
همچو ما شوریدگان را خود نباشد ننگ و نامے

فرصت وقتے نمی‌یابم که بر خوانم دعایے
محرم و یارے نمی‌بینم که بفرستم سلامے

گر سفر کردند یارانم سعادت یار ایشان
آن که رفت آسود مسکین من که افتادم به دامے

دوش می‌نالیدم از جور رقیب و باز گفتم
اوحدی گر پختهٔ چندین چه می‌نالی ز خامے

(۳۶۵)

زهے حسن ترا گل خاک کویے نسیم سنبل از زلف تو بویے
نیامد در خم چوگان خوبی به از سیب زنخدان تو گویے
شدے جویاے بالاے تو گر سرو توانستے که بگذشتے ز جویے
رخت بر سوسن و گل طعنه‌ها زد که هست این ده زبان و آن دو رویے
سر زلفت ز بهر غارت دل پریشان گشته هر تارے به سویے
ز زلفت حلقهٔ جستم ندادی چه سختی می‌کنی با من به مویے

دل سخت تو چون دید اوحدی گفت
بدین سنگم بباید زد سبویے

(۳۶۶)

دلم در دست چشمش زار و جسمش هردم از دستے
چه جاے پنجه کردن بود ما را با چنان مستے

به جان در غیرتم از دل که پیش اوست پیوسته
گزین غیرت بدیدے او به غیر ما نپیوستے

ز زخم تیر چشمش گر بنالیدم روا باشد
که سخت است این چنین تیرے و آن گاه آن چنان شستے

گر آن گلچهره را در دل نشان دوستی بودے
دل این خستگان هردم به خار غم چرا خستے

بغیر از درد دل چیزے ندیدم در فراق او
حکایت غیر ازین بودے گر او را غیرتے هستے

ملامت‌گر ندید او را ازان فریاد می‌دارد
اگر دیدے نپندارم که از دامش برون جستے

ز یک دل بستگی دارد بدان زلف اوحدی کو را
اگر پنجاه دل بودے به جان در زلف او بستے

(۳٦۷)

ز دست کس نکشیدم جفا و مسکینی
مگر ز دست تو کافر که دشمن دینی

چه دیدهٔ همه کس دیدن تو می‌خواهد
کسے چه عیب تو گوید که خویشتن بینی

اگر پیاده روی سرو گلشن جانی
و گر سوار شوی شمع خانهٔ زینی

شب شراب که باشد رخ تو شاهد و شمع
بجز لب تو نباید به کار شیرینی

ندانمت که به دست که. اوفتادی باز
عجب که دست بپوشید کش تو شاهینی

به دردمند غم او ز من که می‌گوید
مکن حکایت درمان چو درد اُو چینی

چنان قدم بنه اے اوحدی تو در طلبش
که تا به دست نیاید ز پاے ننشینی

(۳۶۸)

دیده بسیار نگه کرد به هر بام و درے
غیر ازو در نظر عقل نیامد دگرے

خبر محنت ما در همه آفاق برفت
گرچه دیدیم ز دست ستم بیخبرے

اے که چوں باد به هر گوشه گذارے داری
خود چه بادی که ازیں گوشه نکردی گذرے

نه قضایے به سر عمر من آمد ز غمت
که ازاں باز تواں گفت به عمرے قدرے

سفرم هم به سر کوے تو خواهد بودن
گر بیابم ز کمند تو جواز سفرے

زاں درختے که دریں باغچه بالاے تو کیست
آه اگر دست تمنّا برسیدے به برے

دیر تا بر کمر تست دو چشمم چوں طرف
بیش ازیں طرف نشاید که بود بر کمرے

رفتن مهر تو از سینهٔ من ممکن نیست
همچو نامے که کسے نقش کند بر حجرے

هیچ دانی سر من بر سر کوے تو چنیں
به چه تشبیه تواں کرد به خاکے و درے

هر شب از درد فراق تو بگریم تا روز
عجب اے گریهٔ شبها که نکردی اثرے

گر دل اوحدی از درد تو خوں شد نه عجب
کار عشق است میسّر نشود بی جگرے

(۴۶۹)

مشتاق آن نگارم آیا کجاست گوئی
با ما دمی نشیند تا همچراست گوئی

ما در هوای رویش چون ذرّه گشته شیدا
وین قصّه بر او باد هواست گوئی

صد بار کشت ما را نادیده هیچ جرمے
در دین خوب رویان کشتن رواست گوئی

نزدیک او شد آن دل کز غم شکسته بودے
این غم هنوز دارم آن دل کجاست گوئی

با دیگران به یاری آسان در آورد سر
این ناز و سرگرانی از بخت ماست گوئی

خون دلم بریزد آنگاه خشم گیرد
آن را سبب شدادم این خونبهاست گوئی

آن خالها برآن رخ چون دانها ست وآنگه
آن زلف گرد ایشان دام بلاست گوئی

گفتا که جان شیرین پیش من آر ، ازین غم
تن خسته شد و لیکن دل را رضاست گوئی

از اوحدی دل و دین بردند و عقل و دانش
رخت گزیده گم شد دزد آشناست گوئی

(۴۷۰)

زهے نادیده از خوبان کسے مثل تو از خیلے
اگر حسن ترا دیدے چو مجنون می‌شدے لیلے

ز هجرت چون فرومانم جز این کارے نمی‌دانم
که شب را روز گردانم به واویلا و واویلے

اگر چشمم چنین گرید میان خاک کوے تو
ز اشک او همی‌ترسم که در شهر افتد سیلے

به امّید تو می‌باشم من شوریده‌سر لیکن
کجا با آن چنان زینت به درویشان کنی میلے

به قتلم وعده‌ها دادی و کشتن بیبها آری
ز قتل ما چه اندیشی که چون ما کشته خیلے

به لطفم پرسشے می‌کن که از جور تو دارم من
تن باریک چون موے نهاد تیره چون لیلے

گرفتم ، ز اوحدی یک روز جرمے در وجود آمد
ز احسان تو آن زیبد که بر جرمش کشی ذیلے

(۴۷۱)

رخ و زلفت اے پری رو سمن است و مشک چینی
به دهان و لب نگویم که نبات و انگبینی

تو اگر در آب روزے نظرے کنی بر آن رخ
هوست کجا گذارد که کسے دگر ببینی

به [زبان خود نگارا خبرم بپرس روزے
که دلت زبون مبادا ز رقیب چون زبینی

چو ز چهره برکشائی تو نقاب ، عقل‌گوید
قلم است و نرگس و گل نه رخ است و چشم و بینی

ز دلم خیال رویت نرود به هیچ وجهے
که دلم نگین مِهر است و تو مُهر آن نگینی

چو شد اوحدی دل تو به خیال او پریشان
متحیّرم که بے او به چه عذر می‌نشینی

برو و ز باغ رویش دو سه گل بچین نهفته
که چو باغبان ببیند نهلد که گل بچینی

(۴۷۲)

من به هر جورے نخواهم کرد زاری
زاں که دولت باشد از خوے تو خواری

بر ندارم سر ز خاک آستانت
بعد ازین گر بر سرم شمشیر باری

گفتهٔ خونت بریزم سهل باشد
من خود این از خدا خواهم به زاری

گو بیاموز ابر نیسانی ز چشمم
اشک باریدن دران شبهای تاری

با تو خواهم گفت هر جورے که کردی
گر نخواهی عذرم آخر شرم داری

اوحدی مقبل شود در هر دو عالم
گر قبولش میکنی روزے به یاری

—•—

متفرقات[*]

غزل

چو با من راه پیوندی نداری   دلم سیر آمد از پیوند و یاری

نه خوی آں که از من عذر خواهی   نه بوی آں که بر من رحمت آری

سرم شد خیره تا کی ناامیدی   دلم شد تیره تا کی بردباری

رخت چنداں جفا کرد است بر من   که گر بعضی بگویم شرم داری

گهی در پای عشقم میدوانی   گهی در دست هجرم میگذاری

نخواهم داشت دست از دامن تو   وگر خود بر سرم شمشیر باری

من از عشق تو با غمهای دلسوز   من از هجر تو در شبهای تاری

فرد

به بوی وصل بردم شادمانه   چه دانستم که خواهد بود یا نه

به دست خود سزای خویش دیدم   که پا بیش از گلیم خود کشیدم

هر آں مفلس که باشد طالب گنج   تحمّل بایدش کردن بسی رنج

سزای خویش باید یار جستن   به قدر قوّت خود بار جستن

چو حسن و پادشاهی یار باشند   طلبگاران مفلس خوار باشند

گدا آں به که سلطاں را بداند   و لیکن عاشق این معنی نداند

بر عاشق چه سلطان و چه درویش   تو عاشق باش و از سلطان میندیش

جواب معشوق

زهی سودای من گم کرده نامت   بسوزانم بدین سودای خامت

نگوئی کاین چه سودای محال است   نمیدانم دگر بار این چه حال است

---

* یہ متفرقات غالبا اوحدی کی کسی مثنوی کے ٹکڑے ہیں۔

نه بر اندازهٔ خود کام جستی   فزون از پایهٔ خود نام جستی

مثل اندر به چون من شکارے   که این کارت نمی‌آید به کارے

به آن آهوے وحشی چه مانی   که گر چشمے بجنباند بمانی

مشو در تاب اگر زلفم ترا کشت   درفش است و چرا بر وے زدی مشت

ز لعل من شکایت کردنت چیست   به هر جا این حکایت کردنت چیست

تو پیش از جرعهٔ من مست بودی   مرا نادیده خود زان دست بودی

تو خوردی انگبین در بَت نهانی   ز شکّر چون جنایت می‌ستانی

مرا گوئی دل از لعل تو خون شد   چو لعلم را ندیدی حال چون شد

دلت را خونبها از من چه جوئی   چو خود کردی، خطا از من چه گوئی

وگر خون شد جگر دیزت به زاری   تظلم پیش زلف من چه آری

سخن در جان همی‌گوید خدنگم   جگرخوارے چه می‌داند پلنگم

منه دل بر دهان من که هیچ است   ز زلفم درگذر کان پیچ‌پیچ است

تو خود با چشم و زلفم بر نیائی   که این هندوست و آن دیگر خطائی

نه آن سروم که با من دست بازی   وگر خود صد هزار افسون بسازی

ز سودائے من آنگه توشه گیری   که چون خال از دهانم گوشه گیری

همان بهتر که از من سر بتابی   که گر ترکم نگوئی رنج یابی

نخستین بازیے بود این که دیدی   تو پنداری که اندوهے کشیدی

به یک دستانم از دست اوفتادی   به یک جام این چنین مست اوفتادی

به رنج خویش چندینے چه کوشی   بگویم نکتهٔ گر می‌نیوشی

غزل

مشو عاشق که جانت را بسوزد   غم عشق استخوانت را بسوزد

تو آتش می‌زنی بر خرمن خویش   ندانی این و آنت را بسوزد

مخور خوبان آتش‌روی را غم   که روزی جان و عاشق را بسوزد
ز دیده اشک خون چندین مباران   که ترسم دیدگانت را بسوزد
ز لعلم چاشنی جستی به بوسه   نترسیدی دهانت را بسوزد
مبر نامم مبادا با رخ خویش   بگویم تا زبانت را بسوزد
اگر هجرم وجودت را بکاهد   وگر مهرم روانت را بسوزد

فرد

نخواهم در تو پیوستن به یاری   تو خواهی گریه می‌کن خواه زاری

رسیدن نامهٔ معشوق نزد عاشق

برید دوست چون آورد نامه   درید آن عاشق از اندوه جامه
سلامی دید دور از هر سلامت   حدیثی سر به سر جنگ و ملامت
نداندست از سواد نامهٔ دوست   فروغ خاطر خودکامهٔ دوست
به دل گفتا بکن زین کام دندان   جفا بر خود منه چندین که چندان
دل آن بی‌وفا در بند ما نیست   دگر یارش سر پیوند ما نیست
ازان دلدار هرجائی چه خیزد   که او هر ساعت از جایی گریزد
چو صورت هست معنی نیز باید   برون از حسن خیلی چیز باید
نه هر گوهر که بینی شب‌چراغیست   نروید گل به هر وادی که باغیست

حکایت

جوانی خارکن بر خار می‌خفت   کسی گل بر سرش کرد آن جوان گفت
مرا تا خار دامن‌گیر گشت است   گل اندر خاطرم کمتر گذشت است
ز خاری هرکه او پیوند بیند   همان بهتر که دیگر گل نبیند

مقطعات

به تنهائی ترا نظاره تمام است — وصال گل به انبازی حرام است
اگر نظاره کند وقت ترا خوش — بیفشان دامن گل را بر آتش
ز گلرویان تردامن چه جوئی — که بر هر کس بخندند از دوروئی
بتان بیوفا خود را پرستند — دلیران این چنین بتها شکستند

ایضاً

دل عاشق بدان فکرت چو برخاست — زبان خامه در پاسخ بیاراست
رقم زد بر بیاض نامه چون زر — بدین سان نکتههای تازه و تر

جواب عاشق به معشوق

همانا دیگری داری نگارا — که دور از خویش میداری تو ما را
تو خود، گیرم، که همچون آفتابی — چرا باید که روی از من بتابی
خیالم فاسد و حالم تباه است — برین معنی سرشک من گواه است
مرا حالی چو زلفت پیچ در پیچ — خیالی چون دهانت هیچ بر هیچ
ترا همچون کمر پر سیم و زر دل — مرا چون کوه دائم سنگ بر دل
تنی داری که نفروشم به جانش — دلی چون سنگ خارا در میانش
مرا جورت بسی دل میخراشد — مبادا دشمنی بد گفته باشد
تو مهر دیگری در سینه داری — که با ما بیگنه این کینه داری
ازانت نیست با من مهربانی — که با یار دگر همداستانی
روی با دشمن من باده نوشی — مرا بینی و بدمستی فروشی
چو گویم عاشقم خود را به مستی — نهی یعنی نمیدانم که هستی
تو پیشت دیگری ما نیز باشیم — بهل کز دور چوبی میتراشیم

چو در عشق تو نیکوخواه باشد　تفاوت نیست گر یکچند باشد
اگر صد کس بمیرد در بلا چیست　بدیشان می‌رسد محنت ترا چیست
بر آنم من کزان عاشق نباشم　که کشتن نیز هم لائق نباشم
نمی‌باید دل از ما برگرفتن　هوای دیگری در سر گرفتن
به کار آید ترا بوسه زبان کن　وگر باور نداری امتحان کن
به بوس او دست یابم بر جمالت　سیاهی را فرو شویم ز خالت
نبودت پیش ازین دلدار دیگر　چو دیدی بهتر از من یار دیگر

(غزل)

دل از ما بر گرفتی یاد می‌دار　جفا از سر گرفتی یاد می‌دار
مرا درویش دیدی رفتی از غم　رخم در زر گرفتی یاد می‌دار
گرفتی دست یکسر دوستان را　مرا کمتر گرفتی یاد می‌دار
دل من ریش کردی دیگران را　چو جان در بر گرفتی یاد می‌دار
به دست من ندادی زلف و پایم　به مویی در گرفتی یاد می‌دار
ببردی ز اوحدی دل را و رفتی　دل دیگر گرفتی یاد می‌دارد

فرد

که از من چون به زودی سیر گشتی　مرا روباه دیدی شیر گشتی

رسیدن نامهٔ عاشق به معشوق

بدان آتش رخ آوردند چون دود　حقیقت نکته‌های آتش‌اندود
به خشم از سر گرفت آن پاسخ تلخ　عتابی از نسا دشنامی از بلخ

خلاصهٔ سخن

چو بد کردی کنندت بد مکافات　رسی از آفت‌انگیزی به آفات
چرا بر زورمندی تند گردی　که گر تیزی نماید کند گردی
چو سنگ از تاب هر سیلی چه رنجی　اگر مجنونی از لیلی چه رنجی

حکایت

کسی فرهاد را گفتا ازین سنگ رها کن دست گفتش با دل تنگ
ز سنگ بستن چون سر توان تافت که شیرین را درین تلخی توان یافت
مقرر می‌کنی به نقش دوستان ژرف ولیکن دور دار انگشت از حرف
چو اندر دوستی کار تو زرق است نگوئی از تو تا دشمن چه فرق است
چه تلخیها که مهجوران کشیدند ز شیرین و جز تلخی ندیدند
گل بیخار ازین منزل نبینی که چند است ای برادر تا تو چینی
مرا دلها به انبازی است اینجا مپندار این سخن بازی است اینجا

تمامی سخن

پری‌رخ تند گشت از گفتن او بجوشید از غضب خون در تن او
نوشت این نامهٔ دلسوز را بز جوابی پر عتاب و عشوه و ناز

از زبان معشوق و بیوفائی کردن

که گر صد چون تو میرد غم ندارم که سرگردان و عاشق کم ندارم
دلم سنگ است نرمش چون توان کرد به آه سرد گرمش چون توان کرد
به شوخی شیر گیرد چشم مستم به آهو نافه بخشد زلف پستم
چو از تنگ دهانم قند ریزد ز تنگ شکّر مصری چه خیزد
اگر صد بوسه لعلم پیشکش کرد ز مال خویشتن بخشید و خوش کرد
ترا بر من که آمر کرد و ناهی که از لعلم حساب خرج خواهی
چو من در مصر خوبی پادشاهم به لب شکّر بدان بخشم که خواهم
ترا با زلف و روی من چه کار است که این چون گنج باشد وان چو مار است
برای آن همی‌دادی غرورم که ره بندی به هر نزدیک و دورم
مرا از بهر این می‌خواستی تو خریداری شگرفی راستی تو

به هر حرفی میاور در گناهم | که گر شهری بگردد پادشاهم
نشاید نازنینان را غلامی | تو میسوز اندرین آتش که خامی
برون آور ترا گر حجتی هست | که نتوان با تو دل در دیگری بست
من آن آهوی صحرانوردم | که خود را بستهٔ دامی نکردم
دلم هر لحظه جایی انس گیرد | به یک جا چون نشیند تا بمیرد
گهی گل چینم و گه خار گیرم | هر آن کس را که خواهم یار گیرم
یکی را بر لب خود مهر سازم | یکی را آهن و زنجیر سازم
دل مردم بسوزم تا توانم | ولی هرگز پشیمانی ندانم
ز روبه‌بازی زلفم حذر کن | سر خود گیر و با او سر به سر کن
همی‌گوئی مرا چون موی شد تن | تو خود بس ناتوان گشتی ولی من

(غزل)

همان سنگین‌دل نامهربانم | که در عالم به شوخی داستانم
سرم سودای آن ورزد که خواهد | دلم پیوند آن جوید که دانم

ضمیمہ

دیوان اوحدی کا نسخہ صفحہ (۳۹۳) پر ختم ہوجاتا ہے۔ بڑی جستجو کے بعد اوحدی مراغہ کی ایک اور غزل اور تین رباعیاں میں نے مختلف تذکروں سے جمع کی ہیں جو نسخہ میں موجود نہیں ہیں۔ ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے :—

غزل

از تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی :—

بر گل از عنبر کمندے بستۂ ‌‌ گرد ماہ از مشک بندے بستۂ
میوۂ وصلت بہ ما کمتر رسد ‌‌ زاں کہ بر شاخ بلندے بستۂ
تا ببستی بار تبریز اے پسر ‌‌ بر دلم کوہ سمندے بستۂ
عاشقانے را کہ در دام تو اند ‌‌ چند را کشتی و چندے بستۂ

اوحدی را کے پسندی بعد ازیں
زاں کہ دل در ناپسندے بستۂ

رباعیات

از بہارستان سخن مولفۂ جامی :—

بر سنگ قناعت ار عیارے داری ‌‌ از نیک و بد زمانہ عارے داری
ور با ہمہ کس بہ ہر خلافے کہ رود ‌‌ در کار شوی دراز کارے داری

از تذکرۂ قدرت اللہ گوپاموی :—

از دست فتادہ در خلائق ہمہ شور ‌‌ در پیش تو درویش و توانگر ہمہ عور
اے با ہمہ در حدیث و گوش ہمہ کر ‌‌ وے با ہمہ در حضور و چشم ہمہ کور

اے آمدہ گریاں تو و خنداں ہمہ کس ‌‌ وز آمدن تو شاداں ہمہ کس
امروز چناں باش کہ فردا چو روی ‌‌ خنداں تو بروں روی و گریاں ہمہ کس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرہنگ

قصیدہ	شعر	لغت	معنی
۱	۲۰	عجل	گوسالہ ، گاے کا بچھڑا ۔
۱	۲۰	خُوَار	آواز گاو ۔
۱	۲۳	حلق	حاجیوں کا سر کے بال منڈوانا ۔
۱	۲۳	سعی	حاجیوں کا مقام صفا سے مروہ تک دوڑنا ۔
۱	۲۳	رَمیِ جِمار	حاجیوں کا سنگریزے پھینکنا ۔
۱	۲۴	سرادق	سرا پردہ ۔
۲	۱۵	ضلال	گمراهی ۔
۳	۵	مباهزان	دولتمندان ۔
۳	۱۲	نمودار	نمونہ ۔
۴	۶	جحیم	دوزخ کی ایک ندی کا نام ۔
۴	۱۱	سقیم	بیمار ۔ بد حال ۔
۴	۱۵	خُلّت	دوستی ۔
۵	۸	سِتَروَن	عقیم ۔ بانجھ ۔
۵	۱۱	کژ	کج ۔ ٹیڑھی ۔

قصیدہ	شعر	لغت	معنی
٥	١٢	کرم پیلہ	کرم ابریشم ۔ ایک قسم کا کیڑا جس کے منہ سے لعاب کی صورت میں ایک تار نکلتا ہے اور وہ اس تار کو اپنے اطراف لپیٹتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ان تاروں سے ایک بیضہ نما چیز بن جاتی ہے اس سے ریشم حاصل کیا جاتا ہے ۔
٥	١٦	گودن	غبی ۔ نا سمجھ ۔
٥	١٧	دنی	قلیل ۔
٦	١٥	فرد	تنہا ۔ طاق ۔ جدا ۔
٦	١٥	عاری	برہنہ ۔
٦	١٨	کنف	پہلو ۔
٧	١	مَخُوف	خوف زدہ ۔ پر خوف ۔ خوفناک ۔
٧	٧	تو	تہ ۔ پردہ ۔ پرت ۔
٧	٨	پَنگ	چوب ۔ لاٹھی ۔ (پِنگ = لوہے یا تانبے کی تھالی)
٧	٨	قراضہ	ریزہ ۔
٧	١٠	زَمِن	اپاہج ۔
٧	١١	سہم	تیر ۔
١٠	۴	گول	چغد ۔ الّو ۔
١٠	۴	غول	جن ، دیو ، بھوت ۔
١٠	٦	دُرّاعہ	ایک قسم کا لباس جسے مشائخ پہنتے ہیں ۔
١٠	١٥	یمین	دست راست ۔ و طرف دست راست ۔

قصیدہ	شعر	لغت	معنی
۱۰	۱۵	یمانی	منسوب بہ یمن ، مغربی -
۱۰	۱۶	قہرمانی	حکومت - تسلّط -
۱۱	۱۰	مسمار	میخ آہنی -
۱۱	۱۸	حشر	انبوہ - گروہ - اٹھایا جانا -
۱۲	۳	پیشانی	شوخی و سخت روئی - قوّت و صلابت -
۱۲	۷	طغرا	شاہی فرامین کی پیشانی پر پیچیدہ خط میں بادشاہ کا نام اور القاب ہوتا ہے - اس کو طغرا کہتے ہیں -
۱۳	۱	زنہار خوار	عہد شکن -
۱۳	۱۲	یمین	قَسم - طرف دست راست -
۱۴	۷	فریدوں - ایرج - قباد -	ایران کے قدیم بادشاہوں کے نام -
۱۴	۱۷	قلادہ	گردن بند سگ و اشتر -
۱۵	۱۱	شمال	طرف دست چپ -
۱۵	۱۱	یمین	طرف دست راست -
۱۵	۱۶	فال	کسی بات کو خیر و خوبی پر محمول کرنا
۱۷	۲	معشق باد و معاشق -	عشق مباد و عاشق مباد -
۱۷	۲	مدیدہ باد و مدل -	دیدہ مباد و دل مباد -
۱۷	۶	عِقال	اونٹ کے ہاتھ اور پاؤں باندھنے کی رسّی -
۱۸	۸	بہر	پھل -

قصیدہ	شعر	لغت	معنی
۱۹	٦	شیب	نشیب ۔
۱۹	۸	قراضہ	ریزۂ زر و سیم ۔
۲۱	۳	دستگاہ	سرمایہ و اسباب ۔
۲۱	۵	غل	طوق آھنی ، بند ، زنجیر ۔
۲۱	۱۱	جعفر طیّار	آں حضرت صلعم کے چچازاد بھائی کا نام ان سے متعلّق یہ عقیدہ ہے کہ شہید ہونیکے بعد ان کو بال و پر دئے گئے ہیں اور وہ عالم برزخ کے باغات میں پرواز کرتے ہیں ۔
۲۲	٦	ذیاب	جمع ذیب ۔ بھیڑیے ۔
۲۲	۷	رعد	آواز ابر ۔ اور رباب نامی معشوقہ کے عاشق کا نام ۔
۲۲	۷	رباب	نام ساز ۔ ابرسپید ۔ اور رعد نامی عاشق کی معشوقہ کا نام ۔
۲۲	۱۰	کِلاب	جمع کلب ۔ کُتّے ۔
۲۲	۱۵	رسولِ رفتن	پیام موت ۔
۲۳	۳	سبلت	مونچھ ۔
۲۳	۵	اردون	ملک شام کے ایک شہر کا نام ۔
۲۳	۸	نیل نقم	مصیبتوں کا دریا ۔
۲۳	۸	نقم	عقوبتیں ۔ ناگواریاں ۔
۲۳	۱۴	نژند	سرنگون ۔ پست و خوار ۔
۲۳	۱۴	دژم	افسردہ ۔ اندوھگین ۔ غمگین ۔

قصیدہ	شعر	لغت	معنی
۲۴	۵	نمودار	نمونہ ۔
۲۴	۶	زبدہ	مکھن ۔ مسکہ ۔
۲۴	۶	ماست	دہی ۔
۲۴	۹	اگر خواجہ در سرا ست	(یعنی در خانہ اگر کس است) ، اگر جوہر قابل و گوش حقیقت نیوش ہے ۔
۲۴	۱۲	خواستہ	مال و متاع و اسباب ۔
۲۴	۱۴	دیگی است چارگانہ ۔	مطلب یہ ہے کہ انسان کا جسم چار عناصر سے مرکب ہے ۔
۲۴	۲۱	حقد	کینہ ۔
۲۵	۲	پودہ	کہنہ ۔ و بوسیدہ ۔
۲۵	۷	شیّاد	چالاک ۔ مکار ۔
۲۶	۶	استوا	برابر ہونا ۔
۲۷	۳	خرخری	ابلہی ، بڑی ہی بیوقوفی ۔
۲۷	۸	مزیدن	چکھنا ۔ چوسنا ۔
۲۷	۱۳	آگنیدن	آگندن ۔ بھرنا ۔
۲۷	۲۰	صفّہ	ایوان خانہ و دالان ۔
۲۷	۲۶	قفص	قفس ۔ پنجرہ ۔
۲۸	۳	غُرّہ	سفیدی پیشانی ، پیشانی کی رونق ۔
۲۸	۳	غَرّا	سفید ۔ روشن ۔ بارونق ۔
۲۸	۱۵	نقش سُوَیدا	ایک سیاہ نقطہ جو انسان کے دل پر ہوتا ہے ۔
۱۹	۲	مستّر	ڈھنکا ہوا ۔ چھپا ہوا ۔
۲۹	۳	مدخل	داخل ہونا ۔ داخل ہونے کی جگہ ۔

صفحہ	شعر		لفظ	معنی
۳۰	۱۴		بارنامہ	اسبابِ تجمّل و شوکت ۔
ترجیع بند ۱				
بند	۲	۱	زیان	زیبندہ ، زندہ ، زندگانی کنندہ ۔ نقصان خسارہ ۔
=	۳	۲	حنظل	اندرایں ۔
=	۳	۲	صِبر	ایلوا ۔
=	۳	۲	کہل	ادھیڑ ۔
=	۴	۴	بلٰی	ہاں ۔ قرآن‌شریف کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے : الست بربّکم قالوا بلٰی ۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے ۔
=	۵	۷	مَمَنگ	نہی از منگیدن ۔ (منگیدن : قہر و غضب سے بات کرنا ، بڑبڑانا ۔ اپنے آپ سے باتیں کرنا ، ضعیف و کمزور ہوجانا) ۔
=	۵	۹	غریو	شور و غوغا ۔
=	۵	۹	غرنگ	گریہ و زاری ۔
=	۶	۵	گاز	باغبانوں کی قینچی ۔ دانت ، خصوصاً کودچلی ۔
=	۷	۷	سروش	فرشتہ ۔
=	۸	۷	حرفت	کسب و پیشہ ۔
=	۸	۷	مُسمّا	نام کردہ شدہ ۔ یعنی صاحب نام ۔

ترجیع بند ۱		شعر	لفظ	معنی
//	۸	۱۰	چهره	شجاع - دلاور - شجاعت - دلاوری -
//	۹	۴	طلال	کھنڈر - ٹیلے -
//	۹	۴	دمن	کوڑی - جہاں کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے ۔
//	۹	۵	علن	ظاہر -

ترجیع بند ۲				
بند	۱	۵	غمام	بادل - ابر -
//	۱	۸	نخچیر	شکار - صید -
//	۱	۱۰	فی طریق الهوا کما یاتی	عشق کے راستے میں جیسا کہ پیش آتا ہے -
//	۲	۱	خیک	ایک قسم کا مشک جو شراب وغیرہ میں ملایا جاتا ہے -
//	۲	۳	حضیرہ	باغ -
//	۲	۵	دے	خزاں کا مہینہ -
//	۲	٦	فے	سایہ -
//	۵	۱	قَس	عیسائیوں کا بڑا پادری اور عالم دین -
//	۵	۱	زنگ	ناقوس - جرس - گھنٹہ -
//	۵	۲	لا تامن	تو امن میں نہ رہ -
//	۵	۲	لا تَیْئَس	تو مایوس نہو -
//	۵	۳	انباز	شریک -
//	٦	۸	اوحدی	منسوب بہ یگانہ ، موحد -
//	۵	۳	عسس	کوتوال -

رجیع	بند ۲	شعر	لفظ	معنی
〃	۵	٦	جنب	پہلو ۔
〃	۷	۵	لاش	مخفّف لاشے ، جس کا وجود نہیں ۔
〃	۹	٦	ورد	گلاب ۔
〃	۹	۷	ابداعیاں	نئی باتیں پیدا کرنے والے ۔

غزلیات

غزل	شعر	لفظ	معنی
۳	٦	کمر زن	وہ شخص جو اپنے کو یا اپنے کمالات کو بڑی چیز نہ سمجھے ۔ سہل انگار ۔ اور بے دولت کو بھی کمر زن کہتے ہیں ۔ نیز صاحب تدبیر و رائے ۔
٦	۱	طیرہ	خجل ۔ شرمندہ ۔
۸	۱	غریب	نادر ۔ کمیاب ۔
۸	۷	طیب	خوشبو ۔
۹	٦	ساعد	کلائی ۔
۱۲	۱۲	قصیر	کوتاہ۔
۱۲	۱۴	فطیر	گوندھا ہوا آٹا ۔
۱۴	۲	تَاَنّی	دیر۔
۱۹	۵	زُبا	بلند ٹیلے جہاں پر سیلاب پہنچ نہ سکے۔
۱۹	۷	ہدر	خون کا مباح یا باطل ہوجانا اس طرح سے کہ نہ اس کی دیت ہو نہ قصاص۔
۱۹	۷	ہبا	گرد ۔ غبار ۔ ہوا ۔ برباد ، ضائع۔
۲۴	۳	راوق	وہ کپڑا جس سے شراب چھانی جاتی ہے۔ صافی ۔ پالونہ۔ شراب کو بھی کہتے ہیں ۔

غزل	شعر	لغت	معنی
٢٥	٩	عُرُو	کسی چیز کی طلب کیلئے کسی چیز کے قریب آنا ۔
٢٨	٧	زَبیب	مویز، خشک کیا ہوا انگور جس کو عام طور پر منقّی کہتے ہیں ۔
٢٨	٨	لبیب	عاقل و دانا ۔
٢٩	٧	خَلاب	کیچڑ ۔
٣٠	٣	دوزالی	نے نوازی ۔ بانسری بجانا ۔
٣١	٥	دُرُست	سکۂ زر ۔ اشرفی ۔
٣٥	٨	نَطَق	کلام منطوق ۔ کلام فرمودہ ۔ (یعنی خدا کا کلام) ۔
٣٥	٨	فِرَق	فرقہ کی جمع ۔
٣٥	٨	ادیان	دین کی جمع ۔
٣٥	١٠	صروف	صرف کی جمع ۔ علوم صرف ۔ حوادث ۔ زمانے کے اُلٹ پھیر ۔
٣٦	٣	اِنّی اَنا اللہ ۔	بیشک میں خدا ہوں ۔
٣٧	٤	شہر بنداں	قیدیاں ۔
٣٧	٨	پسنداں	پسند کرنے والا ۔
٤٢	٣	بیلک	اسناد املاک، قبالہ ۔ وہ تیر جس کا پیکاں دوشاخہ ہوتا ہے ۔
٤٢	٣	بیلہ کن	چھوڑدے ۔ تیر چلا ۔ غم و اندیشہ دل سے نکال دے ۔
٤٢	٦	رَمیم	بوسیدہ و کہنہ ۔
٤٢	٦	رُفات	ٹوٹاپھوٹا، ریزہ ریزہ ۔ راکھ ۔
٤٢	٧	قَلّہات	تو چاہتے کہ وہ لائے ۔

غزل	شعر	لغت	معنی
۴۲	۸	جوال	(۱)خورجین جس میں غلّہ بھر کر گدھوں یا ٹٹوؤں پر لادا جاتاہے ۔ (۲)فقیروں کی گودڑی کو بھی کہتے ہیں اور ایک قسم کے موٹے کپڑے کابھی نام ہے ۔
۴۴	۴	اَنگِشت	کوئلہ ۔
۴۴	۷	غورہ	کچّے انگور جنکا مزہ ترش ہوتا ہے ۔
۴۵	۳	کفت	(کفتن = تڑکانا ۔ تڑکنا) ۔ تڑکایا ۔ تڑکا ۔
۴۵	۵	سولجان	سورنجان کو کہتے ہیں ۔ ایک درخت ہے جسکے پھول مرض نقرس کیلئے مفید ہوتے ہیں ۔
۴۵	۵	کوست	اندراین کے پودے کو کہتے ہیں ۔
۴۶	۶	ریم	ہوا ۔
۴۶	۶	رَوم	خوشبو ۔
۴۷	۶	دجا	اندھیری رات ۔
۴۹	۱	آب چوں آزر	آب آتشیں ۔ شراب ۔
۵۲	۵	ینگ	طریقہ ۔ طرز ۔ روش ۔ رسم وآیین ۔ قاعدہ و قانون ۔ شکل ۔
۵۳	۶	شگرف	عجیب ۔
۶۱	۶	صام	ایک ماپ ہے جس کا وزن دوسو چھتیس تولے ہوتا ہے ۔
۶۲	۷	قِبَل	طرف ۔
۶۷	۳	رِگو	جامۂ کہنہ ۔ پرانا کپڑا ۔ بوسیدہ لباس ۔
۷۱	۲	پالہنگ	رسّی ۔ کمند ۔

صفحہ	شعر	لغت	معنی
۸۳	۳	پداہ	مخفف بیداد -
۸۴	۹	وہموں	(و ایدون) و اکنون - اور اب - اور اب بھی -
۸۵	۸	تعنّت	برا بھلا کہنا - عیب‌جوئی کرنا -
۸۸	۲	برجیس	ستارۂ مشتری -
۹۲	٦	نمازی	پاک -
۹۴	۸	حوال	سنیں - " حول " کی جمع - سال - برس
۹۵	۱	رنج و تیمار	بیماری اور اسکی چارہ جوئی -
۹۵	۸	غَنج	کرشمہ و ناز - حرکت چشم و ابرو ، اعتدال حرکات معشوق -
۹۷	۴	حُرقت	سوزش -
۹۷	۷	زبون	عاجز ، ضعیف ، خوار و بیچارہ -
۱۰۱	۷	ثمّ اجتباہ	قرآن کی آیت کی طرف اشارہ ہے - پھر اس کو چن‌لیا - یعنے برگزیدہ کرلیا -
۱۰۲	۸	ورد	گل - گلاب کا پھول -
۱۰۵	۴	اغلال	غل کی جمع - زنجیریں -
۱۰۵	۴	سعیر	دوزخ کی ایک ندی کام نام -
۱۰٦	۷	ترنگ	کمان کی آواز جو تیر چلانیکے وقت پیدا ہوتی ہے -
۱۰٦	۸	کیش	ترکش -
۱۰۸	۴	شناہ کردن	تیرنا - پیرنا - شناوری کرنا -
۱۰۹	۱	ناب	خالص -
۱۱۱	٦	لا	نہیں -

صفحہ	شعر	لغت	معنی
۱۱۱	۶	لَن	ہرگز نہیں۔
۱۱۲	۴	نخچیر	صید۔
۱۱۴	۴	ناوک	چھوٹا تیر۔ ایسی سنان جس کا سر دو شاخہ ہو۔
۱۱۵	۳	دیریاز	درازی زمان۔ درازی مدّت۔
۱۱۵	۵	طلیعہ	وہ فوج جو رات میں لشکر اور شہر کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اس فوج کو بھی کہتے ہیں جو لشکر کے آگے آگے چلتی ہے۔ تاکہ دشمن وغیرہ سے واقف ہو۔
۱۱۶	۴	گاز کردن	کاٹنا۔ دانت سے کاٹنا۔
۱۱۷	۱	قیر	تارکول۔
۱۱۷	۸	توفیر	نفع۔ منافعہ۔ فائدہ۔
۱۱۸	۳	بارو	دیوار قلعہ۔ حصار۔
۱۱۹	۲	زَہرہ	پِتّا۔ دلیری۔ قوّت۔ قدرت۔
۱۲۰	۲	غلام	پسر۔ بیٹا۔
۱۲۰	۵	انام	مخلوق۔ قوم بشر۔
۱۲۴	۲	مفتول	پیچ دی ہوئی۔
۱۳۰	۱	بار	حاصل درخت، خواہ وہ پھول ہوں یا پھل۔
۱۳۱	۶	ورطہ	بھنور۔
۱۳۱	۱۰	وخیم	دشوار۔ گران۔ بدگوار۔
۱۳۱	۱۰	حمام	کبوتر

صفحہ	شعر	لغت	معنی
۱۳۱	۱۱	غمام	بادل ۔ ابر ۔
۱۳۵	۹	قَلب	کھوٹ ۔ کھوٹا ۔
۱۳۵	۹	سالوس	مکر ۔
۱۳۵	۷	شست	مچھلی پکڑنے کا کانٹا ۔
۱۳۶	۱۳	سَنجش	تولنا ۔ سنجیدن ۔ وزن کرنا ۔
۱۴۲	۱۱	ایرا	ازین جہت، اس لئے ۔
۱۴۳	۲	کرا	اُجرت ۔ کرایہ ۔
۱۴۳	۵	جرا کردن	جاری کرنا ۔
۱۴۳	۶	ردا	چادر ۔
۱۴۳	۷	حما (حمیٰ)	باڑہ۔ سبزہ زار جو جانوروں کے چرانیکے لئے رکھا جاتا ہے ۔
۱۴۷	۶	مجاہز	اسباب دارندہ ۔ تاجر ۔ دولتمند ۔
۱۴۷	۹	اثیر	بہت بلند ۔ مجازاً آسمان ۔ ایتھر ۔
۱۴۸	۱۲	امیر	امر کرنے والا ۔ سردار ۔ حاکم ۔
۱۴۹	۳	قامت	قد ۔ ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے جو امام کے نماز کے لئے کھڑے ہونے کے وقت کہتے ہیں: قد قامت الصلوٰۃ ۔
۱۴۹	۴	غرامت	تاوان، جرمانہ، عذر خواہی، پشیمانی ۔
۱۵۳	۴	سرور	خوشی ۔
۱۵۳	۵	حیّ	زندہ ۔
۱۵۳	۸	نفخِ صور	صُور کا پھونکا جانا ۔
۱۵۷	۵	داعیہ	خواہش ۔

غزل	شعر	لغت	معنی
۱۶۲	۱	هفت و نُه	هفت و نُه زینت۔ هفت زینت: (۱) حنا۔ (۲) وسمه (۳) سرمه (۴) سرخی۔ (۵) سفید آب۔ (۶) رزک۔ (۷) غالیه۔ نُه زینت: (۱) آویزه۔ (۲) گوشواره۔ (۳) سلسله۔ (۴) حلقهٔ بینی۔ (۵) گلوبند۔ (۶) بازو بند۔ (۷) دست برنجن۔ (۸) انگشتر۔ (۹) خلخال۔ اس طرح آراسته هونے کو هندوستان میں سوله سنگار کهتے هیں۔
۱۶۳	۱	آرسنگ (آرتنگ و آرژنگ)	نگار خانهٔ مانی۔ نام بتخانه۔ صفحه و تختهٔ نقاشان۔ چین کے ایک مشهور مصوّر کا نام جس کو مانی بهی کهتے هیں۔ نگار خانهٔ مانی۔
۱۶۳	۹	فرسنگ	تین میل کا فاصله۔
۱۶۴	۲	آونگ	رسّی جس پر کپڑے ڈالتے هیں یا انگور کے خوشے لٹکاتے هیں۔ اور هر لٹکی هوئی چیز کو بهی آونگ کهتے هیں۔ اردو میں اس کو الگنی کهتے هیں۔
۱۶۴	۴	شادروان	قیمتی منقّش فرش۔ پرده، سایبان، شامیانه۔
۱۶۴	۵	شسن	سیپی۔ هر چیز جو نمو کرے اور بڑھے۔
۱۶۶	۷	خانه فروش	تجمّل۔ ٹهاٹه۔
۱۶۹	۲	قَلّاب	پهیرنے والا۔ پلٹانے والا۔
۱۶۹	۲	قلّاب دل	خدا۔ مقلّب القلوب۔
۱۷۰	۱	خز	ریشمی کپڑا۔ ایک جانور هے جسکے پوست سے پوستین بناتے هیں۔

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۱۷۰	۱	خز	(خزیدن سے صیغۂ امر ؛ گھس -
۱۷۰	۲	مَرَز	مت رنگ (رزیدن سے) -
۱۷۰	۳	قز	ریشم کا کیڑا -
۱۷۰	۵	لُغز	جنگلی چوہے کی بل جو بہت پیچدار ہوتی ہے - اسی مناسبت سے مبہم کلام یا چیستاں کو بھی لغز کہتے ہیں -
۱۷۰	٦	سنگ و گز	ٹھاؤں ٹھکانہ -
۱۷۰	۷	باز دانستن	فرق کرنا -
۱۷۰	۷	خرز	کوڑیاں -
۱۷۲	٦	وجہ	معاوضہ - قیمت -
۱۷۲	۱۲	اِحتمال	زحمت اٹھانا -
۱۷۴	۱	طراز	ایک حسن‌خیز شہر کا نام جو حدود ترکستان میں واقع ہے -
۱۷۵	۲	نوائی	نالہ و فریاد کرتا ہے - نوانیدن کے مضارع نواند سے صیغۂ واحد حاضر -
۱۷۷	۸	پریر	پری روز - گذشتہ پرسوں -
۱۷۸	۲	آبستہ	کاشت کے لئے تیّار کی ہوئی زمین -
۱۸۲	۷	قفا زدن	گردنی دینا (قفا : پیچھ - گردن اور سر کے پیچھے کا حصّہ)-
۱۸۲	۹	دلِ آسماں	یعنی آفتاب -
۱۸۵	۳	چارتا	رباب و طنبور چہار تار -
۱۸۵	۴	قلّہ	بڑا مٹکا - سبوی بزرگ - پہاڑ کی چوٹی کو بھی کہتے ہیں -

غزل	شعر	لفظ	معنی
۱۸۷	۳	خدمتے کن	سلام کرو ۔
۱۸۸	۱	سر زن	ملامت کرنے والا ۔ ملامت ۔
۱۸۹	۲	لابہ	عجز ۔ اخلاص ۔ خوشامد ۔
۱۹۴	۵	طراز	حدود ترکستان کے ایک حسن خیز شہر کا نام ۔
۱۹۴	۵	طراز	نقش و نگار ۔
۱۹۶	۵	استخوان	بیج ۔ گٹھلی ۔
۱۹۷	۱	خوش	(بر وزن جوش) خوب ، ٹھیک ۔ بوسہ ۔
۱۹۹	۴	خاجہ	چلیپا ۔
۲۰۱	۵	جلّاب	شربت قند و گلاب ۔
۲۰۱	۷	بوّاب	دربان ۔
۲۰۱	۸	قُلّاب	آنکڑہ ۔ قلابہ ۔
۲۰۲	۱	غش	آلودگی ۔
۲۰۲	۳	غش	بیہوش ۔
۲۰۲	۵	لحدِ کور	قبر تاریک ۔
۲۰۲	٦	نم	طراوت و رطوبت ، نمی ۔
۲۰۲	۷	مکنت	قدرت و تونگری ۔
۲۰۲	۷	کَش	ماورالنّہر کے ایک شہر کا نام جو حسن کے لئے مشہور ہے ۔
۲۰۲	۹	فش	طرّہ ۔
۲۰۱	۱۰	هش	عصا سے درخت کے پتّوں کو گرانا ۔ جیسا موسیٰ علیہ السّلام نے کہا تھا أهش بها علیٰ غنمی (میں اس سے درخت کے پتّے اپنی بکریوں پر جھاڑتا ہوں) ۔

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۲۰۲	۱۱	چاہِ کش	ابن مقنّع کا کنواں جس میں سے ابن مقنّع ہر شام کو چاند نکلا کرتا تھا ۔
۲۰۲	۱۲	رش	مینہ کی پھنوار ، پانی کی بوندیاں ۔
۲۰۲	۱۴	حمش	غضب ۔
۲۰۲	۱۶	بش	لطف کلام ۔ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا ۔
۲۰۳	۸	رَقّ	جھلّی جو قدیم زمانے میں لکھنے کے کام میں آتی تھی ۔
۲۰۵	۴	باز رست	خلاص ۔ چھٹکارہ ۔
۲۰۷	۷	صرف	خالص ۔
۲۰۸	۳	مرزنگوش	ایک گھاس کا نام ہے ۔
۲۰۸	۵	غریو	شور ۔ غوغا ۔
۲۰۸	۶	ژالہ	اولہ ۔
۲۰۸	۷	سروش	فرشتہ ۔
۲۰۸	۹	زاووش	ستارۂ مشتری ۔
۲۰۸	۱۷	آزرم	محبّت ۔ صلح و آشتی ۔
۲۱۲	۳	ژوپین	چھوٹا نیزہ جس کا پھل دوشاخہ ہوتا ہے ۔
۲۱۵	۴	غرّہ	مغرور ، متکبّر ۔
۲۱۵	۶	شرنگ	زہر ۔ انحراف ۔
۲۱۷	۴	تہاون	سُستی ۔
۲[illegible]	۹	سَبَل	آشوب و سرخی چشم ۔ اُلٹے بال جو پلک کے اندر نکل آتے ہیں اور آنکھ میں چبھتے ہیں ۔ ایک مرض کا نام ہے جس میں آنکھ سرخ ہوجاتی ہے اور اس میں کھٹکاہٹ پیدا ہوکر پانی جاری ہوتا ہے ۔

غزل	شعر	لغت	معنی
۲۲۳	۱۱	دیریاز	درازیِ زمان و مدّت ۔ زمانۂ دراز و قدیم ۔
۲۲۴	۲	سخرہ	مضحکہ ۔
۲۲۴	۵	صدد	تاک ۔ گھات ۔ کوشش ۔
۲۲۴	۵	در صدد	کسی چیز کے پیچھے لگا ہوا ۔ درپے ۔
۲۲۷	۱	افول	غروب ۔
۲۲۷	۴	خمول	گمنامی ۔
۲۲۷	٦	نحول	گھلنا ۔ لاغر ہونا ۔
۲۲۸	۵	نعال	جوتا ۔ جوتے چھوڑنے کی جگہ ۔
۲۳۳	۳	نیل اندر کشیدن	داغ لگالینا ، ٹیکہ لگالینا ۔
۲۳٦	۴	عنف	سختی و زبردستی ۔
۲۳٦	۹	زقّہ	چوگا ۔ پرندوں کا دانہ ۔ آب و دانہ جو ایک پرندہ اپنے منہ سے نکال کر اپنے بچے کے منہ میں ڈالتا ہے ۔
۲۳۷	۱	بر	تن ۔ جسم ۔ سینہ ۔
۲۳۹	۲	گَرد	بوے خوش ۔
۲۴۰	۵	یاوہ	بے سر و پا باتیں ۔ کھویا ہوا ۔ بیہودہ ۔
۲۴۱	۵	خردہ ہاے چنان	ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ۔
۲۴۴	۷	فتراک	شکار بند ۔
۲۴۵	٦	تشویر	اشارہ کرنا ۔ انگشت نمائی ۔ شرمساری ۔
۲۴۹	۳	پلاس	موٹا کپڑا جو سن سے بنایا جاتا ہے ۔ ٹاٹ ۔
۲۴۹	۴	رشتن	بٹنا

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۲۵۲	۲	مرموز	رمز کی ہوئی - رمز و کنایہ میں بیان کی ہوئی -
۲۵۹	۳	سَمّ	زہر -
۲۵۸	۳	طِیرہ	خجالت - شرمندگی -
۲۵۸	۳	طَیرہ	غضب -
۲۶۲	۴	رواں	فکر - روح -
۲۶۳	۶	کَرہ	جبر - سختی -
۲۶۴	۱	خُنب	خم - مٹکا -
۲۶۵	۷	وام	قرض -
۲۶۶	۱	نبیرہ	پوتا - نواسا -
۲۶۶	۳	سکن	باشندگان خانہ -
۲۶۶	۳	چیرہ	غالب - شجاع ، بہادر -
۲۶۶	۷	حظیرہ	(بہ حائے حطی وظائے نقطہ دار) - احاطۂ قبرستان و گنبد - لکڑی کا کٹھرا جو جانوروں کیلئے بنایا جاتا ہے -
۲۶۶	۸	سقلاب	ترکستان کے حدود میں ایک ملک ہے - جہاں سونٹھ نہیں ہوتی -
۲۶۶	۸	زنجبیل	سونٹھ کو کہتے ہیں -
۲۶۶	۸	کرمان	ایک شہر ہے ملک فارس سے متّصل جہاں کا زیرہ مشہور ہے اور کثرت سے ہوتا ہے
۲۶۶	۹	وتیرہ	طریقہ -
۲۶۶	۱۲	فقاع	شراب غیر مسکر ، شراب جو نشہ نہ لائے -
۲۶۶	۱۳	عشیرہ	خاندان -

صفحہ	شعر	لغت	معنی
۲٦۷	۵	مسکین	بے حرکت ۔ بے قوّت ۔ وہ شخص جس میں فقر و تنگدستی کے سبب حرکت کی قوّت باقی نہ رہی ہو ۔
۲۶۹	۱۰	خُلُق	جمع خُلق ۔ عادات و اخلاق نیک ۔
۲۷۳	۵	لمعہ	چمک ۔
۲۷۳	٦	متساوی	برابر ۔
۲۷۳	۸	تُنُک ، تَنکِ	ہلکا ۔
۲۷۹	۵	جوار	ہمسایہ ۔ مجازاً پہلو ۔
۲۸۰	۹	نعم	ہاں ۔
۲۸۷	٦	من ذٰلک	اس سے ۔ ازاں جملہ ۔
۲۸۹	۳	دریاب	ہماری خبرلے ، ہماری طرف توجہ کر ۔
۲۹۰	۸	مجمر	انگیٹھی ۔
۲۹۱	۱۵	آحاد	اکائیاں ۔
۲۹۳	۵	نُہ پدر	نہ آسماں ۔
۲۹۳	۵	چار مادر	چہار عنصر ۔
۲۹۳	۵	سہ پسر	موالید ثلاثہ ۔
۲۹۵	۵	تغار	مٹی کا طشت ۔ پیمانہ ۔
۲۹۵	٦	روز مصاف	روز میداں ۔ روز جنگ ۔
۲۹٦	۹	فَے	سایہ ۔
۲۹٦	۸	لا و ہو	کچھ نہیں اور وہ ۔ شک و یقین ، مایوسی شک و یقین ۔ لاالہ الاّ ہو کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے ۔

صفحہ	سطر	لفظ	معنی
۲۹۶	۱۰	بہرام	نام ستارۂ مرّیخ جو پانچویں آسمان پر ہے -
۲۹۶	۱۰	زحل	ایک ستارے کا نام جو ساتویں آسمان پر سمجھا جاتا ہے اور نہایت منحوس خیال کیا جاتا ہے -
۲۹۶	۱۰	جَدی	ایک آسمانی برج کا نام ہے جو منطقۃالبروج کا دسواں برج ہے -
۲۹۶	۱۰	حمل	ایک آسمانی برج کا نام ہے یہ منطقۃالبروج کا پہلا برج ہے -
۲۹۶	۱۰	جُدَی	ایک ستارے کا نام ہے جو قطب شمالی کے قریب ہےاور جس کو قطب بھی کہتے ہیں
۲۹۶	۱۰	علم قطبی	قطب کا جھنڈا - (قطب : نارتھ پول) -
۲۹۷	۳	غول	بھوت -
۲۹۷	۳	کول	تالاب -
۲۹۷	۴	جیفہ	حیوان مردار و بدبو دار -
۲۹۷	۴	مزبلہ	وہ جگہ جہاں فضلہ اور نجاست پھینکی جاتی ہے -
۲۹۷	٦	رسم	نشان - داغ -
۲۹۷	٦	غلہ	آھنی طوق - بند - زنجیر -
۲۹۷	۷	جوزا	ایک آسمانی برج کا نام ہے - یہ منطقۃ البروج کا تیسرا برج ہے -
۲۹۷	۷	ثور	منطقۃ البروج کے دوسرے برج کا نام ہے -
۲۹۷	۷	سنبلہ	ایک آسمانی برج کا نام ہے - یہ منطقۃالبروج کا چھٹا برج ہے -
۲۹۷	۸	زنہار	ڈر - خوف - دہشت -

صفحہ	شعر	لغت	معنی
۲۹۷	۸	هروله	رفتار پویہ۔ رفتار جو چلنے اور دوڑنے کے درمیان ہو۔
۲۹۷	۹	قابله	دایہ۔
۲۹۷	۱۰	مستمع	سننے والا۔
۲۹۷	۱۱	زُقّه	چوگا۔ آب ودانہ جو ایک پرندہ اپنے منہ سے نکالکر اپنے بچّہ کے منہ میں ڈالتا ہے۔
۲۹۷	۱۲	یک خردله	ایک رائی کے برابر۔ اک زراسا۔
۲۹۷	۱۳	دیوان	جمع دیو۔
۲۹۷	۱۳	دُخنه	باجرہ۔
۲۹۷	۱۳	مندله	منتر پڑھنے والوں کا دائرہ۔
۳۰۰	۶	کَلّه	کھوپڑی۔ کاسۂ سر۔
۳۰۴	۶	آگاه۔	آگاہی۔
۳۰۵	۔	دیگاه	شام کا وقت۔
۳۰۶	۳	آونگ۔	چھینکا۔ الگنی۔
۳۰۷	۱	توش	تاب و طاقت۔ قدرت۔ خوراک بقدر حاجت۔
۳۰۷	۸	فرق	مانگ جو سر کے بالوں کو دو حصّوں میں تقسیم کرکے بنائی جاتی ہے۔ مجازاً سر۔
۳۱۲	۲	گیاہِ مہر	محبّت کی گھاس۔ مہر گیا جس کو ہندی میں لکھمنی کہتے ہیں۔ اس کی جڑ انسان کی شکل و شباہت کی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں اگر کوئی اس کو اپنے پاس رکھے تو تمام لوگ اس پر مہربان ہوجائیں۔ بعض لغویوں نے لکھاہے کہ یہ سورج مکھی ہے جس کو فارسی میں گل آفتاب پرست کہتے ہیں۔

غزل	شعر	لفظ	معنی
۳۱۲	۱۰	سبک	جلد، جھٹ۔
۳۱۳	۲	ز سر	از سر نو۔
۳۱۳	۲	آہنگ	الاپ۔ قصد۔ ارادہ۔
۳۱۳	۲	سرا	گانا۔ (گھر کو بھی کہتے ہیں)۔
۳۱۳	۳	اَن یکاد	قریب ہے کہ۔ قرآن شریف کی ایک آیت ہے یکادالبرق یخطف ابصارہم۔ قریب ہے بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے جائے۔ فارسی میں نظر بد سے بچانے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔
۳۱۳	۹	وصلِ کم	عدم وصل؛ بغیر وصل کے۔
۳۱۴	۲	مشوّش	پریشان۔
۳۱۴	۲	بدیع	نئی بات۔ عجب۔ عجیب۔
۳۱۴	۳	تفرج	سیر۔
۳۱۴	۳	راغ	مرغزار۔
۳۱۷	۲	ہیں	خبردار! تاکید کے لئے لاتے ہیں۔
۳۱۷	۴	کاج	کاش۔
۳۱۷	۵	طوع	رغبت۔ اطاعت اور جو کچھ واجب نہ ہو اسکے بجالانے کو بھی کہتے ہیں۔
۳۱۷	٦	یوز	چیتا جو ہرن کا شکار کرتاہے اور پنیر کو دوست رکھتا ہے۔
۳۱۷	۱۲	دبیر	منشی۔
۳۱۸	۳	سکّان	ساکنان، رہنے والے۔
۳۱۸	۴	خوردد	خَوردیدن کا مضارع۔ لپیٹے۔

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۳۲۱	۷	محابا	در اصل محابات ہے۔ مگر فارسی میں بحذف ت کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی حسب ذیل ہیں:— فرو گذاشت۔ مروّت، اعانت صلح، نگہداشت، پاس و لحاظ۔
۳۲۳	۳	دُر	دُور کا مخفّف۔
۳۲۳	٦	گزاف	شیخی۔
۳۲۳	۷	حنوط	خوشبوئیں جو مردے کیلئے بنائی جاتی ہیں۔
۳۲۴	۱	روان	فوراً۔
۳۲۴	۱	حیف نبوَد	دریغ نباشد۔ مضائقہ نہیں۔
۳۲٦	۱	قاصرات الطّرف فی حجب الخیام	نیچی نظر والیاں (حوریں) خیموں کے پردوں میں۔
۳۲٦	۳	نائب مناب	قائم مقام۔
۳۲٦	۴	ثوابت	وہ ستارے جو اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔
۳۲٦	۴	ستام	گھوڑے کا زیور - زین و لگام وغیرہ جو سونے چاندی کے زیور سے مزیّن ہو۔
۳۲٦	۵	صیف	گرمی کا موسم۔
۳۲٦	۵	شتا	جاڑے کا موسم۔
۳۲٦	۵	غمام	ابر۔ بادل۔
۳۲٦	۱۱	تُخماق	میخ کوب۔ ایک لکڑی ہوتی ہے جس سے خیموں کی میخیں ٹھونکی جاتی ہیں۔ موگری۔ لکڑی کا ہتوڑا۔
۳۲٦	۱۳	کاس	پیالہ۔

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۳۲۲	٦	ورد	گلاب ۔
۳۲۸	۸	طاس	بڑا طشت، گھڑی کا کٹورا - زرتاری لباس۔ پیالہ جس میں شراب یا پانی پیا جاتا ہے ۔
۳۲۸	۱۲	فقاع کشودن	فخرکرنا ۔
۳۲۸	۱۲	فقاع	ایک قسم کی شراب جس میں نشہ نہیں ہوتا ۔
۳۳۱	۵	آرہ پختن	بھٹی جلانا ۔
۳۳۲	۴	روز رحیل	کوچ کا دن ۔
۳۲	۷	پگاہ	سویرا - علی الصّباح ۔
۳۳۲	۷	پگاہ تر	سویرا ہونے سے پہلے - پچھلی رات ۔
۳۳۴	٦	معائنہ	روبرو ۔
۳۳۴	٦	مکابرہ	اپنی بڑائی دوسرے پر ثابت کرنا ۔ کسی سے جنگ کرنا ۔
۳۳۵	۵	نغنودہ	نہیں سویا ہوا : مصدر غنودن سے ۔
۳۳٦	۱	کن فکاں	کائنات ۔ (کن : ہوجا ۔ فکان : پس ہوگیا ۔)
۳۳۹	۷	سن (ترکی)	تو ۔
۳۳۹	۸	وجہ حسن	حسین چہرہ ۔
۳۴۰	۲	دمدمہ	دھل ۔ نقارہ، ڈھول ۔
۳۴۰	۲	چاوساں	نقیبان لشکر و قافلہ ۔
۳۴۰	۳	بیدانشاں	بے دانش لوگ ۔ ان پڑھ ۔
۳۴۰	٦	واپساں	واپس ماندگاں ۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ۔
۳۴۱	۱	دریغ	افسوس ۔
۳۴۳	۲	نائے	نے ۔ بانسری ۔ رگ ۔ گلا ۔

غزل	شعر	لغت	معنی
۲۴۳	۳	چنبر	محیط دائرہ ۔ مقیّد ۔ گرفتار ۔ دف ۔ حلقہ و طوق۔ کمند ۔ قید ۔ قلابازی۔
۳۴۶	۷	سپر آمیختن	اکثر تلوار کھینچنے کے معنوں میں آمیختن استعمال ہوتا ہے ۔ مگر سپر اٹھانے کیلئے بھی مستعمل ہے ۔
۳۴۹	۳	مضمر	چھپا ہوا ۔ جو دل میں ہو ۔ ضمیر سے ماخوذ ہے ۔
۳۵۷	۱	بنام ایزد (بنامیزد)	یہ کلمہ چشم بد کے دور رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔ اصل میں بنام ایزد تھا ۔ کثرت استعمال سے اضافت گرگئی ۔ بلکہ لکھنے میں بھی ایزد کا الف نکالدیتے ہیں ۔
۳۵۷	۳	معموراں	آباد لوگ ۔ پھلنے پھولنے والے ۔
۳۵۷	۵	محرور	گرم مزاج والا ۔ دبلا ۔
۳۵۷	۷	نوش	آب حیات ۔ امرت ۔ شہد ۔ تریاق ۔ زہر کا ضد ۔
۳۵۷	۷	حقّۂ لعل	لعل کی ڈبیہ ۔ مجازاً دہن ، لب لعلیں ۔
۳۵۷	۹	مستوری	پرہیزگاری ۔
۳۵۸	۲	تموز	شدّت موسم گرما ۔ رومی زبان میں اس مدّت کو کہتے ہیں جب آفتاب برج سرطان میں رہتاہے ۔
۳۵۹	۱	مدام	شراب ۔ ہمیشہ ۔
۳۵۹	۳	گوینده	گانیوالا ۔ قوّال ۔
۳۵۹	۳	گردنده	ناچنے والا ۔
۳۵۹	۴	دائر	چکّر لگانے والا ۔ گھومنے والا ۔

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۳۶۰	۱۰	پیرغو	سہاسحت ۔ سزادھی ۔
۳۶۰	۱۱	اردو	لشکر ۔ لشکرگاہ ۔
۳۶۰	۱۲	مقبل	اقبال مند ، خوش نصیب ۔
۳۶۱	۳	علیٰ رغم	بر خلاف ، بر عکس ۔ (رغم : خاک آلودہ ہونا ۔ خوار ہونا) ۔
۳۶۳	۲	کشف	کسی چیز پر سے پردہ اٹھالینا ۔ غیب دانی ۔
۳۶۵	٦	دلپارہ	دل کا ٹکڑا ۔ معشوق ۔
۳٦٦	۳	برد می‌باید	می‌باید برد ۔ لیجانا چاھئیے ۔
۳٦۸	۱	فتح الباب	آغاز ۔ دروازے کا کھلنا ۔
۳٦۸	۱	تحویل کار	برگشتن کار ۔ تبدیل کار ۔
۳٦۸	۸	ز وجہے	کسی طرح سے ۔
۳٦۸	۸	شرف	بزرگی ۔ بلندی ۔ سعادت ۔
۳۲۸	۹	پاییز	آغاز خزاں ۔ پت جھڑ کا موسم ۔
۳٦۸	۱۰	سہم الغیب	ستاروں کے مقامات کو دیکھکر حکم لگانیکا قاعدہ ۔
۳٦۸	۱۱	عُقلہ	بند ۔ اشکال رمل میں سے ایک منحوس شکل کا نام ۔
۳٦۸	۱۱	منکوس	اوندھا ۔ سرنگون ۔
۳٦۸	۱۳	رصد کردن	علم نجوم کے قاعدے سے ستاروں کے احوال پر نظر ڈالنا ۔
۳٦۸	۱۴	اصطرلاب	پیتل کا آلہ جس سے ستاروں کی گردش وغیرہ کا حال معلوم کیا جاتا ھے ۔
۳٦۸	۱۵	جَبہہ	یہ چار ستارے ھیں جو پیشانی برج اسد پر واقع ھیں ۔

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۳۶۸	۱۵	اکلیل	تاج ۔ منزل ہفدھم از منازل قمر ۔ اور وہ تین ستارے ھیں عقرب کی پیشانی پر مثلث شکل اور تاج کی طرح کے ۔
۳۶۸	۱۵	شعریٰ	ایک بہت روشن ستارے کا نام ھے جو جاڑے کے موسم کے آخر میں سر شام آسمان پر نمایاں ھوتا ھے ۔
۳۶۹	۸	روان	(پہلے مصرعے میں) فوراً ۔ (دوسرے مصرعے میں) روح
۳۷۰	۵	آز	حرص ۔ تمنا ۔ آرزو ۔
۳۷۰	۶	گاز	شمع کی بتی کترنے کی قینچی ۔ دانت خصوصاً کوچلی ۔ لب ، ھونٹھ ۔
۳۷۱	۷	مسمار	لوھے کی میخ ۔
۳۷۱	۷	وفاق	محبت و اتفاق ۔ ساز گاری ۔
۳۷۶	۳	تعنت	عیب جوئی ۔ کسی کو برا کہنا ۔
۳۷۶	۴	آشتی خواراں	صلح کی مٹھائی لوٹنے والے ۔ صلح ھو جانے کے بعد اکثر مٹھائی دوست احباب اور مساکین کو کھلائی جاتی ھے ۔
۳۷۹	۴	موکب	گروہ سواراں ۔
۳۷۹	۵	مرغ زند خواں	مرغ خوش آواز ۔
۳۷۹	۶	دُدر	تلچھٹ ۔
۳۷۹	۶	دن	شراب ۔ غوغائے نشاط ۔
۳۸۰	۵	زاھد خوشیدہ	زاھد خشک ۔
۳۸۰	۵	فاسق تر	بدکار نادم ۔

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۳۸۰	۸	منقاد	مطیع -
۳۸۰	۸	دلیل	راہبر - مرشد -
۳۸۱	۶	زندیق	زندی (یعنے زرتشت کی کتاب "زند" کا معتقد) کا معرّب ہے - جو خدا اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو - جو بظاہر مومن اور بباطن کافر ہو -
۳۸۱	۶	علن	آشکارا -
۳۸۱	۸	یمن	یہاں یمین مراد ہے - سیدھی جانب -
۳۸۲	۹	مردوم	شاید مردم کے ضمّے کو لمبا کرکے مردوم بنایا ہے -
۳۸۲	۹	روم	روے من - میرا چہرہ -
۳۸۷	۲	تاری	مخفف تاریک - اندھیرا - سیاہ -
۳۸۷	۴	دستگاہ چرخ	دنیا (دستگاہ : کارخانہ) -
۳۸۸	۸	ساعد	کلائی -
۳۸۸	۸	بر	جسم -
۳۹۰	۱	انگشتوانہ	انگشتان - زہگیر -
۳۹۳	۷	لکد	لات -
۳۹۳	۷	شاخ بستن	بد نام کرنا - تہمت لگانا - بہتان باندھنا -
۳۹۴	۵	پیش باز	(پیشواز) استقبال کرنا - استقبال کرنے والا -
۳۹۵	۲	کمر	پہاڑ کا درمیانی حصّہ - پہاڑوں کے درمیان تنگ جگہ - پہاڑ کی بلندی - پہاڑ کی چوٹی -
۳۹۶	۸	ضمان	ضامن -
۳۹۸	۱	در صدد	در پے -

غزل	شعر	لغت	معنی
۳۹۸	۵	مست	مستی ۔
۴۰۱	۱	قَرَق	جاے ہموار ۔
۴۰۱	۱	صافی	صاف و بیغش ۔ مخلص ۔ بوریا ۔ سچّا عاشق ۔ اوحدی صافی بھی تخلّص کرتے تھے ۔
۴۰۱	۷	قَرِق	ہموار زمین میں سیر کرنا ، بیابان میں سیر کرنا ۔
۴۰۱	۹	مراغہ	ولایت آذربایجان کے ایک شہر کا نام جس کو اوحدی نے وطن بنالیا تھا ۔
۴۰۱	۹	مراغہ زدن	تڑپنا ۔ لوٹنا ۔ قلابازی لگانا ۔
۴۰۱	۱۰	قُرُق	ممانعت ۔ ممنوع ہونا ۔
۴۰۲	۱	عرعر	جنگلی سرو ۔
۴۰۳	۶	مَنزل شد	اتری ۔ نازل ہوئی ۔
۴۰۶	۲	کماں مہرہ	کمان کا منکا ۔
۴۰۶	۶	توفیر	نفع ۔ فائدہ ۔
۴۰۶	۷	توقیر	عزّت ۔ آبرو ۔ وقار ۔
۴۰۸	۲	انگشتواں	انگشتان ، زہگیر ۔
۴۱۱	۵	ہیں ، ہاں	کلمۂ تاکید ۔ خبردار !
۴۱۱	۵	گامی شدن	روانہ ہونا ۔ چلنا ۔
۴۱۱	۹	ہوان	خواری ۔ بے عزّتی ۔
۴۱۲	۱	بدایت	آغاز ۔ ابتدا ۔ شروع ۔
۴۱۲	۲	چار لشکر	چار عناصر ۔
۴۱۲	۲	ہفت رایت	سات آسماں ۔

صفحہ	شعر	لغت	معنی
۴۱۲	۳	جنایت	گناہ ۔ خطا ۔
۴۱۲	۵	عنا	تکلیف ، اذیت ۔
۴۱۲	۱۰	عُشر	قرآن مجید کی دس آیتیں ۔
۴۱۲	۱۱	ہدیٰ	ہدایت ۔
۴۱۳	۴	ہدر شدن	ضائع ہونا ۔
۴۱۳	۴	ہبا شدن	ہوا ہوجانا ، بیکار جانا ۔
۴۱۳	۶	ہفت عضو	ہفت اندام ۔ ایک روایت سے سر ، سینہ ، پیٹ ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ۔ اور دوسری روایت سے سر ، دونوں ہاتھ ، دونوں پہلو ، اور دونوں پاؤں ۔
۴۱۳	۷	سقط	سہو و خطا ۔
۴۱۶	۴	بر	پھل ۔
۴۱۶	۴	سنگ	وزن ۔
۴۱۶	۵	چنگ	ہاتھ ۔ پنجہ ۔ چنگل ۔
۴۱۹	۱	نفیر	نالہ ۔ فریاد ۔
		تن زدن	خاموش رہنا ۔ صبر و تحمّل کرنا ۔ رضا مند ہونا ۔
۴۱۹	۱	تن زن	خاموش رہ ۔ صبر کر ۔
۴۱۹	۴	ممر	گذر گاہ ۔ طریقہ ۔ طور ۔
۴۱۹	۹	خطیر	بزرگ ۔ بڑا ۔
۴۱۹	۹	خطاءِ خطیر	بڑی خطا ۔
۴۲۰	۱	غلغلہ	شور ، ہنگامہ ۔

غزل	شعر	لغت	معنی
۴۲۸	۱	طنطنہ	راگ کی آواز ۔ کرّ و فر ۔ طنبور و بربط کی آواز ۔ نقارہ کی آواز ۔
۴۲۸	۱	آتش زنہ	چقماق ۔
۴۲۸	۲	رطل	آدھ سیر
۴۲۸	۲	مَنّہ	من : چالیس سیر ۔
۴۲۸	۳	بنہ	منزل ، قیام گاہ ۔
۴۲۸	۵	کن کنہ	کسی چیز کی حقیقت ، کسی چیز کی تھاہ اور انتہا ۔
۴۲۸	۶	یسر	کشادگی ۔ آسانی ۔ سہولت ۔
۴۲۸	۷	حوْل	برس ، سال ۔
۴۲۸	۷	سنہ	برس ، سال
۴۲۸	۸	میکنہ	میکدہ ۔
۴۲۸	۹	عنا	تکلیف ۔ اذیّت ۔
۴۲۸	۹	عنعنہ	" عن " کے ساتھ روایت بیان کرنا ۔ (عن = سے) ۔
۴۲۸	۱۰	مئذنہ	(مأذنہ) اذان دینے کی جگہ ۔
۴۲۸	۱۳	گِن	مخفّف گین ۔ مانند ۔ صاحب و خداوند ۔
۴۲۸	۱۷	بہمن	ہر سال شمسی کا گیارھواں مہینہ ۔ آفتاب کے برج دلو میں رہنے کی مدت ۔ جشن سدہ جو اس مہینے کی دسویں کو ہوتا ہے
۴۲۸	۱۴	بہمن جنہ	ہر ماہ شمسی کے دوسرے دن کا نام ۔ پارسیوں کا یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ جب دن کا نام مہینے کے نام کے موافق ہوتا ہے تو اس دن عید مناتے اور جشن کرتے ہیں اور ایسے دن کو " بہمن جنہ " کہتے ہیں ۔

صفحہ	مصرع	لغت	معنی
۴۲۹	۲	پیوستہ	ہمیشہ ۔
۴۳۰	٦	عزیمت‌خوان	عامل ۔ منتر پڑھنے والا ۔
۴۳۱	٥	لا	نہیں ۔
۴۳۳	۱	قرینہ	دو چیزوں کے درمیان مناسبت معنوی یا ظاہری ۔
۴۳۳	۱	عنبرینہ	ایک زیور جس کے جوف کو عنبر سے بھرتے ہیں اور اس کے اطراف موتی لگاتے ہیں ۔ ہندی میں اس کو دھک دھکی کہتے ہیں ۔
۴۳۳	۳	چینہ	چوگا ۔ دانۂ مرغاں ۔
۴۳۳	٥	تعطّف	مہربانی کرنا ۔
۴۳۳	٥	قتینہ	قدرِ قلیل ۔ اک ذرا سی ۔
۴۳۳	٦	سکینہ	آرام و آسایش ۔
۴۳۳	۷	سفینہ	کشتی ۔
۴۳۳	۸	مدینہ	شہر ۔
۴۳۳	۱۱	کمینہ	کمترین ۔ حقیر ۔
۴۳۴	۱	دیلمی کلالہ	گھونگر والی زلف والا ۔
۴۳۴	۲	سپنج	مرکّب از سہ و پنج ۔ مدّت قلیل ۔ (منزل سپنج = دنیا)
۴۳۴	۳	میغ	ابر سیاہ ۔
۴۳۴	۳	ژالہ	اولا ۔ شبنم ۔
۴۳۴	۴	غزالہ	ہرن کا بچّہ ۔ آفتاب ۔
۴۳۴	٥	قبالہ	دستاویز ۔

غزل	شعر	لفظ	معنی
۴۳۳	۷	سُلالہ	وہ چیز جو دوسری چیز سے نکلی ۔ نطفہ ۔ بچّہ ۔ مجازاً خلاصہ ۔
۴۳۵	۵	خونریز	خونریزی ۔
۴۳۶	۴	یم	سمندر ۔ دریا ۔
۴۳۶	۶	غیب	جدائی ۔ ہجر ۔
۴۳۶	۷	نوائے زبور	زبور کے بھجن (زبور داؤد علیہ السّلام کی الہامی کتاب کا نام ہے) ۔
۴۳۷	۵	زبانہ	شعلہ ۔ لپکا ۔ لوکا ۔
۴۳۷	۷	صوت نشید خوان	الاپنے والے کی آواز ۔ گانے والے کی آواز ۔
۴۳۷	۸	کرانہ	کنارہ ۔
۴۳۹	۲	مکنت	قدرت ۔
۴۳۹	۱۲	زبون	عاجز ، ضعیف ۔ خوار ، بیچارہ ۔
۴۴۱	۵	اشکفتہا	زخمہا ۔ رخنہ ہا ۔
۴۴۱	۶	بوتہ	سونا چاندی ڈھالنے کا ظرف ۔
۴۴۱	۱۰	اشکستہا	شکستگی ہا ۔ رخنہ ہا ۔
۴۴۲	۱	کلالہ	خم کھائے ہوئے بال ، بالوں کی لٹ ، زلف ۔
۴۴۲	۳	زاط زنبور	شہد ۔
۴۴۳	۵	سور	قلعہ کی دیوار ۔ فصیل ۔
۴۴۴	۵	ملَکی	فرشتوں کی ۔
۴۴۴	۵	مِلکانہ	شاہانہ ۔
۴۴۴	۶	خَرَف	بدحواسی جو عمر زیادہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے ۔

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۴۴۴	۷	فرد گشتن	فریفتہ ہونا - گھمنڈ کرنا -
۴۴۴	۸	مغنی	گویّا - قوّال - گانے والا -
۴۴۴	۸	جام مغانہ	شراب کا پیالہ (مغ: آتش پرست ، شراب پلانیوالا) -
۴۴۵	۹	بساط	شطرنج کی بساط -
۴۴۵	۹	ز رخ شاہم بدہ	مجھے اپنا چہرہ دکھا -
۴۴۵	۹	شاہ	شطرنج کی شاہ -
۴۴۵	۹	رخ	شطرنج کے ایک مہرے کا نام - چہرہ -
۴۴۶	۱	پیوستہ	ہمیشہ کے لئے -
۴۴۶	۲	با پاے آہستہ	آہستہ چلنے والے کی رفتار کے ساتھ -
۴۴۷	۱	قرعہ	لکڑی یا پیتل وغیرہ کا پانسہ جس کو پھینک کر فال لی جاتی ہے -
۴۴۷	۴	مرجان	مونگا جو سمندر میں شاخ در شاخ اور سرخ رنگ کا ہوتا ہے -
۴۴۷	۱۰	وام	قرض -
۴۵۰	۱	ہوان	خواری - بےعزتی ، ذلّت ، رسوائی -
۴۵۰	۷	خسی	کمینہ پن - کنجوسی - نالائقی -
۴۵۱	۶	ترک دادن	چھوڑ دینا -
۴۵۲	۴	نہاد	طرز ، روش ، رسم ، عادت -
۴۵۲	۴	علف	جانوروں کا چارہ - گھاس وغیرہ -
۴۵۲	۷	عدیل	برابر - قدر و مرتبے میں مساوی - ہم وزن -

غزل	شعر	لغت	معنی
۴۵۳	۳	چگل	ایک حسن خیز شہر کا نام جو ترکستان میں ہے۔
۴۵۳	۳	سرا	ترکستان کے ایک حسن خیز شہر کا نام۔
۴۵۳	۵	عزا	ماتم ۔ ماتم پرسی۔
۴۵۳	۷	سلامت را دعا گفتہ	جو سلامتی کو خیر باد کہہ چکا ہو۔
۴۵۳	۷	قفا	پیچھے ۔ گردن کا پچھلا حصہ ۔ گُدی۔
۴۵۵	۶	جہودی	ستم ۔ ظلم۔
۴۶۰	۴	ہر ہمہ ما گرفتہ	نیز ہمہ ما گرفتہ۔
۴۶۲	۴	دور قمر	آدم اور اولاد آدم کا زمانہ۔
۴۶۹	۹	رخت گزیدہ	اچھا مال ۔ عمدہ اسباب۔
۴۷۱	۳	زبینی	(امالۂ زبانی) : دربان، موکل ۔ مرد سرکش

متفرقات

صفحہ	شعر	لغت	معنی
۳۸۸	۴	درفش	تکُنا ریشمی کپڑا جو زر سے منقش ہوتا ہے اور جھنڈے پر لگایا جاتا ہے۔
"	۷	بَت	بط ۔ شراب کی صراحی۔
"	۱۸	دستان	مکر و حیلہ۔
۳۸۹	۱۴	یاغ	زمین۔
۳۹۰	۱	انباز	شریک۔

متفرقات

صفحہ	شعر	لفظ	معنی
۳۹۰	۵	پاسخم	جواب ۔
۳۹۱	۱۶	نسا	خراسان کے ایک شہر کا نام ۔
"	"	بلخ	خراسان کے ایک شہر کا نام ۔
۳۹۲	۳	ژرف	عمیق ۔ گہرا ۔
"	۱۵	داهی	منعم کرنے والا ۔

اسمای بلاد و ممالک

بلاد و ممالک	غزل	شعر
(۱) سلطانیہ :	۳۲۶	۱۶
(۲) دارالسّلام :	۳۲۶	۱۶
(۳) اصفہان ' صفاہان :	۶۰	۱۳
	۳۷۴	۷
(۴) فارس :	۴۸۱	۹
(۵) بغداد :	۳۹۵	۱
	۳۹۹	۵
(۶) شیراز :	۳۹۹	۵
(۷) تبریز :	۳۹۹	۵
(۸) مَراغہ :	۴۰۱	۹

اسمای رجال وقت

(۱) خدا بندہ :	قصیدہ	۱۲	شعر
(۲) صفدر ملک :	غزل	۱۸۵	شعر
(۳) غازان :	غزل	۳۴۷	شعر